طالب دعا، میاں اشرف

مدینۃ الاولیاء لاہور کے ۱۷۰ بزرگان عظام کا مستند تذکرہ

بزرگانِ لاہور

مؤلفہ

پیر غلام دستگیر نامی رحمۃ اللہ علیہ

ملنے کا پتہ

نوری بک ڈپو۔ لاہور

Marfat.com

طالب دعا، میاں اشرف

مدینۃ الاولیاء لاہور کے ۱۷۰ بزرگان عظّام کا مستند تذکرہ

بزرگانِ لاہور

مؤلفہ

پیر غلام دستگیر نامیؔ رحمۃ اللہ علیہ

ملنے کا پتہ

نوری بک ڈپو۔ لاہور

Marfat.com

بفیضانِ کرم

مخدوم اہلسنت شیخ طریقت الحاج پیر سید محمد معصوم شاہ گیلانی قادری نوری قدس سرہٗ

۳۹۷۹۹۴

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

۹۴۷۵۲

نام کتاب ——— بزرگانِ لاہور

مصنف ——— پیر غلام دستگیر نامی

موضوع ——— حالات بزرگانِ دین

طابع ——— بختیار پرنٹرز لاہور

بار دوم ——— ۱۹۸۱ء

طباعت ——— آفسٹ، سفید کاغذ، مجلد

ناشر ——— معصوم اکیڈیمی - لاہور

بہ اہتمام ——— صاحبزادہ سید محمد حسن شاہ گیلانی

قیمت ——— 24 روپے

نوری بک ڈپو زیر سایہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ رحمانیہ - اردو بازار - لاہور

Marfat.com

فہرست بزرگانِ لاہور

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	مقدمہ	۹
۲	پیر غلام دستگیر نامی	۱۴
	لاہور کے قادری بزرگوں کے حالات	
۳	حضرت شاہ فیروز قادری لاہوری	۲۵
۴	حضرت سید محمود حضوری لاہوری	۲۷
۵	حضرت سید عبدالقادر گیلانی لاہوری	۲۸
۶	سید اسماعیل گیلانی لاہوری	۳۰
۷	شیخ ابواسحاق قادری لاہوری	۳۱
۸	سید میر میراں گیلانی لاہوری	۳۲
۹	سید کامل شاہ لاہوری	۳۳
۱۰	شیخ حسین لاہوری	۳۴
۱۱	سید جیون المشہور سید عبدالقادر ثالث گیلانی	۴۳
۱۲	شاہ شمس الدین قادری لاہوری	۴۴
۱۳	سید خیر الدین ابوالمعالی قادری کرمانی	۴۶
۱۴	میاں ننھا دیوان قادری	۴۸
۱۵	سید عبدالوہاب گیلانی	۵۱
۱۶	ملّا حامد قادری گوجر	۵۱
۱۷	حضرت شیخ محمد میر المشہور میاں میر بالا پیر قادری	۵۴
۱۸	حضرت ملّا شاہ بدخشانی	۶۴
۱۹	حضرت شاہ بلاول قادری لاہوری	۶۶
۲۰	پیر مسکین شاہ لاہوری	۷۲
۲۱	شیخ مادھو لاہوری	۷۳
۲۲	خواجہ بہاری	۷۵
۲۳	سید جان محمد حضوری	۷۸
۲۴	سید عبدالرزاق المشہور شاہ چراغ لاہوری	۸۰
۲۵	حاجی محمد ہاشم گیلانی	۸۲
۲۶	سید سردار دین حضوری لاہوری	۸۳
۲۷	سید جعفر بن حاجی محمد ہاشم بن صوفی علی گیلانی	۸۴
۲۸	سید عبدالحکیم گیلانی	۸۵
۲۹	سید محمد فاضل متوکل لاہوری	۸۷
۳۰	سید عمر گیلانی	۸۸

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۳۱	شاہ محمد رضا قادری شطاری	۸۹
۳۲	شاہ درگاہی قادری لاہوری	۹۰
۳۳	سید عبدالوہاب قادری لاہوری	۹۱
۳۴	سید بدرالدین گیلانی لاہوری	۹۲
۳۵	شاہ شرف قادری لاہوری	۹۲
۳۶	خواجہ محمد سعید	۹۴
۳۷	شاہ عنایت قادری	۹۵
۳۸	سید حاجی عبداللہ گیلانی لاہوری	۹۷
۳۹	حضرت شاہ محمد غوث گیلانی لاہوری	۹۸
۴۰	سید عبدالقادر المشہور بہ شاہ گدا گیلانی	۱۰۱
۴۱	شیخ محمد سلطان لاہوری	۱۰۳
۴۲	شیخ محمد عظیم قادری	۱۰۴
۴۳	حضرت شاہ سردار قادری	۱۰۵
۴۴	مصاحب خاں خرد لا	۱۰۶
۴۵	شیخ جان محمد قادری لاہوری	۱۰۷
۴۶	شیخ عبداللہ شاہ بلوچ لاہوری	۱۰۷
۴۷	سید شادی شاہ قادری لاہوری	۱۱۲
۴۸	شاہ سردار قادری	۱۱۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۴۹	سید علی شاہ قادری لاہوری	۱۱۴
۵۰	حضرت شاہ غلام نبی	۱۱۶
۵۱	سید قطب الدین	۱۱۷
۵۲	حضرت شیخ فضل نور نوری	۱۱۹
۵۳	شیخ المشائخ حضرت ابوالحسن پیر سید محمد معصوم شاہ گیلانی قادری نوری رحمۃ اللہ علیہ	۱۲۳
	سلسلۂ نقشبندیہ کے بزرگ	
۵۴	شیخ طاہر بندگی مجددی لاہوری	۱۲۷
۵۵	خواجہ خاوند المشہور بحضرت ایشاں	۱۲۸
۵۶	شیخ حامد لاہوری نقشبندی	۱۳۷
۵۷	شیخ سعدی بلخاری مجددی لاہوری	۱۳۸
۵۸	شیخ حاجی محمد سعید لاہوری	۱۴۴
۵۹	شیخ معظم شاہ لاہوری سہروردی نقشبندی	۱۴۹
۶۰	شیخ محمود شاہ نقشبندی	۱۵۰

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	مجددی لاہوری	
	سلسلۂ سہروردیہ کے بزرگ	
۶۱	حضرت عبد الجلیل بہ قطب العالم چوہڑ شاہ بندگی قریشی حارثی الہکاری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ	۱۵۱
۶۲	سید عثمان المشہور شاہ جھولا لاہوری رحمۃ اللہ الباری	۱۵۵
۶۳	شیخ موسیٰ آہنگر سہروردی لاہوری	۱۵۷
۶۴	سید جھولن شاہ المشہور گھوڑے شاہ بخاری لاہوری	۱۵۹
۶۵	شیخ حسن کنجگر المشہور حسو تیلی لاہوری	۱۶۱
۶۶	حضرت میراں محمد شاہ المشہور بموج دریا بخاری	۱۶۳
۶۷	سید سلطان جلال الدین بن سید صفی الدین بخاری	۱۶۶
۶۸	سید عماد الملک بن سید شاہ محمد جھولہ بخاری	۱۶۶
۶۹	سید شہاب الدین نہر ابن میراں محمد شاہ موج دریا بخاری	۱۶۷
۷۰	سید عبد الرزاق المشہور بہ سید مکی	۱۶۹
۷۱	سید شاہ جمال قادری سہروردی لاہوری	۱۷۰
۷۲	سید محمود المشہور شاہ نورنگ جھولہ بخاری	۱۷۳
۷۳	شیخ جان محمد سہروردی لاہوری	۱۷۴
۷۴	شیخ محمد اسماعیل مدرس سہروردی لاہوری المشہور بہ میاں وڈہ قدس سرہٗ	۱۷۵
۷۵	سید زندہ علی لاہوری	۱۸۰
۷۶	شیخ جان محمد لاہوری	۱۸۱
۷۷	شیخ حامد قادری سہروردی	۱۸۳
۷۸	حضرت پیر کرم شاہ قریشی	۱۸۴
۷۹	حضرت سکندر شاہ بن کرم شاہ قریشی	۱۸۵
۸۰	حضرت مراد بخش مراد قریشی لاہوری	۱۸۶

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	بن کرم شاہ	
۸۱	حضرت پیر قلندر شاہ قریشی حاذقی ہکاری بن شیخ کرم شاہ قریشی	۱۸۷
	سلسلہ چشتیہ کے بزرگ	
۸۲	حضرت شاہ کاکو چشتی لاہوری	۱۹۱
۸۳	شیخ محمد سلیم چشتی صابری لاہوری	۱۹۵
۸۴	شیخ جان اللہ چشتی لاہوری	۱۹۵
۸۵	شیخ حاجی عبدالکریم چشتی لاہوری	۱۹۷
۸۶	شیخ عبدالخالق لاہوری چشتی صابری قدس سرہ	۱۹۹
۸۷	شیخ عارف چشتی صابری	۲۰۰
۸۸	شیخ محمد عارف چشتی صابری	۲۰۱
۸۹	شیخ محمد صدیق چشتی صابری لاہوری	۲۰۲
۹۰	محمد سلیم چشتی صابری لاہوری	۲۰۲
۹۱	شیخ محمد سعید چشتی صابری شرقپوری	۲۰۳
۹۲	شیخ خیر الدین المشہور خیر شاہ چشتی لاہوری	۲۰۶
۹۳	شیخ فیض بخش لاہوری	۲۰۷
۹۴	سید رحمت اللہ شاہ چشتی	۲۰۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۹۵	عارف باللہ حضرت مولانا غلام قادر بھیروی	۲۰۹
۹۶	سید علی ہجویری الغزنوی لاہوری	۲۱۲
	باب پنجم۔ لاہور کے متفرق خانوادوں کے بزرگوں کا ذکر	
۹۷	شیخ اسماعیل محدث و مفسر لاہوری	۲۱۸
۹۸	شیخ ایاز لاہوری	۲۱۹
۹۹	حضرت سید احمد توختہ ترمذی لاہوری	۲۲۱
۱۰۰	بیبیاں پاک دامن کی نسبت غلط بیانی کی تصحیح	۲۲۳
۱۰۱	سید یعقوب صدر دیوان زنجانی لاہوری	۲۲۵
۱۰۲	سید شیخ عزیز الدین مکی ثم لاہوری	۲۲۶
۱۰۳	حضرت سید مٹھا لاہوری	۲۲۷
۱۰۴	پیر شیرازی رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۹
۱۰۵	سید اسحاق گازرونی لاہوری المشہور بہ میراں بادشاہ	۲۲۹
۱۰۶	سید عبدالخالق بن سید عبدالواسع	۲۳۲
۱۰۷	بدر الدین شاہ عالم	۲۳۲
۱۰۸	سید ابو تراب المعروف شاہ گدا	۲۳۳

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	حسینی قادری شطاری لاہوری	
۱۰۹	سید حمید گیلانی لاہوری	۲۳۴
۱۱۰	میر یعقوب گیلانی لاہوری	۲۳۵
۱۱۱	حضرت شاہ حسین لاہوری	۲۳۷
۱۱۲	مولوی غلام فرید لاہوری سہروردی	۲۳۸
۱۱۳	مفتی رحیم الدین بن مفتی رحمت اللہ قریشی قدس سرہٗ	۲۳۹
۱۱۴	مولوی غلام رسول فاضل لاہوری	۲۳۹
۱۱۵	شیخ لدّھا شاہ موہنہ ساز لاہوری	۲۴۰
۱۱۶	مولوی غلام اللہ فاضل لاہوری	۲۴۲
۱۱۷	مفتی غلام محمد بن مفتی رحیم اللہ لاہوری	۲۴۲
۱۱۸	مفتی غلام سرور لاہوری	۲۴۵
	اُن بزرگوں کا حال جنکی رحلت کی تاریخ پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی	
۱۱۹	حضرت سیّد صوف لاہوری	۲۴۹
۱۲۰	سید سربلند	۲۴۹
۱۲۱	حضرت پیر ذکی	۲۵۰
۱۲۲	حضرت پیر بلخی	۲۵۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۲۳	شاہ عبدالرزاق مکی	۲۵۱
۱۲۴	سید پیر محمد شاہ شیرازی چشتی	۲۵۱
۱۲۵	حضرت شاہ درگاہی قادری	۲۵۲
۱۲۶	پیر زُہدی لاہوری	۲۵۳
۱۲۷	پیر غازی المشہور پیر از غیب	۲۵۳
۱۲۸	حضرت پیر بُرہان	۲۵۴
۱۲۹	مکانِ مزار حاجی جمیعت مرحوم و مزار قدم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم	۲۵۵
۱۳۰	مزار علی رنگریز	۲۵۶
۱۳۱	فضل شاہ مجذوب نوشاہی	۲۵۶
۱۳۲	سیّد بلند شاہ نوشاہی	۲۵۷
۱۳۳	حضرت شاہ کنٹھ نوشاہی	۲۵۸
۱۳۴	شیخ موسیٰ کھوکھر	۲۵۸
۱۳۵	شیخ محترم علیہ الرحمۃ	۲۵۹
۱۳۶	حضرت شاہ فرید نوشاہی	۲۵۹
۱۳۷	سید عبدالقادر لاہوری	۲۶۰
۱۳۸	شیخ گھلن شاہ سرمست قادری	۲۶۰
	مزارات احاطہ تکیہ ملی والا موجودہ شہر لاہور	
۱۳۹	پیر چراغ شاہ قادری	۲۶۱

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
١٤٠	پیر محمد سلطان قادری مرگ نینی	٢٦٢
١٤١	حافظ غلام محمد المشہور امام گاموں	٢٦٢
١٤٢	حضرت پیر ڈھل مجذوب	٢٦٢
١٤٣	شیخ محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ	٢٦٣
١٤٤	میاں مونگمہ مجذوب	٢٦٣
١٤٥	معصوم شاہ مجذوب لاہوری	٢٦٤
١٤٦	مستقیم شاہ لاہوری فیض پوری مجذوب قدس سرہٗ	٢٦٥
١٤٧	جلے شاہ مخدوم لاہوری	٢٦٦
١٤٨	فقیر تاجے شاہ مجذوب لاہوری	٢٦٦
١٤٩	مستان شاہ مجذوب	٢٦٨
	خواتین صالحات کا ذکر جو لاہور میں گذر چکی ہیں	
١٥٠	بی بی حاج - بی بی تاج، بی بی حور - بی بی نور - بی بی گوہر بی بی شہباز	٢٧٠
١٥١	بی بی فاطمہ سیدہ گیلانی	٢٧٣
١٥٢	نظام شاہ لاہوری مجذوب	٢٧٤
١٥٣	حضرت میراں حسین زنجانی	٢٧٧
١٥٤	حضرت شیخ ہندی رحمہ اللہ	٢٧٩
١٥٥	**مشہور بزرگان لاہور کے عرسوں کی تاریخیں**	٢٨١
١٥٦	ختم پر پڑھنے کی دعا	٢٨٦

Marfat.com

مقدمہ

(از پروفیسر محمد شجاع الدین صاحب ایم۔ اے صدر شعبہ تاریخ دیال سنگھ کالج۔ لاہور)

مخدوم غلام دستگیر نامی لاہور کے ایک مقتدر تاریخی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ تاریخی اعتبار سے جتنا طویل تعلق اُن کے خاندان کا لاہور شہر سے ثابت ہوتا ہے اتنا کسی اور خاندان کا نہیں ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ شاید ہی کسی خاندان کی تاریخ اس قدر مفصل اور مستند حالت میں محفوظ ہو۔ اس خانوادۂ عالیہ کے بزرگوں نے اپنے حالات اور اپنے آبار کے علمی کمالات کو محفوظ رکھا۔ ہمارے اپنے زمانے میں نامی صاحب نے متعدد کتابیں اپنے بزرگوں کی تاریخ پر شائع کیں اور ان کے علمی، روحانی اور تبلیغی کارناموں سے لوگوں کو روشناس کرایا۔ اس سلسلہ میں چارسو صفحے کی ضخیم کتاب "تاریخ جلیلہ" کے دو ایڈیشن قابل ذکر ہیں۔ اپنے خاندان کی تاریخ کے علاوہ بے شمار تاریخی مذہبی اور تبلیغی کتب و رسائل انہوں نے شائع کئے۔ نامی صاحب ۱۶ دسمبر ۱۹۶۱ء کو اس دنیا سے رخصت ہوئے اور اُن کی وفات نے نہ صرف ایک علمی شخصیت سے ہمیں محروم کر دیا بلکہ قدیم تمدن اور ثقافت کے ایک روشن باب کو ختم کر دیا۔

مخدوم غلام دستگیر نامی اپنے یوم وفات تک علمی اور ادبی کاموں میں مصروف رہے۔ سادہ لباس مخلصانہ کلام بے لوث محبت اور بے انتہا علمی شغف کا پیکر وہ مرد پیر جو ہاتھ میں کپڑے کا چھوٹا سا تھیلا لئے لاہور کی سڑکوں پر عموماً پیدل گھومتا۔ کتب فروشوں کی دوکانوں اور علمی مراکز کے طواف کرتا نظر آتا ناواقف لوگ اُسے نامعلوم، کیا سمجھ کر پاس سے گزر جاتے۔ واقف حال لوگ ٹھٹھک کر سلام کرتے اور وہ پیکر

Marfat.com

خلوص اور سادہ دل انسان مسکرا کر اُن کی باتوں کا جواب دیتا۔ یہ درویش وضع بزرگ ہزاروں ایکڑ زمین کا مالک اور لاکھوں کی جائداد کا متولی[1] تھا۔ انکے خاندان کے لاکھوں معتقد اور مرید تھے۔ اور ان کے آباء صدیوں سے جادۂ روحانیت کے یکہ تاز چلے آ رہے تھے۔ ناؔمی نے کبھی اپنے بزرگوں کی روحانیت کو جلبِ زر کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ تمام عمر سرکاری ملازمت کر کے اپنا اور اپنے متوسلین کا پیٹ پالا اور لمحاتِ فرصت مذہبی رسائل اور تاریخی کتب کی تسوید و تالیف میں گزارے۔ اُن کی وضع زندگی اور تاریخ سے اُن کی دلچسپی مجھے بے حد عزیز تھی۔ اگرچہ مرحوم کے خاندان سے ہمارے بزرگوں کے صدیوں سے مخلصانہ اور محبّانہ تعلقات چلے آ رہے تھے تاہم میری اور اُن کی دوستی کی بنیاد علم تاریخ سے شغف پر تھی۔

مخدوم غلام دستگیر نامی کے خانوادۂ عالیہ کا تعلق شہر لاہور سے سلطان قطب الدین ایبک کے زمانہ سے چلا آ رہا ہے۔ اس دور میں سید احمد توختہ یہاں سکونت گزین ہوئے۔ یہ بزرگ حضرت امام علی زین العابدین کے صاحبزادے حضرت علی افطن کی اولاد سے تھے۔ سیّد صاحب مدتوں یہاں مقیم رہے۔ لاہور میں ایمپرس روڈ پر بیبیاں پاکدامن کے مزارات ہیں۔ جن سے باشندگان لاہور کو بے حد عقیدت ہے۔ یہ بلند مرتبہ خواتین حضرت سیّد احمد توختہ کی اولاد تھیں۔ سیّد صاحب مذکور کی ایک صاحبزادی حضرت بی بی حاج کی شادی شہزادہ بہاؤ الدین سے ہوئی۔ یہ بزرگ ہاشمی الاصل تھے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی۔ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کی اولاد سے تھے۔ اس شادی کے وقت یہ خاندان کیچ مکران (حال واقع قلات ڈویژن پاکستان)

---

[1] یہ جائداد پیر محمد اشرف عالم شاہ کے انتقال کے بعد نامی صاحب کی بیوی کو بطور ورثہ ملی تھی۔ اور اوقاف کی تولیت نامی صاحب کو۔

Marfat.com

میں حکمران تھا۔ مگر بہاؤ الدین کے صاحبزادے حمید الدین حاکم نے سلطنت چھوڑ کر درویشی اختیار کی اور اپنے نانا سید احمد توختہ سے شطاریہ سلسلہ میں خرقۂ خلافت لیا۔ جنیدیہ سلسلہ کا خرقہ اُن کے خاندان میں چلا آتا تھا۔ سہروردیہ سلسلہ میں آپ حضرت رُکن عالم ملتانی کے مرید تھے۔ یہ حضرت رکن عالم وہی بزرگ ہیں جن کا فلک بوس مقبرہ ملتان میں پاکستانی فن تعمیر کی ایک درخشاں یادگار ہے۔ یہ تمام سلسلے حضرت علی المرتضیٰ ؑ کے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم تک پہنچتے ہیں۔ سلطان التارکین حضرت حمید الدین حاکم کا مزار مئو مبارک (بہاول پور ڈویژن) میں ہے۔ ان کی اولاد سے حضرت عبد الجلیل چوہڑ شاہ بندگی لودھیوں کے دور میں لاہور آئے اور یہاں ایک خانقاہ قائم کی اور مدتوں گم رہانِ وادیٔ کفر کو راہ ہدایت دکھاتے رہے۔ اور وسطی پنجاب کے بہت سے راجپوت خاندان ان کی سعی سے حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ آپ ۹۱۰ھ مطابق ۱۵۰۴ء) راہیٔ ملکِ عدم ہوئے۔ سلطان بہلول لودھی نے ان کی روحانیت اور علمیت سے متاثر ہو کر اپنی ایک صاحبزادی کی ان سے شادی کر دی تھی۔

حضرت عبد الجلیل کی خانقاہ دورِ اسلامیہ میں صدیوں قائم رہی اور ان کے اخلاف خلقِ خدا کی روحانی اور ذہنی تربیت میں مصروف رہے۔

اٹھارویں صدی عیسوی کا دوسرا نصف پنجاب کی تاریخ کا بدترین زمانہ ہے۔ اس دور میں مرہٹوں، سکھوں اور درانیوں کی پیہم فتنہ آرائی سے نظامتِ لاہور کا شیرازہ بکھر گیا اور انتشار و طوائف الملوکی کا دروازہ کھل گیا۔ شہر تباہ ہو گئے، صنعت و تجارت کا خاتمہ ہو گیا۔ مدرسے اور کتب خانے لٹ گئے اور مسجدوں میں اُلّو بولنے لگے۔ ان حالات میں پیر کرم شاہ جو اس خانوادہ کے سرپرست اور درگاہ جلیلہ کے سجادہ نشین تھے۔ مع اہل و عیال اپنے خسر نور الحسن عقیلی ہاشمی کی ملاقات کے لیے ۱۱۹۶ھ میں لکھنؤ روانہ ہوئے۔ ڈیڑھ سال وہاں قیام کیا آخر حُبِّ وطن نے جوش

Marfat.com

مارا اور آپ سب کے سمجھانے کے باوصف مراجعت فرمائے لاہور ہوئے۔ شاہ جہاں پور کے قریب ان کے قافلے پر قزاقوں نے حملہ کر دیا اور آپ شہید ہو گئے۔ یہ واقعہ ۱۲۰۷ھ کا ہے۔ اِن کے فرزند حضرت مراد شاہ تھے اُردو فارسی کے شاعر اور علم دوست بزرگ تھے۔ مراد شاہ اُن اربابِ علم میں سے ہیں جنہوں نے لفظ "اُردو" زبان کے معنوں میں پہلی دفعہ استعمال کیا۔ ان کی کتابوں میں مراد العاشقین، مراد الشفقین نامہ مریداں، مراد المحبین۔ دیوانِ مراد اور نامۂ مراد چھپ چکی ہیں۔ قلندر شاہ ان کے بھائی تھے۔ یہ بزرگ بھی علم دوست اور صاحب تصنیف تھے۔ ان کے پوتے پیر اشرف عالم المتوفی۔ ۲۷ جولائی ۱۹۳۷ء اپنے دور میں بڑے مقتدر تھے۔ نامی صاحب انہیں کے بھانجے تھے۔

آخر عمر میں نامی صاحب لاہور کے اولیاء اللہ کے بارے میں یہ کتاب تالیف فرما رہے تھے کہ موت نے انہیں مہلت نہ دی کہ کتاب کو حُلّۂ طبع سے مزیّن دیکھتے۔ بہر حال عزیزی قیم افضل صاحب کی سعی سے یہ کتاب قارئین کرام کے ہاتھوں میں ہے۔

نامی صاحب پرانی وضع کے علم دوست بزرگوں میں سے تھے جن کا اوڑھنا بچھونا علمی تحقیق تھا اور لمحاتِ فرصت کو وہ علمی کاموں میں صرف کرتے تھے۔ افسوس ہے کہ پرانی وضع کے یہ بزرگ کمیاب ہوتے جا رہے ہیں۔ منشی محمد دین فوق بھی اسی مکتبِ خیال کے رکن تھے۔ ہمارے محترم اور مکرم دوست عبداللہ قریشی بھی اسی ذوق کے مالک ہیں۔ افسوس ہے کہ ہماری نئی نسل کے لوگوں کو باوجود کالجوں کی اعلیٰ تعلیم اور بڑی بڑی ڈگریوں کے مخلصانہ علمی اور تاریخی ذوق میسّر نہیں ؎

گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے تیرا کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الاّ اللہ

نامی صاحب کی موت نے قوم کو ایک جفاکش مورخ ایک مخلص مصلح ایک صالح پیرزادہ اور ایک نیک دل انسان سے محروم کر دیا ہے۔ خانوادہ جلیلہ ایک ایسے فرزند سے محروم ہو گیا جس نے سلف صالحین کے نقشِ قدم پر چل کے تالیف و

تصنیف کو اپنا طریق کار بنایا اور ایک ایسا صالح ادب تخلیق کیا جو ہمارے قومی ادب کی تاریخ کا ایک درخشاں باب ہے۔ یوں تو ہر روز ہزاروں انسان پیدا ہوتے اور مرتے ہیں اور نامی صاحب ۷۸ سال کی طویل اور کامیاب اور پاکباز زندگی بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے اس کے باوصف مجھے اُن کی موت کا بے حد صدمہ ہوا وہ میرے تین پشتوں کے دوست تھے۔ پرانی ثقافت اور پرانی تہذیب پر پہروں اُن سے گفتگو ہوتی۔ اور دامنِ علم معلومات کے موتیوں سے بھر جاتا۔ میں اکثر بہلا پھسلا کر اُن کے زیر تحویل اوقاف کی آمدنی سے پرانے خاندانی مخطوطات کی اشاعت پر انہیں تیار کرتا۔ باوجودیکہ بہت سی کتابیں میری تحریک پر یا آج سے نصف صدی قبل میرے نانا صاحب مرحوم کی ہدایت پر وہ شائع کرتے رہے پھر بھی چند ایک غیر مطبوعہ کتابیں حُلیۂ طبع سے پیراستہ نہ ہوسکیں۔

میرا خیال ہے کہ یہ کتاب "بزرگان لاہور" نامی صاحب کی آخری یادگار ثابت ہوگی اور اہل ذوق حضرات، اس سے بہرہ اندوز ہوں گے۔ اس میں لاہور کے قدیم و جدید بزرگوں اور عالموں کے سوانح حیات شامل ہیں۔ ان بزرگوں کی زندگیاں۔ ان کا طریقِ کار اور تعلیمات نئی نسل کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوسکتی ہیں بے راہ روی کے موجودہ دور میں جب نئی پود سے مستقبل کے بارے میں ہر حساس انسان پریشان نظر آتا ہے۔ بزرگانِ دین کے حالات کا مطالعہ ہماری نژادِ نو کے دل میں اسلامی اور قومی جذبہ بیدا کرسکتا ہے۔

محمد شجاع الدین
صدر شعبۂ تاریخ
دیال سنگھ کالج لاہور

لاہور
مورخہ ۱۰ر جولائی ۱۹۶۲ء

پیر غلام دستگیر نامی

(حکیم محمد موسیٰ امرتسری)

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

مصنف کتاب ہذا حضرت مولانا پیر غلام دستگیر نامی رحمۃ اللہ علیہ لاہور کے ایک قدیم علمی خاندان اور روحانی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، ان کے مورث اعلیٰ قطب العالم حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی داماد سلطان بہلول لودھی عظمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۹۱۰ھ) لاہور کے اولین سہروردی مبلغ اسلام بزرگ ہیں، جن کی بدولت پنجاب میں سلسلۂ سہروردیہ کو بہت زیادہ فروغ ہوا۔ اور جن کی تبلیغی مساعی سے کئی قبائل حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ حضرت عبدالجلیل سے لے کر جناب نامی تک اس خاندانِ جلیلہ میں بہت سے روحانی پیشوا اور خادم علم و ادب بزرگ پیدا ہوئے جن میں سے حضرت جمال الدین[۱] ابوبکر مصنف "تذکرہ قطبیہ"، پیر قلندر شاہ (متوفی ۱۱۶۷ھ) پیر مراد شاہ (متوفی ۱۲۱۵ھ) پیر سکندر شاہ امداد (متوفی ۱۲۱۰ھ) پیر نبی بخش (متوفی ۱۲۹۸ھ) پیر فرخ بخش فرحت (متوفی ۱۲۵۶ھ) اور پیر غلام محی الدین شاہ (متوفی ۱۲۷۹ھ) خاص طور پر مشہور ہوئے رحمہم اللہ تعالیٰ۔

۱ؔ آپ حضرت عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی کے چھوٹے بھائی تھے اور محمد شیر شاہ سوری آگرے میں فوت ہو کر وہیں دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ

Marfat.com

پیر قلندر شاہ اور پیر مراد شاہ پنجاب کے اولین ریختہ گو شعرا میں شمار ہوتے ہیں، یہ دونوں بزرگ اگرچہ فارسی میں کہتے تھے۔ مگر انہوں نے اُردو میں بھی دادِ سخن دی ہے۔ پیر وزیر علی شاہ حامی (متوفی ۱۳۴۹ھ) حضرت نامی کے بڑے بھائی اور داغ دہلوی مرحوم کے شاگرد تھے، ان کا نعتیہ کلام چھپ چکا ہے — پیر غلام محی الدین شاہ بن حضرت قلندر شاہ حضرت نامی کے نانا تھے۔ پیر فرخ بخش فرحت نامی صاحب کے والد ماجد جناب پیر حامد شاہ مرحوم کے نانا تھے، پیر نبی بخش مولانا نامی کے پیر دادا تھے، جن کا نسب آٹھ واسطوں سے قطب العالم حضرت عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی قدس سرہٗ تک پہنچتا ہے۔[۲]

جناب پیر غلام دستگیر نامی قدس سرہ السامی ابن پیر حامد شاہ مرحوم ۲۳ جمادی الآخر ۱۳۰۰ھ مطابق یکم مئی ۱۸۸۳ء بروز سہ شنبہ دن کے گیارہ بجے، اپنے نانا پیر غلام محی الدین شاہ مرحوم کے مکان واقع "رتہ پیراں" ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ایک پھوپھی نے حضرت مولانا غلام دستگیر ہاشمی قصوری مرحوم (متوفی ۱۳۱۵ھ) کے نام پر آپ کا نام رکھا۔ خود فرماتے ہیں ؎

من شدم نامی بنام دستگیر — زادم و گشتم غلام دستگیر
غلام دستگیر نام کردند — بنام نیک مولانا قصوری

آپ کے والد ماجد پیر حامد شاہ آپ کی پیدائش کے وقت "شرقپور" میں تحصیل

۲؎ ان میں سے اکثر بزرگوں کے حالات کتاب ہذا میں بسلسلۂ حالات مشائخ سہروردیہ، موجود ہیں، لہٰذا تفصیلی تعارف کی یہاں ضرورت نہیں۔ علاوہ ازیں "تاریخ جلیلہ" "سفینۃ الاولیاء" مترجمہ مرتبہ نامی شائع کردہ [illegible] بک ڈپو اردو بازار لاہور اور "اذکار قلندری" (فارسی) از فرخ بخش فرحت میں اس خانوادہ جلیلہ کے مکمل حالات مندرج ہیں۔ شائقین ان کتابوں کو ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

کے اہل کار تھے، تین سال بعد یہاں سے اُن کا تبادلہ لاہور ہو گیا، اور وہ اپنے اہل و عیال کو لاہور لاکر پیر غلام محی الدین شاہ کے لاہور والے مکان واقع محلہ چلّہ بیبیاں میں سکونت پذیر ہو گئے۔ یہاں انہوں نے نامی صاحب کو ملّا مجید کی مسجد واقع محلہ چلّہ بیبیاں میں نومبر ۱۸۹۰ء میں مولانا محمد بخش بلبل (متوفی ۱۳۱۰ھ ۱۸۹۲ء) برادر اکبر مولانا غلام دستگیر ہاشمی قصوری کے پاس قرآن مجید پڑھنے کے لیے بٹھا دیا۔ نومبر ۱۸۹۱ء میں آپ نے قرآنِ مجید ختم کر لیا پھر آپ کو انہوں نے اسلامیہ سکول کی برانچ واقع حویلی کابلی مل کی دوسری جماعت میں داخل کرایا۔ اسکے بعد پیر حامد شاہ کا تبادلہ "قصور"، ضلع لاہور کا ہو گیا، اور نامی صاحب وہاں ۱۸۹۴ء کے درمیانی ربع میں قصور گورنمنٹ سکول کے طالب علم رہے۔ زمانہ قیام قصور میں آپکے والد ماجد ۱۱ر اکتوبر ۱۸۹۴ء مطابق ۱۲ر جمادی الاولی ۱۳۱۲ھ کو انتقال کر گئے اور آپ یتیم ہو کر "رتہ پیراں" چلے گئے اور ایک سال تک وہاں مقیم رہے۔

۱۸۹۵ء میں آپ پھر لاہور چلے آئے اور یہاں اسلامیہ سکول شیرانوالہ گیٹ کی پانچویں جماعت میں داخل ہو گئے، یہیں سے ۱۹۰۳ء میں فسٹ ڈویژن میں انٹرنس پاس کیا۔ سکول میں پڑھنے کے ساتھ ساتھ آپ لاہور کے اور بزرگوں سے بھی مستفید ہوتے رہے۔ چنانچہ جناب پروفیسر شجاع الدین صاحب صدر شعبہ تاریخ دیال سنگھ کالج لاہور کے نانا صاحب محمد نجم الدین مرحوم اور مولانا علامہ اصغر علی روحی مرحوم جیسے فضلا سے خاص طور پر کسب فیض کیا۔ نیز دیگر متعدد اہلِ علم حضرات کی صحبتوں نے آپکے ذوق علمی کو دوبالا کر دیا، ذہن چونکہ بے حد رسا پایا تھا۔ اسلئے بہت جلد ایک اچھے مضمون نگار، مصنف، شاعر، تاریخ گو، ماہر قانونِ وراثت اور ماہر علم الانساب کی حیثیت سے مشہور ہو گئے۔

آپ نے اگرچہ کسی دینی مدرسے میں باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔ مگر آپ کی دینی و مذہبی معلومات کسی سے کم نہ تھیں۔ اُردو، فارسی اور انگریزی کے بہت اچھے ماہر

Marfat.com

ہونے کے ساتھ عربی بھی جانتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ آپ ایک ایرانی شیعہ عالم کی عربی کتاب کے کچھ اقتباسات لے رہے تھے، دوران ترجمہ ایک مقام پر آپ کو کچھ دقّت محسوس ہوئی۔ چنانچہ آپ نے دو ایک فاضل عربی مولویوں کو دکھایا تو وہ بھی اسی مقام پر اٹک کر رہ گئے۔ بالآخر خود ہی اس مسئلے کو سُلجھایا اور خوب سلجھایا۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود آپ سے کوئی پوچھتا کہ آپکی تعلیم کہاں تک ہے تو کہتے کہ "میں بالکل معمولی پڑھا لکھا انسان ہوں مجھ میں ہرگز کسی قسم کی لیاقت اور قابلیت نہیں ہے"۔

تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ کو تلاش معاش کا فکر دامن گیر ہوا۔ کیونکہ بزرگوں کی استخواں فروشی آپ پسند نہ کرتے تھے اور نہ ہی آپکے بزرگوں میں سے کسی نے یہ مشغلہ اختیار کیا تھا۔ چنانچہ سب سے اول چند ماہ محکمہ ریلوے میں ملازمت کی، پھر ڈاکخانہ میں بھرتی ہو کر ٹیلی گرام کی ٹریننگ حاصل کرنے لگے، اسی اثنا میں ڈپٹی کمشنر لاہور نے انٹرنس پاس مسلمانوں کو ضلع کچہری ملازمت کے لیے طلب کیا تو آپ نے ضلع میں چھ ماہ بے تنخواہ امیدواری کی جس کے بعد آپ کو یکم مئی ۱۹۰۵ء سے تحصیل لاہور میں مستقل ملازمت مل گئی۔ مگر یہاں کی رشوت ستانی کی فضا آپ کے مزاج کے ناموافق ثابت ہوئی، اس لیے کسی اور جگہ کے لیے کوشاں رہے چنانچہ ۱۹۰۶ء میں محکمہ تعلیم میں ملازمت مل گئی، اور آپ آخر تک اسی سے منسلک رہے۔ اس محکمہ میں آپ مختلف کاموں پر مامور رہے۔ بالآخر سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں تبادلہ ہو گیا اور یہاں خازن رہ کر ۱۹۳۶ء میں ریٹائر ہوئے۔

حضرت نامی صاحب کو بچپن ہی سے اپنے خاندان کے بزرگوں سے بڑی عقیدت تھی، اور انکے حالات و کمالات علمی اور نسب وغیرہ معلوم کرنے کا بے حد شوق تھا۔ اس لیے آپ اپنے بزرگوں کے نادر مخطوطات کا مطالعہ کرنے لگے، اسی سلسلے میں آپ کو دیگر کتب تواریخ و سیر کا بھی گہرا مطالعہ کرنا پڑا۔ اس طرح آپکو کتب بینی کا شوق ہوا اور پھر علم سے نسبت صحیحہ پیدا ہو کر ذوق مطالعہ اور شوق حصول علم روز بروز بڑھتا چلا گیا۔

Marfat.com

آپ نے ۱۹۰۰ء میں اینگلو ورنیکلر کا امتحان پاس کیا ہی تھا کہ خاندانی شجرہ نویسی کا شوق دامن گیر ہو گیا۔ آپ کے ماموں پیر محمد اشرف عالم شاہ رئیس لاہور و جاگیردار "رتہ پیراں" کو اس کا علم ہوا تو بہت ناراض ہوئے اور کہا کہ "تمہیں کوئی بیرون برادری رشتہ کرنا ہے"، جو اس قدر مینا کاری چھانٹتے ہو" نامی صاحب اپنے شوق میں یہ رکاوٹ پا کر بہت پریشان ہوئے اور الگ بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ جناب نامی صاحب راقم الحروف کو بتایا کرتے تھے کہ "مجھے یہ رکاوٹ بار بار پیش آتی رہی اور میں بھی دھن کا پکا رہا" آپ کو فی الحقیقت اس کام سے عشق تھا چنانچہ کوئی رکاوٹ آپ کے ارادوں کو متزلزل نہ کر سکی، اور آپ بدستور شجرہ نویسی اور بزرگوں کے حالات معلوم کرنے میں لگے رہے۔ حتیٰ کہ کئی ضخیم دفتر مرتب کر لئے۔

آپ نے ان ہی قلمی رجسٹروں میں سے اخذ کر کے "شیر و شکر" اور "نسب نامہ رسولِ انام" (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جیسے اہم رسائل طبع کرائے۔ اپنے خاندانی حالات و دیگر اہم تاریخی معلومات پر مشتمل کتاب بنام "تاریخ جلیلہ" ۱۹۳۷ء میں پہلی بار چھپوا کر اپنی برادری پر احسان عظیم کرنے کے علاوہ اردو کے تاریخی لٹریچر میں ایک قابل قدر کتاب کا اضافہ کیا۔ غرض کہ برسر روزگار ہو جانے کے بعد آپ کھل کر تالیف و تصنیف کے میدان میں آ گئے اور تمام زندگی لکھنے سے کام رہا، دفتر سے آ کر اسی میں مشغول ہو جاتے۔ ریٹائر ہونے کے بعد تو اور بھی آپ کو اپنے دلی عزائم پورے کرنے کا موقع پورے طور پر میسر آ گیا اور ایک سو سے زائد کتب و رسائل تصنیف کر ڈالے۔ نیز جو مضامین آپ نے اخبارات و رسائل کے لیے لکھے اُن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔

جناب نامی صاحب کو شعر گوئی ورثہ میں ملی تھی، زمانہ طالب علمی میں ہی شعر کہنے لگے تھے۔ کچھ عرصہ تک اساتذہ سے مشورہ کے بغیر ہی طبع آزمائی کرتے رہے۔ ۱۹۰۷ء میں علامہ اصغر علی روحی مرحوم کو اپنا کلام دکھانے لگے چونکہ اس فن سے طبعی مناسبت

Marfat.com

تھی، اس لئے بہت جلد اس دور سے نکل کر ماہرانہ نظم لکھنے لگے۔ ابتدا میں آپ نے غزلیں بھی کہیں۔ پھر طبیعت کا رُخ بدل کر نعت، منقبت اور تاریخ گوئی کی طرف ہوگیا۔ سہرے بھی خوب لکھتے تھے۔ تاریخ گوئی میں تو آپ کو کمال حاصل تھا۔ قریباً ۱۹۰۶ء سے لے کر وفات سے چند روز پہلے تک آپ نے ہزاروں تاریخیں کہیں۔ اگر ان سب کو یکجا جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

محترم پیر صاحب کو اپنے خاندانی حالات لکھتے ہوئے وراثت کے مسائل سمجھنے کی ضرورت پیش آئی، کیوں کہ آپ کا خاندان جہاں دولتِ علم و عرفان سے مالا مال چلا آرہا ہے۔ وہاں دنیاوی مال و منال کے لحاظ سے بھی ایک خاص حیثیت کا مالک رہا ہے۔ اس لئے آپ نے اس موضوع کی عربی اور انگریزی کتب کا مطالعہ شروع کر دیا، اور اس میں اس درجہ مہارت پیدا کرلی کہ آپ ماہر قانون وراثت تسلیم کئے گئے۔ اس موضوع پر آپ نے مجتہدانہ انداز میں نہایت قابلِ قدر کتابیں بھی لکھیں، جو بے حد مقبول ہوئیں۔ اس مشکل ترین علم کو آپ نے صرف اپنی ذاتی استعداد سے حاصل کیا اور اس میں ایسے صاحبِ کمال ہوئے کہ بڑے بڑے علماء مشکل مسائل آپ سے حل کراتے تھے اور عدالتیں آپ کے فتووں کو وقعت کی نظر سے دیکھتیں اور تسلیم کرتی تھیں۔

مسلمانوں میں رسوم بد کی کثرت دیکھ کر مولانا نامی کی طبیعت بہت کڑھتی تھی۔ اس کے انسداد کے لیے آپ نے بعض دوستوں کے تعاون سے ۱۹۱۴ء یا ۱۹۱۵ء میں دائرۃ الاصلاح کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا، جس کی طرف سے اصلاحِ رسوم اور اصلاحِ اخلاق وغیرہ پر لٹریچر شائع ہو کر تقسیم ہوتا رہا۔ پھر اس ادارے کی جانب سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل اور اتحادِ بین المسلمین کے موضوع پر رسائل طبع ہونے لگے۔ دائرۃ الاصلاح اب تک قریباً نوے کتابیں اور رسالے مفت تقسیم کر چکا ہے۔ ان میں سے صرف دس بارہ دوسرے مصنفین کے لکھے ہوئے ہیں۔ باقی

Marfat.com

تمام کے تمام حضرت نامی کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہیں۔

حضرت نامی علیہ الرحمۃ کی تصانیف کا اگر مختصر تعارف بھی لکھا جائے تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا۔ اس لئے ذیل میں حروف تہجی کے لحاظ سے آپ کی تصانیف کی صرف فہرست دی جارہی ہے مکمل تعارف آپکی سوانح عمری میں دیا جائے گا۔ انشاء اللہ

آئین (منظوم) انیس الوارثین، اسلامی قانون وراثت، امام مبین، امامت، اظہار حقیقت، الاصلاح، اسلامی کہانیاں، اصلاح معاشرہ، اصلاح رسوم

باغ فدک، بیٹے کا حصہ۔ بنات النبی۔ بیبیاں پاک دامن۔ بھائی کی یاد، بہن کے حصۂ شرعی پر جھگڑا، بانیان دولت اسلامیہ، بزرگان لاہور[1]

پیغام اتحاد، پنجاب مسلم اوقاف بل پر اعتراضات، پیغام شریعت، تاریخ جلیلہ تذکرہ شہیدان اسلام، تذکرہ انبیاء و آل محمد، تعلیم الاخلاق، تاریخ مکہ معظمہ، تاریخ مدینہ منورہ تبرک عرس، تذکرہ حضرت امام اعظم، تاریخ نجدیہ یعنی حقیقت وہابیہ، تبرک کلام (منظوم) تذکرہ قطبیہ (ترجمہ و تلخیص تذکرہ قطبیہ فارسی)

ثمرۂ ایمان

جنگ موتہ، جہاد صحابہ کرام برائے اشاعت اسلام، جنگی کہانیاں، جلوۂ حق (منظوم) چہل حدیث رسول انام فی مناقب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم)

حیدر کرار، حیات حسنین، حیات حضرت میاں میر، حیات گنج شکر، حیات صابر، حیات نظام الدین، حیات خواجہ قطب الدین، حیات خواجہ معین الدین چشتی، حیات حضرت حسین، حیات سرور کائنات، حیات اویس قرنی، حیات حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانی

---

[1] یہ کتاب آپ کی بالکل آخری تالیف ہے اس پر آپ کو نظر ثانی کرنے کا موقع بھی نہ ملا اور ہنوز پیش لفظ وغیرہ بھی نہ لکھا تھا کہ پیغام اجل پہنچ گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

Marfat.com

حیات شاہ شمس تبریزی، حیات حضرت امیر معاویہ، حکایات محمود، حضرت ابو عبیدہ بن جراح و سعد بن ابی وقاص، حضرت حسن، حقوق العباد، حضرات روافض کا خدا سے مقابلہ، حالات بابرکات، حجرہ صدیقہ کے تین چاند، حفظ خون انسانی، حضرت عمرو بن عاص، حضرت امیر حمزہ، حضرت زبیر، حیات شاہ محمد غوث لاہوری، حیات جامی (زیر طبع) حیات شاہ ابو المعالی۔

خالد جرار رضی اللہ عنہ

دعوت صلح، دختران نبی، دائرۃ الاصلاح لاہور کی پنج سالہ کارگزاری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں، رواج اور شریعت پر ایک دلچسپ بحث، رواج کا علاج رسالہ متعلق ولایت و نکاح و مہر۔

زوال ایران (اب یہ کتاب زوال پرویز کے نام سے سٹار بک ڈپو لاہور نے شائع کی ہے) زندہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ، زیارت قبور

سوانح حیات مجدد اعظم، سوانح غازی علم الدین شہید، سوانح میاں شیر محمد شرقپوری سرور کائنات کے چار جرنیل، سعدی کی آپ بیتی (زیر طبع)

شہید کربلا، شہادت حسین، شیر و شکر، شان صدیق، شہادت عثمان، شیعہ سُنی مصالحت، شیعہ و سُنی کے شرعی نکاح اور مذہبی اتحاد کا مسئلہ، شہزادیوں کی کہانیاں، شمول صحابہ کرام در جنازہ رسول علیہ السلام، شریعت اور رواج، شیروں کی کہانیاں۔

صلح کیش شہزادہ حسن، صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہم مستشرقین کی نظر میں۔

عورت کا حصّہ

فتح مکہ، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

کربلا، کلید تقسیم وراثت

قرآنی قانون وراثت (منظوم اردو و پنجابی) قانون وراثت یعنی مشیر افسران محکمہ

Marfat.com

مآلِ قرآن کی معنوی تحریف اور انکارِ حدیث کے فتنے کا سدِّ باب

گنجینہ اخلاق (دو حصہ) گل دستۂ حمد و ثنا (منظوم) گنجینہ مسائل زکوٰۃ۔ گل دستہ شادی، گلوگیر ماتم۔

لڑکیوں کی وراثت کے متعلق ہائی کورٹ کا فیصلہ

مولوی احمد علی صاحب (لاہوری) کے غلط مسائل کی تصحیح، مسلمان اور رواج، ماتم کی شرعی حیثیت، مقام بنی اُمیہ، مناقب خلفائے راشدین (منظوم) مشہور بزرگانِ لاہور کے عرسوں کی تاریخیں۔

نکاح خوانی کے مسائل، نمبردار، نسب نامۂ رسول انام و صحابہ کرام، نعرۂ حیدری، نور و ظلمت، نقش الاعتساف عن الانصاف۔

یادگار اشرف، یارانِ حضرت علی رضی اللہ عنہ

جناب نامی صاحب نے مستقل تصانیف و تالیفات کے علاوہ بعض کتابوں کے ترجمے بھی کیے ہیں، جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

حکایات مثنوی مولانا روم (مثنوی معنوی سے اخلاقی حکایات کا انتخاب و ترجمہ) سیاحت کشمیر (تزک جہانگیر سے سیاحت کشمیر سے متعلقہ حصے کا ترجمہ) تذکرہ حمیدیہ مصنفہ شیخ شہر اللہ ملتانی، سفینۃ الاولیا دارا شکوہ مع اضافہ حواشی وغیرہ، گنج الاسرار مصنفہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر[1] شرائط سلوک مصنفہ پیر فرخ بخش فرحتؔ

مرحوم و مغفور نامی صاحب نے جہاں اپنی تالیفات و تصنیفات اور تراجم کے ذریعے اُردو کے دامن کو بھرا، وہاں اپنے خاندان کے بزرگوں کی غیر مطبوعہ تصانیف کو چھپوا کر اہلِ علم کی خدمت میں پیش کیا، یہ سب کتابیں حضرت عبد الجلیل چوہڑ شاہ بندگی کی خانقاہ سے وقف اراضی کی آمدنی سے طبع کروا کے مفت تقسیم کیں۔ ان کتابوں کو نامی صاحب نے نہ صرف چھپوا ہی دیا بلکہ ان کی صحت بھی کی ضروری حواشی لکھے اور دیباچوں سے مزین

---

[1] یہ کتاب بابا صاحب کی طرف منسوب ہے۔ ۱۲

۹۲۷۵۹۳

کیا۔ ان نادر و نایاب کتب کے نام یہ ہیں۔

دیوان قلندر شاہ (فارسی) از پیر قلندر شاہ مثنوی مراد العاشقین (فارسی) از پیر[1] مراد شاہ اذکار قلندری (فارسی) از پیر فرخ بخش فرحت، گلزار (فارسی) یعنی دیوان حضرت سلطان حمید الدین حاکم نامۂ مراد (اردو) از پیر مراد شاہ، قصائد قلندری (فارسی اردو) از پیر قلندر شاہ تذکرہ قطبیہ (فارسی) از جمال الدین ابوبکر (متوفی در عہد شیر شاہ سوری) ماہ مریداں (فارسی) پیر مراد شاہ ——— دیوان مراد (اردو) اس کو نامی صاحب نے ایڈٹ کر کے جولائی ۱۹۴۶ء کے رسالہ "اردو" دہلی میں شائع کرایا۔ مثنوی مراد المحبین (قصہ چہار درویش اردو) کو نامی صاحب کی زیر ہدایت ڈاکٹر باقر صاحب نے ایڈٹ کیا اور انجمن ترقی اردو کے رسالہ اردو دہلی بابت اکتوبر ۱۹۴۲ء میں طبع کرایا۔

حضرت نامی مرحوم کو اپنے بزرگوں سے جو عقیدت اور محبت تھی، اس کے پیش نظر آپ کے ماموں اور خسر پیر محمد اشرف عالم شاہ رئیس و جاگیردار "رتہ پیراں" و متولی خانقاہ حضرت عبد الجلیل چوہڑ شاہ بندگی جو ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں فوت ہوئے تھے۔ یہ وصیت کر گئے تھے کہ میرے بعد اوقاف کے متولی نامی صاحب ہوں۔ چنانچہ نامی صاحب نے اس ذمے داری کو بخوبی سرانجام دیا، بزرگوں کے مزارات کی دیکھ بھال کے علاوہ ان کے نادر علمی تبرکات کو شائع کر کے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا۔ اس کارنامے کی بدولت مخدومی نامی صاحب پاک و ہند کے تمام سجادہ نشینوں اور متولیوں میں ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے کارناموں کو ہمیشہ زندہ رکھے۔

اس مخلص خادم اسلام بزرگ نے تقریباً ایک ماہ صاحب فراش رہنے کے بعد مورخہ ۷ رجب المرجب ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۶ دسمبر ۱۹۶۱ء کو اپنے مکان واقع محلہ چلہ

---

[1] یہ مثنوی اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور نے شائع کی ہے۔

Marfat.com

بیبیاں لاہور میں انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی میّت کو آپکے صاحبزادے محمد افضل شاہ صاحب نمبردار و چیئرمین یونین کونسل "رتہ پیراں" میں لے گئے اور وہاں اُن کو پائین مزار حضرت قلندر شاہ دفن کر دیا گیا۔ نور اللہ مرقدہ الشریف۔

قطعہ تاریخ وفات

از حضرت شریف احمد شرافتؔ نوشاہی مدظلہ

غلام دستگیر آں پیر نامیؔ — بجنات المعلیٰ کرد مسکن
زترحیلش شرافتؔ گفت تاریخ — "بفردوس بریں شد شاد محسن"
۱۳ ھ ۸۱

دیگر

نتیجۂ فکر جناب ابو الطاہر فدا حسین صاحب فداؔ مدیر "اعلیٰ" جہرو ماہ۔ لاہور

واصل حق حضرت نامیؔ ہوئے — رنج سے ہر دل بنا دارِ محن
نام نامی ہے "غلام دستگیر" — فقر کی رہ پر رہا جو گام زن
تھی ابھی دنیا کو تری احتیاج — آ لیا تجھ کو اجل نے "دفعتاً"
قبر پر ہو رحمت حق کا نزول — نور کی چادر بنے تیرا کفن
پوچھی جب تاریخ رحلت اے فداؔ — بولا ہاتف "نامیؔ شیریں سخن"
۱۳۸۱ھ

راقم الحروف نے یہ تاریخ کہی

بجھا آج ہائے چراغ علوم
۱۳ ھ ۸۱

نوٹ: ۔ حضرت نامیؔ کے حالات یہاں بالکل اختصار کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ مفصل حالات لکھے جا رہے ہیں جو کتابی صورت میں شائع کئے جائیں گے۔ انشاء اللہ

لاہور
۵ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ — محمد موسیٰ عفی عنہ

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لاہور کے قادری بزرگوں کے حالات

(۱) حضرت شاہ فیروز قادری لاہوری قدس سرہٗ

جس طرح سہروردی مشائخ میں سب سے پہلے ہمارے جدِّ اعلیٰ حضرت عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی عظمۃ اللہ تعالیٰ لاہور تشریف لاکر متمکن ہوئے اسی طرح سلسلہ قادری کے بزرگ حضرت شاہ فیروز سکونت گزین ہوئے۔

آپ جامع علم و حلم۔ سیادت و نجابت و ریاضت میں مشہور گیلانی بزرگ تھے۔ لاہور میں پہلے آپ کے جدّ بزرگوار بطریق سیر بغداد سے لاہور تشریف لائے اور یہاں سے دہلی وغیرہ کی جانب بزرگوں کی زیارت کے لیے گئے۔ واپسی کے وقت پھر لاہور تشریف فرما ہوئے اور اسی جا سکونت اختیار کی۔ جب فوت ہو گئے تو شاہ فیروزؒ مسندِ ارشاد پر بیٹھے اور درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ طلبہ کو فقہ حدیث اور تفسیر کا درس دیتے اور پھر شام سے آدھی رات تک ارباب معنے کو توجہ اور تلقین فرمانے میں مشغول رہتے۔ جمعہ کے دن نماز کے بعد عصر تک وقت وعظ و نصائح میں صرف فرماتے۔ اور آپ کے وسیلے سے خلقِ خدا بتعدادِ کثیر کمال ظاہر و باطن حاصل کرتی۔

آپ کی بیعت اپنے دادا شاہ عالمؒ سے تھی اور ان کی شاہ نورالدین سے۔ ان کی شاہ احمدؒ سے۔ ان کی شاہ حامدؒ سے۔ ان کی شیخ عبدالرزاق سے۔ ان کی سیّد

Marfat.com

عبداللہ گیلانی سے۔ ان کی شیخ احمد قادری سے۔ ان کی سیّد میر سے۔ ان کی سیّد مسعود سے۔ ان کی سیّد علی سے۔ ان کی سیّد صوفی سے۔ ان کی سیّد عبدالوہاب فرزند سیّد عبدالقادر جیلانی سے۔

شاہ فیروز کی وفات ۹۳۳ھ/۱۵۲۷ء میں ہوئی۔ مزار پُر انوار تکیہ ڈنڈی گراں لاہور میں ہے۔

تاریخ منظوم ۔

چو از دنیا بفردوس بریں رفت	جناب شاہ حق آگاہ فیروز
چو از دل سال ترحیلش بجستم	عیاں شد ”میر سیّد شاہ فیروز“ ۹۳۳ھ

ایضاً

شد چو از عالم بخلدِ جاوداں	معدن نورِ خدا فیروز شاہ
”عارف اشراف“ تاریخش بگو ۹۳۳ھ	نیز ”قطب الاصفیا فیروز شاہ“
لکھو تاریخ فوت تم ناجی!	شیخ فیروز شاہ ۹۳۳ باآداب ۱۵۲۷ء

کوچہ ڈنڈی گراں کا نام اب شاید مشہور نہ ہو۔ لہٰذا تاریخ لاہور مصنفہ نج محمد لطیف مرحوم سے نقل کیا جاتا ہے۔ کہ شاہ فیروز گیلانی کے مقبرے کا پرانا گنبد اُس سڑک پر بائیں طرف واقع ہے جو میوہسپتال سے قلعہ گجر سنگھ اور گورنمنٹ ہاؤس کو جاتی ہے مشرقی جانب۔ مقابل مہاسنگھ کا باغ (ڈی وینٹی کالج) ہے۔

پہلے گنبد پر نیلا رنگ چڑھا ہوا تھا۔ جس کے نشان کہیں کہیں پائے جاتے ہیں مگر اب اینٹیں ہی دکھائی دیتی ہیں۔ یہ گنبد چار محرابوں پر قائم ہے۔ مگر اب صرف ایک ہی جنوب کی طرف اندر جانے آنے کے لئے کھلا ہے۔

نج صاحب آگے رقم طراز ہیں کہ آپ حضرت غوث الاعظم محی الدین گیلان کے مقدس بزرگ پیر دستگیر کی اولاد سے ہیں۔ آپ اپنے وقت کے عالم بے بدل تھے

Marfat.com

اور آپ کا نام دور و نزدیک تقدس اور بزرگی کی وجہ سے مشہور تھا۔ آپ کا تمام وقت وعظ و تبلیغ میں صرف ہوتا تھا۔ ابتداء میں آپ مرید بنانے کے خلاف تھے مگر پیری میں آپ نے بہت سے مرید بنائے۔

سلسلۂ بیان جاری رکھتے ہوئے سید محمد لطیف لکھتے ہیں کہ شاہ فیروز ۹۳۴ھ (۱۵۲۷ء) میں بعہدِ بابر فوت ہوئے۔ آپ شاہ عالم کے مرید تھے اور آپ کے جانشین شیخ عبداللہ مرید ہوئے۔ صناعوں کی جماعت جو ڈنڈی گر یا خرادی مشہور ہے۔ آپ سے بڑی عقیدت رکھتی ہے اور یہ علاقہ تکیہ ڈنڈی گراں کے نام سے مشہور ہے۔ پرانے وقتوں میں یہاں خرادی محلہ آباد تھا۔ آس پاس کے رہنے والوں کا بیان ہے کہ اب بھی زمین کھودنے سے ان کے اوزار پائے جاتے ہیں۔

حضرت سیّد محمود حضوری قدس سرہٗ لاہوری

نسب:۔ آپ کے والد کا نام شمس الدین المشہور شمس العارفین غوری موسوی تھا۔ حضرت موسیٰ کاظم کی اولاد سے تھے۔ یہ بزرگ علوم ظاہر و باطن میں مشہور عارف اور گرامی استاد تھے۔ جب یہ فوت ہو گئے تو سیّد محمود ولایت غور کے برائے سیر و سیاحت لاہور وارد ہو کر محلہ حاجی سرائے میں شہر کے باہر مقیم ہوئے (سکھوں کے عہد میں یہ محلہ ویراں ہو گیا)

جب آپ کی بزرگی کا شہرہ ہوا تو خلق کثیر آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئی جو شخص آپ کی بیعت میں داخل ہوتا اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں دیدار قسمت ہو جاتا۔ اس لئے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضوری مشہور ہوئے۔

حضرت سیّد محمود کا سلسلۂ ارادت حضرت سیّد عبدالقادر گیلانی قدس سرہٗ سے

Marfat.com

یوں ملتا ہے آپ مرید اپنے والد بزرگوار سیّد شمس العارفین کے۔ اور یہ مرید سیّد یعقوب کے۔ اور یہ عبدالقادر کے۔ اور یہ سیّد علی کے۔ اور یہ سیّد مسعود کے۔ اور یہ سیّد احمد کے اور یہ سیّد اصغر کے۔ اور یہ مرید ابوالفرح کے۔ اور یہ سید عبدالوہاب بن سیّد عبدالقادر جیلانی کے قدس اللہ اسرارھم۔

تاریخ وفات و مزار:۔ سیّد محمود حضوری ۹۴۲ھ مطابق ۱۵۳۵ء نصیر الدین ہمایوں کے عہد میں شیر شاہ سوری کے آغاز حکومت سے چار برس قبل فوت ہوئے۔

منظوم تاریخ:۔

رفت از دنیا چو بر اوج جناں	سیّد محمود پیر باکمال
"صاحب مشتاق" تاریخش بگو!	نیز "شمس العارفین اہل جمال"
"ہم مکرم مرشد محمود" خواں!	باز "فضل ایزدی" دانش وصال

بحساب شمسی "ظل خدا" سے اور "محمود موسیٰ غمگسار" سے تاریخ برآمد ہوتی ہے۔

آپ کا مزار آپ کے پوتے سیّد جان محمد حضوری کے مقبرہ واقع گڑھی شاہو لاہور سڑک میاں میر پر واقع ہے۔

سیّد عبدالقادر گیلانی لاہوری قدس سرہٗ

آپ روشن ضمیر فقیر اور تصرف ظاہری و باطنی کے مالک تھے۔ اپنے والد سیّد جمال الدین سے ارادت رکھتے تھے۔ پہلے بغداد میں رہتے تھے پھر بطریق سیر و سیاحت لاہور آکر متمکن ہو گئے۔ اور خاص و عام نے آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونا غنیمت جانا۔

سلسلۂ نسب:۔ سلسلۂ نسب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے یوں ملتا

Marfat.com

ہے کہ سیّد عبدالقادر بن سیّد جمال الدین بن سیّد جلال الدین بن سیّد یوسف بن سیّد سلطان رشید بن سیّد ادہم بن سیّد محمود بن سیّد اسماعیل بن سیّد داؤد بن سیّد فتح نصر بن سیّد عبدالرزاق بن حضرت غوث الاعظم سیّد عبدالقادر جیلانی قدس اللہ اسرارہم۔

سیّد عبدالقادر موصوف ۱۸ ربیع الاول ۹۴۲ھ (مطابق ۱۶ ستمبر ۱۵۳۵ء) کو فوت ہوئے۔

تاریخ منظوم :۔

عبد قادر سیّد نورانی است — قطب دوراں سالکِ ربانی است

"خیر اسلام" آمدہ ترحیل او — بار دیگر "عبد قادر ثانی" است ۹۴۲ھ

ناجی حامد بسالِ عیسوی! — گفت "عبد القادر خلوت گزیں" ۱۵۲۵ء ۹۴۲ھ

سیّد عبدالقادر موصوف کے تین فرزند کامل و اکمل تھے۔ (۱) سیّد حاجی (۲) سیّد سلطان اکبر اور سیّد غیاث الدین۔

حدیقۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ سیّد عبدالقادر موصوف کا مزار موضع مرنگ سے مشرق کی طرف ہے۔ نام والد سیّد جلال الدین بغدادی دیا ہے۔ آپ اکبر بادشاہ کے عہد میں بغداد سے بغرض سیاحت نکلے اور لاہور میں متمکن ہوئے۔ بزرگی کا شہرہ سن کر میر کفایت خان نے اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کر دیا اُن سے تین مذکورہ بیٹے ہوئے۔ تیسرے بیٹے غیاث الدین کی نسبت المشہور دولت شاہ لکھا ہے۔

مفتی غلام سرور مرحوم نے تحریر فرمایا ہے کہ اب سیّد سوار شاہ بن زندہ علی بن شاہ حسین بن سعید بن حمید بن فتح محمد بن سید حاجی بن سیّد عبدالقادر شیخ طاہر بندگی کا سجادہ نشین ہے اور زندہ علی کا پوتا بہادر بن چراغ شاہ مہرکنی کا کام کرتا ہے۔

Marfat.com

سیّد اسماعیل گیلانی لاہوری قدس سرہٗ

سیّد اسماعیل موصوف اپنے وقت کے جلیل القدر ولی تھے اپنے والد ماجد سیّد عبداللہ ربّانی اوچی (متوفی ۹۷۸ھ) کے مرید و خلیفہ تھے۔ جب آپ کی کرامات کا شہرہ سُنا تو اکبر بادشاہ آپ کے دیدار کا مشتاق ہوا۔ اور آپکو لاہور بلا بھیجا اور علاقہ فیروزپور میں ایک ہزار بیگھہ زمین نذر کی۔ آپ نے لکھی محلّہ لاہور میں (جو بعد ازاں سکھوں کے عہد میں ویران ہوا) اقامت اختیار فرمائی۔ اور لکھ پتی سوداگر جن کی کپڑے وغیرہ کی تجارت کا سلسلہ دور دور کے ملکوں میں پھیلا ہوا تھا سب آپ کے مریدین گئے۔ آپ کے علم و فضل اور زہد و ریاضت کی وجہ سے بادشاہ اور اُمرائے شاہی حاضر خدمت ہوتے تھے مگر آپکی تمام توجہ جانب حق تھی اور دل ماسویٰ اللہ سے خالی تھا۔

تاریخ وفات اور مدفن:۔ بقول صاحب شجرۃ الانوار سیّد اسماعیل ۹۷۸ھ (مطابق ۱۵۷۰ء) میں فوت ہوئے جبکہ اکبر بادشاہ کا جلوس تھا۔ آپ کے والد ماجد بھی اسی سال واصل بحق ہوئے تھے۔

آپ کا مزار پر انوار لکھی محلہ میں حضرت میراں محمد شاہ موج دریا بخاری کی خانقاہ میں اندرون چار دیواری ہے۔

اولاد:۔ حضرت بی بی کلاں زوجۂ موج دریا بخاری ہے۔ آپکے تین بیٹے تھے (۱) حاجی بہاؤالدین (۲) سیّد بدرالدین (۳) سیّد قطب الدین اور سیّد بہاؤالدین شاہ المشہور بہاول شیر بن سیّد محی الدین بن سیّد شمس الدین بن حاجی بہاؤالدین بن سیّد اسماعیل جن کا مزار گورستان میانی کے زیر پشت جانب مغرب موضع مزنگ اور کوٹ عبداللہ شاہ واقع ہے آپ کے کاملترین اولاد میں سے ہیں۔

منظوم تاریخ ؎

Marfat.com

رفت چوں از جہان نخلدِ بریں — پیر روشن ضمیر اسماعیل
گشت تاریخ رحلتش روشن — نیرِّ نور میر اسماعیل ۹۷۸ھ
بسالِ رحلتش نامی بگفتا — کہ "اسماعیل آدابِ مشیخت" ۱۵۷۰ء

شیخ ابواسحاق قادری لاہوری قدس سرہٗ

آپ شیخ داؤد کرمانی چونی والی کے جلیل القدر خلیفہ ہیں۔ آپ علم ظاہری و باطنی میں کامل اور زہد و ورع اور سخاوت و ریاضت صیام و قیام میں شہرۂ آفاق تھے آپ سے بے اختیار کرامات ظاہر ہوتی تھیں۔ شاہ ابوالمعالی کرمانی سے از حد محبت تھی۔ دونوں اکٹھے مل کر عبادت کیا کرتے تھے۔ جب شاہ ابوالمعالی حضرت داؤد کرمانی کی اجازت سے لاہور آئے تو انہوں نے بھی بوجہ اتحاد دینی و طریقہ ربانی حضرت کرمانی موصوف سے عرض کر کے لاہور کا رُخ کیا۔ اور اپنے قومی محلہ مغلاں جو محلّہ پیر عزیز سے مشہور ہے سکونت اختیار کی اور طالبوں کی ہدایت و ارشاد میں مصروف ہو گئے۔ اور سینکڑوں عقیدتمند آپ کے خوانِ کرامت سے بہرہ یاب ہوئے۔

شیخ ابواسحاق ۵ محرم ۹۸۵ھ کو واصل بحق اور اپنی قیامگاہ میں دفن ہوئے آپ کا روضۂ عالیہ قصبہ مزنگ لاہور کی مشرقی جانب ہے۔ پاس ہی دوسرا گنبد آپ کے صاحبزادوں کے مزارات پر قائم اور زیارت گاہ خلق ہے۔ سیّد محمد لطیف انکے نام محمد حسین۔ ملک حسین اور یار حسین بتاتے ہیں اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ انکے گنبدِ مزار کے اندر سورہ یٰسین مسطور ہے اور گنبد کی حالت خستہ ہے۔

منظوم تاریخ رحلت :-

شد ز دارِ فنا چو در جنت — شیخ دیں شاہ پیر بو اسحاق

گفت سرور بسالِ تاریخش ”شاہِ عالی فقیر بو اسحاق“ ۹۸۵ھ

۵ محرم سال مذکور مطابق ۲۵ مارچ ۱۵۷۷ء کو عہد اکبر بادشاہ تھا۔

بہرِ سالِ فوتِ شیخ محترم کرو ”شیخ بہترین“ نامی رقم ۱۵۷۷ء

نج محمد لطیف صفحہ ۱۹۷ تاریخ لاہور (انگریزی) میں روضہ کے ساتھ ایک بڑی مسجد کا بھی ذکر کرتے ہیں اور روضہ کی دیواروں پر سورۂ یٰسٓ اور سورہ ملک نہایت خوبصورت خط میں مرقوم ہونا بتاتے ہیں اور مغربی دروازہ پر مندرجہ ذیل اشعار کا مسطور ہونا بھی ذکر کرتے ہیں ؂

حضرت شیخ شاہ ابو اسحاق بود چوں از خدا خدا طلبش
سوئے حق رفت از سرِ تحقیق کہ ہمیں وعدہ بود از ازلش
چیست تاریخ فوت او برہان یافت سلطان عارفاں لقبش

شمال مغربی گوشے میں تاریخ ۹۸۵ھ (مطابق ۱۵۷۷ء) دی ہے۔

سید میر میراں گیلانی لاہوری قدس سرہٗ

سید میر میراں بن سید مبارک حقانی گیلانی مردِ بزرگ صاحب علم وحلم تھے اور شرافت و سخاوت میں مشہور خوارق عادات اور کرامات موروثی تھیں۔ خرقۂ خلافت اپنے والد بزرگوار سے پایا۔ اور اوچ سے لاہور آئے اور قبول عظیم حاصل کیا۔ خلقِ خدا کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہوئے اور انہیں حق کا راستہ دکھایا۔ اور ۹۸۶ھ ۱۵۷۸ء میں بعہد جلال الدین اکبر فوت ہو کر گورستان میانی لاہور میں مدفون ہوئے۔

منظوم تاریخ رحلت

بجنت رفت ایں دنیائے فانی چوں آں مقبل مبارک میر میراں

Marfat.com

وصالش "مخزن الانوار" فرما بخواں "مقبل مبارک میر میراں"
گفت ہاتف بہر سال انتقالش ناگہاں ۹۸۶ "میر میراں میوۂ بستان جنت" باز گو

نوٹ:- آپ کا مزار مبارک شاہ نظام الدین بودیانوالہ ۱۰۸۸ھ کے احاطہ مزار کے اندر چبوترے پر ہے۔ پیر نظام الدین بودیانوالے آپ کی اولاد سے تھے۔ مزید حالات کے لیے لاہور کے متفرق خانوادوں کے بزرگوں کے حالات کے باب کو ملاحظہ کریں۔ حضرت مصنف مرحوم سے ان کے حالات لکھنے میں تکرار ہوئی ہے (نسیم افضل)

سیّد کامل شاہ لاہوری قدس سرّہٗ

سیّد کامل شاہ بخاری سیّد ہیں۔ آپ اسم بامسمّٰی ولی کامل اور شیخ مکمل تھے۔ سلسلہ قادریہ میں بیعت اور تکمیل کے بعد شیخ الہ داد مداری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے خرقہ خلافت و فقر حاصل کیا۔ آپ کو خلقت سیّد دیوان کامل کہتی تھی۔ آپ محمد جلال الدین اکبر بادشاہ کے عہد میں بخارا سے لاہور آئے اور نبسنان (بیلے) میں موضع بابو سابو کے متصل مقیم ہوئے اور بہت سے لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ اور وفات کے بعد وہیں دفن ہوئے۔ عبدالرحیم نامی خاص سپہ دار شاہی آپ کا مرید تھا اُس نے آپ کے مزار پر گنبد تعمیر کرنا چاہا۔ آپ نے خواب میں اسے اس ارادہ سے روک دیا کہ ایسا نہ کرو مجھے یہی پسند ہے کہ مزار کچا ہی رہے۔

آپ ۷ صفر ۱۰۰۵ھ (مطابق ۲۰ ستمبر ۱۵۹۶ء) کو فوت ہوئے۔ مزار موضع بابو سابو میں شہر لاہور سے باہر ہے۔

منظوم تاریخ ؎
جناب شیخ کامل صدر دیوان! بعلم عشق عامل قطب عالم

Marfat.com

ندا شد بہر سال انتقالش | کہ ''شاہنشاہ کامل قطب عالم''
اگر ناخی بجوئی سال فوتش | بگو از روئے دانش ''شیخ کامل''
دگر بار ہاتف بگفتا کہ ناخی! | بگو بالیقیں ''شیخ کامل صداقت''
۱۰۵ھ، ۱۵۹۶

شیخ حسین لاہوری قدس سرہٗ

شیخ حسین موصوف، شیخ بہلول دریائی کے جلیل القدر خلیفہ تھے۔ صاحب حال و جذب و شوق و وجد و سماع۔ ملامتیہ طریق رکھتے تھے۔ آپ کا دادا کلس نام ہندو لاہوری تھا فیروز شاہ تغلق کے عہد میں مشرف باسلام ہوا۔ اس کا بیٹا (یعنی شیخ حسین کا والد) عثمان نامی بافندگی کے کسب سے حلال روزی پیدا کرتا تھا۔ اور عثمان ڈھڈا (جو جولاہوں کی ایک ذات ہے) مشہور تھا۔ شیخ حسین ۹۴۵ھ میں تولد ہوئے۔ سات برس کے سن میں لاہور کے حافظ و عالم شیخ ابوبکر کے پاس قرآن شریف پڑھنے لگے۔ تین سال میں قرآن شریف کے چھ جزو حفظ کئے۔

اسی اثنا میں شیخ بہلول لاہور وارد ہوئے۔ شیخ ابوبکر کی مسجد میں اترے اور شیخ حسین کو دریا سے، جو پاس ہی دروازہ ٹکسالی کے باہر بہتا تھا، پانی لانے کو بھیجا۔ چنانچہ وہ ایک کوزہ بھر لائے۔ شیخ حسین نے اس سے وضو کیا اور دوگانہ تحیت وضو ادا کر کے حسین کے حق میں دعا کی کہ الٰہی اس لڑکے کو عارف اور اپنا عاشق بنا دے۔ دعا قبول ہوئی۔ اور حسین اس برس ہی کے سن میں بیعت سے مشرف ہوئے اور اسی ماہ صیام میں شیخ بہلول نے شیخ حسین کو نماز تراویح کا امام بنایا اور پیر کی توجہ سے انھوں نے تمام قرآن نماز میں سنایا۔

حسب قول مفتی محمد سرور اس واقعہ کا ذکر کتاب حقیقتہ الفقرا میں یوں منظوم ہے ؎

Marfat.com

در زمانے کہ شیخ سوئے حسین   آمد از بہر جستجوئے حسین
وقت خوش بود ساعتے مسعود   سال پنجاہ و پنج و نہ صد بود
سال تاریخ او ست بے تاخیر   حق شدہ ہادیٔ حسین فقیر

شیخ بہلول نے چند سال میں حسین کو کمال تک پہنچا دیا اور اپنے وطن کو لوٹ گئے جو قصبہ چنیوٹ سے سات میل کے فاصلے پر ہے۔

اس کے بعد چھبیس ۲۶ برس تک شیخ حسین نے زہد و ریاضت میں بسر کئے۔ دن بیابان اور نیستان (بیلے) میں اور رات شیخ علی مخدوم گنج بخش ہجویری کے مزار پر بسر کرتے یہاں آپ کو حضرت ہجویری کی زیارت ہوتی اور تمام مزار پُر انوار ہو جاتا اور حسین ان کی توجہ سے کامل واکمل ہو گئے۔ اور فرش سے عرش تک سب کچھ آپ پر روشن ہو گیا۔ جیسا کہ حقیقۃ الفقراء میں لکھا ہے ؎

کر بناگہ زمرقدِ پُر نور!   کرد در دیدۂ حسین ظہور
پیکر خوش بنورِ نورانی   مظہر نورِ پاک رحمانی
گشت از دیدنش چو مست حسین   بے خود از جائے خویش جست حسین
از ارادت فتاد در پایش   سر خدمت نہاد در پایش

شیخ حسین چھتیس برس کی عمر میں شیخ سعد اللہ لاہوری سے تفسیر مدارک پڑھتے تھے۔ جب آیۃ وَمَا الحَیٰوۃُ الدُّنیَا اِلَّا لَھوٌ وَّلَعِبٌ پر پہنچے تو استاد صاحب سے اس کے معنے دریافت کئے انہوں نے ظاہری معنے بیان فرمائے۔ آپ نے کہا مجھے قال مطلوب نہیں حال درکار ہے۔ یہ کہا اور سر مستِ حال ہو کر رقص و سرود کرتے مسجد سے نکلے۔ اور کتابِ تفسیر اٹھا کر کنوئیں میں ڈال دی۔ اور درویشوں کے اعتراض اور مطالبہ پر بزور کرامت نکال کر اُن کے حوالے کر دی جو ویسی ہی خشک تھی۔ پھر تو آپ نے طریقِ ملامتیہ اختیار کر لیا اور کوچہ و بازار اور جنگل میں اس حالت

Marfat.com

میں پھرتے تھے کہ چار ابرو کا صفایا تھا اور ہاتھ میں شراب کا پیالہ۔ حقیقت الفقراء میں مسطور ہے کہ ایک دفعہ آپ دوستوں کی خواہش پر دریائے راوی کی سیر کو نکلے اور موضع منڈیانوالہ میں (جو لاہور سے شرقپور کو جاتے ہوئے سڑک پر واقع ہے) پہنچے۔ وہاں موضع کے زمیندار سردار بہار خان نے پکڑ کر ان سب دوستوں کو پابزنجیر کر دیا۔

دعا برائے باران :- اور شیخ حسین سے عرض کیا کہ جب تک آپکی دعا سے بارش برس کر امساک دور نہ ہوگا۔ میں انہیں نہیں چھوڑوں گا۔ آپ نے دوستوں سے روغنی روٹی کھلانے کا وعدہ کیا ہوا تھا۔ لہذا بہار خاں کو فرمایا کہ نان مرغن اور شیر و شکر لاکر پیش کرو تو اللہ تعالیٰ مینہ برسا دے گا۔ چنانچہ بہار خاں نے آپکے یاروں کو آزاد کر دیا اور مطلوبہ اشیاء لاکر حاضر کر دیں آپ خوش ہوئے اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ الٰہی حسین اپنے دوستوں کے ساتھ خوش بیٹھا ہے۔ بارش کا برسنا ضروری ہے۔ گاؤں آباد اور دل شاد ہوں۔ چنانچہ اسی وقت بادل نمودار ہوا بارش ہونے لگی اور زمینیں سیراب ہو گئیں۔

ایک شخص حاجی یعقوب نام مدینہ منورہ کا رہنے والا تھا وہ ہمیشہ شیخ حسین کو روضۂ نبوی میں معتکف دیکھتا اور آپ کا آشنا بن گیا تھا۔ اتفاقاً وہ ہندوستان آیا اور لاہور پہنچا۔ دیکھا کہ حسین شراب محبت سے سرشار ہیں ڈھول بج رہا ہے اور آپ بازار کے چوک میں رقص کر رہے ہیں۔ لوگوں سے نام و نشان پوچھا۔ پہچان لیا کہ یہ تو مدینہ کا دوست ہے قریب جاکر پوچھا کہ دوست یہ کیا حال ہے۔ فرمایا آنکھیں بند کرو۔ میں نے اپنے آپ کو مدینہ میں اور حسین کو روضۂ نبوی میں معتکف پایا۔ اس مشاہدہ کے بعد آنکھیں کھولیں تو وہ آپ کا مرید ہو گیا۔

اکبر بادشاہ اور شیخ حسین کے متعلق قصے

شیخ حسین کے دشمنوں نے اکبر بادشاہ سے

Marfat.com

شکایت کی کہ لاہور میں ایک فقیر حسین نام ہے جو داڑھی مونچھیں منڈاتا، لباس سُرخ پہنتا اور کھلے بندوں خلافِ شریعت امور کا مرتکب ہوتا ہے ایک بے ریش صاف رُو لڑکے مادھو نام کو پاس رکھتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر ڈھول کی آواز پر رقص کرتا ہے اور ان مناہی کے ارتکاب کے باوجود باطنی ولایت کا دعویدار بھی ہے۔ یہ بات سُن کر بادشاہ نے ملک علی کوتوال لاہور کو لکھا کہ حسین بدعتی کو پابزنجیر کر کے دربار میں حاضر کرو۔ اس حکم کی تعمیل میں کوتوال مذکور نے حسین کی گرفتاری کے لیے پیادے روانہ کیے مگر آپ لاہور میں موجود ہونے کے باوجود پکڑے نہ جا سکے۔ ایک دن ملک علی، عبداللہ بھٹی راہزن کو بادشاہی حکم کے مطابق بازار نخاس (گھوڑے وغیرہ بیچنے کی منڈی) میں پھانسی دے رہا تھا تو ہجوم عام میں حسین کو بھی گرفتار کر لیا اور جیل بھیج دیا۔ آپ کے پاؤں میں جو زنجیر ڈالتے تھے وہ فوراً ٹوٹ جاتی تھیں۔ یہ دیکھ کر ملک علی نے کہا۔ اے حسین تم جادو کے زور سے زنجیر توڑ ڈالتے ہو میرا نام ملک علی کوتوال نہیں اگر میں تمہارے پاؤں میں میخ ٹھونک کر بادشاہ کے پیش نہ کر دوں۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی ہے کہ تیرے جسم میں میخیں ٹھونکی جائیں اور تو اسی صدمے سے مرے۔

بادشاہ کا حکم تھا کہ عبداللہ بھٹی جو کلمات پھانسی پانے کے وقت کہے وہ لکھ کر میری طرف روانہ کر دینا۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ ہر کہ دست از جان بشوید ہر چہ در دل آید بگوید۔ لہٰذا عبداللہ مذکور نے بادشاہ کو بے محابا گالیاں بکنا شروع کیں اور کوتوال مذکور نے انہیں بے کم و کاست لکھ بھیجا۔ جو اکبر بادشاہ کو یہ بے نقطہ گالیاں سن کر کوتوال پر سخت غصہ آیا کہ ڈاکو کی بکواس کا لفظ لفظ نقل کر دیا اور میری دلآزاری کا کچھ خیال نہ کیا حالانکہ اتنا لکھنا کافی تھا کہ رہزن نے حضور کی نسبت بہت ناشائستہ کلمات بکے۔ شیخ سعدی یہ بھی لکھتے ہیں کہ جس نے بیٹھ پیچھے کسی کو بُرا کہا اُس نے

Marfat.com

ایک تیر مارا جو راہ میں گر کر پڑا رہا۔ قصوروار تو وہ ہے جس نے وہ تیر اُٹھا کر مخاطب کو آ چبھویا۔ اکبر بادشاہ نے نہایت غضبناک ہو کر حکم دیا کہ کوتوال کے میخیں ٹھونکی جائیں اور اسے گستاخانہ کلمات نقل کر کے بادشاہ کے گوش گزار کرنے کے جرم میں عذاب سے مارا جائے۔ چنانچہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل ہوئی اور وہ عذاب سے ہلاک ہؤا اور اس کے زن و فرزند بھی مارے گئے اور فقیر دشمنی کی یہ سزا ملی۔ مفتی صاحب ملک علی اور اس کے مبلغین کی قبور میانی صاحب میں موجود بتاتے ہیں۔

(نوٹ) اس کرامت کے سلسلے میں عرض ہے کہ اکبر بادشاہ کی نسبت یہ کہنا کہ وہ شیخ حسین کے مجذوبانہ حال کا واقعہ سُن کر غضبناک ہؤا اور کوتوال اور اسکے زن و فرزند کو بے رحمی سے مروا دیا قابلِ تسلیم نہیں۔ جہانگیر نے ایام شہزادگی میں ایک شخص سے ناراض ہو کر اس کی کھال کھنچوا دی تھی تو اکبر کو بڑا رنج ہؤا تھا اور کہا تھا کہ میں تو زندہ بکرے کی کھال کھنچوانا گوارا نہیں کر سکتا۔ میرے بیٹے نے ایسا کیوں کیا۔ پھر کوتوال کے بیوی بچوں کو بھی ساتھ ہی قتل کرا دینا اس بادشاہ کے انصاف سے بعید معلوم ہوتا ہے۔

(۲) پھر آگے یہ بھی لکھا ہے کہ اکبر نے شیخ حسین کو طلب کیا اور آپ جام و صراحی لے کر پہنچے۔ بادشاہ نے کہا کہ سلسلۂ قادری کے پیرو ہو کر یہ مے نوشی! آپ نے اسی صراحی سے ایک پیالہ بھر کر بادشاہ کو پلایا۔ جو سرد پانی سے پُر تھا۔ دوسرا پیالہ جو پیش کیا۔ اس میں شربت تھا اور تیسرے میں دودھ۔ اکبر یہ دیکھ کر متعجب ہؤا اور حکم دیا کہ اپنی شراب کی صراحی انہیں دیں اور پھر دیکھیں کہ اس سے شراب کے سوا کچھ اور نکلتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ اُس سے آپ نے پانی، شربت اور دودھ نکال کر بادشاہ کو پیش کیا۔ پھر بادشاہ نے امتحان کی غرض سے شیخ حسین کو زندان میں بھیجوا دیا کہ اگر یہ فقیر صاحب کرامت ہے تو جیل میں قید نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ جب بادشاہ زنان خانہ میں گیا تو آپ کو بادشاہ

Marfat.com

بیگم کے پاس کھڑا ہوا دیکھا پھر قید خانہ میں جا کر دیکھا تو آپ وہیں موجود تھے۔ یہ دیکھ کر وہ اپنے فعل سے تائب ہوا اور شیخ کو باعزاز رخصت کیا۔

کرامت تسخیر ٹھٹھہ جب بادشاہ نے عبدالرحیم خان خاناں کو ملک ٹھٹھہ کی تسخیر پر مامور کیا تو وہ شیخ حسین کی خدمت میں استمداد کے لیے حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا میں نے پانچ سو روپیہ کے عوض یہ ملک تیرے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اب کسی اور سے مدد نہ مانگنا۔ چنانچہ وہ آپ سے رخصت ہو کر ملتان آیا اور شیخ کبیر بالا پیر سجادہ نشین مزار شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک روپیہ بطور نذر گزارا۔ شیخ موصوف نے اسے قبول نہ کیا اور فرمایا کہ ملک ٹھٹھہ تجھے شیخ حسین لاہوری سے مل چکا ہے۔ مجھے نذر لینے کی حاجت نہیں۔

قاضی سے مکالمہ ایک دفعہ مخدوم الملک قاضی لاہور نے شیخ حسین کو ڈھول کی آواز پر رقص کرتے ہوئے دیکھا اور اذیت دینا چاہی۔ حسین نے اچھل کر قاضی کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور فرمایا کہ اے قاضی ارکان اسلام پانچ ہیں اوّل کلمہ توحید اور اقرار رسالت حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر میں اس میں تیرا شریک ہوں۔ میں نماز و روزہ کا تارک ہوں اور حج و زکوٰۃ کا پس تعزیر صرف مجھ پر نہیں تجھ پر بھی ہے۔ قاضی صاحب یہ سن کر ہنسے اور چل دیئے۔

تعداد خلفاء کتاب حقیقتہ الفقراء کے مؤلف رقم طراز ہیں کہ شیخ حسین کے مرید نو ہزار کے قریب تھے جو ان کے وسیلے سے دونوں جہان کی نعمتوں سے سرفراز ہوئے اور بعضوں نے تعداد سوا لاکھ لکھی ہے۔ مگر مشہور سولہ خلیفے ہیں۔ ان میں سے چار کا خطاب غریب ہے۔

چار کا دیوان۔ چار کا خاکی اور چار کا بلاول۔ ان کی تفصیل یہ ہے

(۱) پہلا شاہ غریب۔ موضع رنی ٹھٹھہ میں وزیر آباد سے تین کوس کے فاصلہ پر

Marfat.com

(۲) دوسرا شاہ غریب۔ موضع سنگووالی تحصیل وزیر آباد میں۔

(۳) تیسرا شاہ غریب بمقام اچپلا پور اقلیم دکن میں۔

(۴) چوتھا شاہ غریب ہزاروی آپ کے مزار کے متصل ہے۔

چار دیوان چار دیوانوں میں سے پہلا دیوان مادھو۔ دوسرا دیوان گورکھ لاہور میں آپ کے مزار کی چوکھنڈی میں۔ تیسرا دیوان بخشی بمقام بیجاپور۔ چوتھا اللہ دیوان لاہور میں مقبور۔

دیوان مادھو آپ کا محبوب۔ مطلوب اور معشوق تھا۔

چار خاکی خلفائے خاکی میں پہلا مولا بخش خاکی۔ دوم خاکی شاہ لاہور میں آپ کے مزار کے جوار میں۔ سوم خاکی شاہ وزیر آباد میں۔ چہارم حیدر بخشی خاکی اقلیم دکن میں آرام فرما ہے۔

چار بلاول اور چار بلاولوں میں۔ اول شاہ رنگ بلاول۔ دوسرا بدھو بلاول سوم شاہ بلاول۔ یہ تینوں بلاول شیخ حسین کے مزار کے جوار میں آسودہ ہیں۔ چوتھے شاہ بلاول کی قبر اقلیم دکن میں ہے۔

شیخ حسین بموجب قول صاحب حقیقۃ الفقراء ۹۴۵ھ میں پیدا ہوئے (یعنی شیر شاہ سوری کے آغاز حکومت سے ایک برس پہلے۔ ناقی) انہوں نے مصرع۔ "صبح صادق بر اوج فقر رسیدہ" سے تاریخ نکالی ہے۔ وفات کی تاریخ سلخ (آخری تاریخ) ماہ جمادی الآخر ہے ۱۰۰۸ھ (مطابق ۷ جنوری ۱۶۰۰ء) ہے جبکہ جلال الدین اکبر بادشاہ کا عہد تھا۔ عمر شریف ۶۳ برس ہوئی۔ حقیقۃ الفقراء میں فقرہ "مست عشق ازل" اور "از مے محبت مست" سے تاریخیں نکال کر درج کی گئی ہیں۔
۱۰۰۸ھ ۱۰۰۸ھ

مفتی غلام سرور کی منظوم تاریخیں:-

گشت پیدا "انیس دیں سرمست" — سال تولید او بہ زینت وزین

Marfat.com

گفت سرور "محقق پیر مست" ۱۰۰۸ھ — سال ترحیل آں شہ کونین
"شیخ محمود" نیز "شیخ زماں" ۱۰۰۸ھ — وصل او ہست "شمع عشق حسین" ۱۰۰۸ھ
سال ترحیل نامی حامد — "تاج محفل حسین شیخ" ۱۰۰۶ھ بگفت

سید محمد لطیف جج انگریزی تاریخ لاہور میں لکھتے ہیں کہ اس مشہور بزرگ، مادھو لال حسین کا مزار موضع باغبانپورہ کے شمال کی طرف واقع ہے۔ مادھو اور لال حسین کی اصل قبور تہ خانہ میں ہیں اور نشان اوپر ایک اونچے چبوترے پر نمایاں ہیں۔ جو چار دیواری سے محیط ہے اور دروازہ جانب جنوب ہے۔ چبوترے اور چار دیواری کے درمیان زائرین کے ارد گرد بیٹھنے کے لیے جگہ چھوڑی ہوئی ہے اور اس پر سرخ پتھر کا فرش ہے۔ احاطہ کے مشرق کی طرف ایک منارہ ہے جس میں عقیدتاً پیغمبر علیہ السلام کا نشانِ قدم رکھا ہے موسوم بہ "قدم رسول" اور مغرب کی سمت ایک مسجد ہے جو مورداں رنجیت سنگھ کی بیگم نے بنائی تھی۔

حقیقت الفقراء کے مؤلف پیر محمد کے بیان کے مطابق لال حسین نے عہدِ اکبر میں نشوونما پائی۔ لال حسین کو ایک برہمن لڑکے مادھو ساکن شاہدرہ سے بڑی دل بستگی تھی۔ اس کا نام آج تک لال حسین کے نام کے آگے پیوستہ ہے جس سے عیاں ہے کہ ان میں کس قدر محبت تھی۔ مادھو مسلمان ہو گیا۔ اس کی قبر اپنے اس مذہبی پیشوا کے مزار سے ملحق ہے۔

شیخ حسین کی کرامات کے متعلق بہت سی حکایتیں بیان کی جاتی ہیں چنانچہ ایک یہ ہے کہ وہ رات کو راوی میں کھڑے ہو کر قرآن دہرایا کرتے ہیں۔ وہ شاہدرہ میں ۱۰۰۸ھ (۱۵۹۹ء۔ نامی کے حساب سے ۱۶۰۰ء) میں فوت اور دفن ہوئے۔ کئی سال بعد جیسا کہ بزرگ موصوف نے کہا تھا قبر راوی کے سیلاب کی نذر ہونے لگی تو مادھو نے لاش نکال کر بڑے احترام سے یہاں دفن کی۔

Marfat.com

مادھو کے اسلام قبول کرنے کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ مادھو کو اپنے والدین کے ساتھ اشنان کے لیے گنگا کی طرف جاتا تھا مگر شیخ حسین نے فرمایا تجھے بروقت وہاں پہنچا دیا جائے گا۔ چنانچہ وقت آیا تو آپ نے فرمایا کہ آنکھیں بند کرو۔ بند کیں تو اس نے اپنے آپ کو لبِ گنگا پایا اور غسل کیا۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے فرمایا کہ اب آنکھیں کھول دو۔ چنانچہ کھولیں تو شیخ کے پاس موجود تھے۔ اس کے والدین نے بھی واپس آکر تصدیق کی کہ مادھو نے ہمارے ساتھ اشنان کیا۔

دارا شکوہ نے اپنی تصنیف "شطحیات[1] دارا" میں لال حسین کے متعلق لکھا ہے کہ شہزادہ سلیم اور اکبر کی حرم شیخ مذکور کی روحانی قوت کی قائل تھیں اور ان کی بڑی عزت کرتی تھیں۔ سلیم نے خاص کر ایک درباری بہار خاں نامی کو مقرر کر رکھا تھا کہ اس بزرگ کی ڈائری لکھتا رہے چنانچہ یہ ڈائری "بہاریہ" کے نام سے موسوم اور لال حسین کے متعلق دلچسپ معلومات کی حامل ہے۔

جج صاحب موصوف بیان جاری رکھتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ لاہور کے دو بڑے میلے بسنت اور چراغاں ہر سال لال حسین کے مزار پر منعقد ہوتے ہیں۔ لوگوں کو اب تک یاد ہے کہ رنجیت سنگھ کے عہد میں کس شان سے یہاں بسنت کا میلہ ہوتا تھا۔ مہاراجہ اپنے سرداروں اور فوج سمیت بسنت منانے کے لیے بسنتی رنگ کا لباس

---

[1] اصطلاحِ صوفیہ میں شطحیات سے وہ باتیں مراد ہیں جو بظاہر مخالف شرع ہوں۔ اور بحالتِ مستی بے اختیار خلافِ شریعت کلمات زبان سے کہے گئے ہوں۔ جیسا کہ بعض واصلین سے صادر ہوئے۔ مثلاً منصور سے انا الحق اور جنید سے لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سوا اللہ اور بایزید سے۔ سُبحَانِیْ مَا اعظم شانی۔ مشائخ نے نہ یہ کلمات رد کئے ہیں نہ قبول۔ (ماخوذ از غیاث اللغات)

Marfat.com

پہنتے تھے۔ اور مہاراجہ مزار پر سلام کے لیے حاضر ہوتا اور گیارہ سو روپیہ نقد اور بسنتی رنگ کی شال نذر کرتا تھا۔ (تاریخ لاہور ص ۱۴۶)

سیّد جیون المشہور بسیّد عبدالقادر ثالث گیلانی قدس سرہٗ

سیّد جیون شاہ موصوف گیلانی سادات کرام میں مشہور ولی اللہ ہیں۔ آپ شیخ بزرگ مفتی، عابد اور عالم تھے۔ چونکہ کرامت، شرافت، شجاعت اور سخاوت میں نامور تھے اس لئے سیّد عبدالقادر ثالث مشہور ہوئے۔ ظاہری اور باطنی تربیت اور تکمیل اپنے والد ماجد سیّد محمد غوث بالا پیر صاحب ستگھرہ سے پائی اور والد ماجد کی وفات کے بعد ہندوستان وغیرہ کی طرف سیر و سیاحت کے لیے گئے اور اکثر بزرگوں کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔ پھر لاہور آئے اور لاہور کی بیرونی آبادی گذر لنگر خاں میں اقامت گزین ہوئے اور پھر نیا محلّہ بنام رسول پور آباد کیا اور وہیں ۱۰۲۲ھ میں وفات پائی۔ اور لاہور کے اس مقام میں جہاں اب حضرت شاہ چراغ بن عبدالوہاب آپ کے پوتے کا روضہ ہے دفن ہوئے۔ سیّد عبدالوہاب اور سیّد محمد آپ کے بیٹے تھے۔ اور بی بی فاطمہ ثانی المشہور بی بی کلاں اور بی بی دولت دونوں آپ کی صاحبزادیاں ہیں۔ چنانچہ فاطمہ ثانی تو میراں محمد شاہ موج دریا بخاری سے بیاہی گئیں اور بی بی دولت کی شادی سیّد نظام الدین بن سیّد میر میراں بن سیّد مبارک بن سیّد محمد غوث سے ہوئی۔

منظوم تاریخ رحلت ؎

عبد قادر چو شد ز دارِ فنا یافت از حق تخلدِ والا جا
"فیضِ اسلام" گو بتاریخش ۱۰۲۲ھ ہم بخواں "عبد قادر اہل خدا" ۱۰۲۲ھ

۱۰۲۲ھ مطابق ۱۶۱۳ء ہے۔ اس لئے ؎

Marfat.com

ناؔمیؔ حامد بسالِ عیسوی "شیخ عالی منقبت" تاریخ گفت
۱۶۱۲ء

شاہ شمس الدین قادری لاہوری قدس سرہٗ

شاہ شمس الدین موصوف جلیل القدر ولی شیخ ابو اسحاق قادری لاہوری کے اور وہ شیخ داؤد چونی وال شیر گڑھی کے خلیفہ تھے۔ آپ بڑے بزرگ عالم، عامل، عارف کامل، فردِ یگانۂ زمانہ، علم شریعت اور طریقت میں طاق، یگانہ آفاق تھے۔ سماع اور کشف کرامت سے محترز۔ لاہور میں فتوح عظیم حاصل ہوئی۔ طالبانِ خدا فوج در فوج آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ وقت شاہ جہانگیر آپ کا معتقد ہو گیا۔ آپ کے حکم سے کبھی انحراف نہ کرتا۔ اور آپ ہر عاجز بے وسیلہ کے وسیلہ جمیلہ بن کر سفارش فرماتے اور بادشاہ بڑی خوشی سے اس کی حاجت پوری کرتا۔

آپ کی وفات ۱۰۲۱ھ کے ماہ رجب کی گیارہ تاریخ (مطابق ۲۸ اگست ۱۶۱۲ء) کو ہوئی۔ مزار بیرون لاہور دو کوس کے فاصلے پر بجانب کگنی[۱] (جنوب مشرق) واقع ہے۔ شاہ بلاول لاہوری آپ کے جلیل القدر خلیفہ ہیں۔
(گنج تاریخ ص۱۳۱)

منظوم تاریخ رحلت :-

جلوہ گر شد چوں باوج ہفت چرخ ۔۔۔ روح شمس الدین ولیٔ باصفا

---

[۱] ہندی میں چار گوشوں کے نام یہ رکھے گئے ہیں جنہیں مفتی غلام سرور اور تحقیقات چشتی والے صاحب بھی استعمال کرتے ہیں۔ گوشہ شمال مغرب = بیسٹ + گوشہ جنوب مغرب = نیرت + گوشہ جنوب مشرق = کگنی + گوشہ شمال مشرق = ایسن (ماخوذ از تاریخ اقوام انگریزی صفحہ ۲۴۳) ناؔمی

Marfat.com

سالِ ترحیلش عیاں شد از خرد | ہادیٔ محبوب شمس الاتقیا
"فخرِ عالم"، "شمع بوتراب" | باز "مجذوب کریم" آمد ندا
"صاحب ذکر" است ہم "عارف سخی" | "شیخ عالی" نیز ہادیٔ رضا
۱۰۲۱ھ ۱۰۲۱ھ ۱۰۲۱ھ ۱۰۲۱ھ
بگفتا ہاتفے نامی حامد! | کہ تاریخش "شریف الطبع شیخ است"
۱۶۱۲ء

اضافہ از انگریزی "تاریخ لاہور۔ محمد لطیف صاحب جج کہتے ہیں کہ مزار گورنمنٹ ہاؤس سے جنوب مشرق اور پنجاب چیفس کالج سے جنوب مغرب کی طرف کھلے خطۂ زمین پر واقع ہے اسے چار دیواری محیط ہے۔ مستطیل کے چاروں کونوں پر مینار تھے مگر اب وہ گر چکے ہیں۔ شاہجہان ایام شہزادگی میں اکثر آپ کی زیارت کو آتا تھا۔ آپ نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ تم جہانگیر کے بعد بادشاہ ہو گے۔ آپ ۱۰۲۲ھ (۱۶۱۳ء) میں فوت ہوئے۔ (مفتی صاحب مرحوم کے ذکر کردہ سال سے ایک سال کا فرق معمولی بات ہے۔ نامی) شاہجہان نے تخت نشین ہو کر یہ مقبرہ بنوایا۔ اس کے شمالی دروازہ مندرجہ ذیل تاریخی شعر بخط نستعلیق لکھے ہیں ؎

چو شمس الملل زین جہاں رخت بست | بیاراست ایزد برایش بہشت
بجستم ز پیر خرد سال او | بگفت از سر لطف "جائش بہشت"
۱۰۲۱ھ

(ثابت ہوا کہ مفتی صاحب کی تاریخ ٹھیک ہے۔ ناؔمی)

پہلے بڑا عظیم الشان باغ اس روضہ کی زینت تھا مگر اب بہت چھوٹا سا رہ گیا ہے۔ مقبرہ کے شمال کی طرف ایک خوبصورت مسجد ہے۔ جس کے سامنے کی محراب پر ایمان کی صفت کے بعد لکھا ہے۔

بانیٔ ایں مسجد میاں گھیسٹا ۱۳۰۷ھ (مطابق ۱۸۸۹ء)

لاہور کے مسلمانوں کو اس مقبرہ کا بڑا احترام ہے وہ منت پوری ہونے پر نذرانے پیش کرتے ہیں۔

Marfat.com

سیّد خیر الدین ابو المعالی قادری کرمانی قدس سرہٗ

سیّد موصوف کے والد بزرگوار کا نام سیّد رحمت اللہ تھا۔ آپ صحیح النسب کرمانی سیّد ہیں۔ بڑی کرامتوں کے مالک اور مقام ارجمند پر فائز۔ زہد و ورع۔ تقویٰ اور ریاضت میں مشہور۔ شیخ داؤد شیر گڑھی کے بھتیجے اور خلیفہ۔ بیعت کے بعد تیس برس بڑی سخت ریاضتیں کیں۔ تکمیل میں کمال حاصل کر چکے تو خرقۂ خلافت عطا کر کے حضرت مرشد نے لاہور کی طرف رخصت فرمایا۔ راستے میں جہاں قیام کیا وہاں چاہ۔ تالاب اور باغیچہ تعمیر فرمایا۔ چنانچہ شیر گڑھ سے لاہور تک چند جگہ یہ عمارتیں شاہ ابو المعالی کے جھوک سے مشہور ہیں۔ جب آپ لاہور وارد ہوئے تو خلق کثیر آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئی۔ اور آپ نے بڑی قبولیت حاصل کی۔ آپ کی بڑی کرامت یہ تھی کہ جو شخص آپ کی بیعت کرتا اسے اسی رات حضرت غوث الاعظم محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا دیدار حاصل ہو جاتا۔ فقیر بے اندوہ محمد دارا شکوہ سفینۃ الاولیاء میں رقم طراز ہیں کہ عارفِ حق آگاہ ملّا شاہ نے بیان کیا کہ ایک دن ہم اپنے اخوند ملا نعمت اللہ کے ہمراہ جو عالم و عامل اور فقیر کامل تھے۔ عاشق لاابالی شاہ ابو المعالی کی زیارت کو گئے۔ وہاں بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے ایک تسبیح آپ کی خدمت میں ہدیتاً پیش کی۔ آپ نے قبول کر لی اور اپنے سامنے رکھ دی۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ اگر شاہ ابو المعالی کو کشفِ قلوب ہے تو مجھے یہ تسبیح عطا کر دیں۔ جب میں رخصت ہو کر کھڑا ہوا تو آپ نے مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ یہ تسبیح حسب مدعا لے لو۔ اگر ہو سکے تو ہر روز سو مرتبہ تسبیح درود شریف پڑھو تاکہ مجھے۔ تمہیں اور لانے والے کو ثواب حاصل ہو۔

یہ بات بھی سفینۃ الاولیاء میں درج ہے کہ اخوند نعمت اللہ فرماتے تھے کہ

Marfat.com

ایک دن میرے دل میں خیال آیا کہ میں حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ سے بڑی ارادت و اعتقاد رکھتا ہوں۔ وہ بھی میری اس ارادت مندی سے آگاہ ہوں گے اور کیوں نہ ہوں گے جب کہ وہ خود فرماتے ہیں کہ اگر میں مغرب میں ہوں اور میرا مرید ننگے سر مشرق میں ہو تو میں اس کی سرپوشی کروں گا۔ میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ میں ایک بیابان میں ننگے سر کھڑا ہوں کہ حضرت غوث الاعظم تشریف لائے اور مجھے سفید پگڑی عطا کی اور فرمایا کہ ہم تیرے اس حال سے خبردار ہیں کہ تو ننگے سر کھڑا ہے لہٰذا میں نے چاہا کہ تیرا سر ڈھانپ دوں۔ جب صبح ہوئی تو شاہ ابوالمعالی نے مجھے پاس بلایا اور سفید دستار مجھے عنایت کی اور فرمایا کہ یہ وہی دستار ہے جو رات تجھے غوث الاعظم نے دی۔

یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ شاہ ابوالمعالی حضرت غوث الاعظم کے بڑے منظور و محبوب تھے۔ اور آپ ان سے کمال ارادت اور اخلاص رکھتے تھے اور بطریق اویسی ان سے بڑے فائدے حاصل کئے اور حسب الاعتقاد حضرت غوث الاعظم کے مناقب اور کرامات کے ذکر میں ایک تصنیف کی بنام تحفۂ قادریہ۔ علاوہ ازیں آپ کی اور تصانیف بھی ہیں۔ ایک کتاب سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک میں ہے اور دیوانِ اشعار بھی آپ کی اولاد کے پاس ہے۔

آپ بروز دو شنبہ ذوالحجہ کی دسویں تاریخ ۹۶۰ھ میں پیدا اور ۱۶ ربیع الاول ۱۰۲۴ھ کو عہد جہانگیر میں واصل بحق ہوئے روضہ مطہرہ لاہور کے موتی دروازہ (المشہور موچی دروازہ) کے باہر ہے۔ دونوں عیدوں کے دن سینکڑوں آدمی آپ کی زیارت کو جاتے ہیں۔

آپ کی حق یاد اولاد سیّد مراد الدین وغیرہ لاہور میں مقیم ہے۔

منظوم تاریخ ؎

Marfat.com

بوالمعالی خیر دین احمدی — آنکہ شد پُر نور زور دئے زمیں
"خیر دیں مولی" است تولیدش عیاں — رحلتش فرما "معلےٰ خیر دین"

گویا آپ ۹۶۰ھ / ۱۴ اپریل ۱۶۱۵ء کو راہگرائے عالم باقی ہوئے لہٰذا ؎

بسالِ عیسوی تاریخ نامی — بگو "پاکیزہ صورت خیر دین" است
چو نامی زہاتف پیر سید سال — "بزرگ آستاں خیر دین" است گفت

نج محمد لطیف تاریخ لاہور انگریزی میں لکھتے ہیں کہ ابو المعالی کا شاندار مقبرہ موچی دروازہ لاہور کے باہر واقع ہے۔ خیر دین المشہور ابو المعالی، اکبر اور جہانگیر کے عہد میں بڑے مقدس بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ بھیرہ ضلع شاہپور کے باشندے تھے۔ اس مقبرہ کا بڑا حصّہ آپ نے اپنی زندگی میں خود بنوایا تھا۔ جب ۱۰۲۵ھ / ۱۶۱۶ء میں فوت ہوگئے تو باقی حصّہ آپ کے صاحبزادہ محمد بکر نے مکمل کیا۔ آپ کے عرس پر بڑا میلہ لگتا ہے۔ اسی طرح عید پر بھی خلقت بڑی خوشی اور مسرّت سے شریک ہوتی ہے۔

میاں نتھا دیوان قادری قدس سرّہٗ

آپ حضرت میاں میر بالا پیر لاہوری کے خاص الخاص مرید ہیں۔ تمام عمر پیر روشن ضمیر کی خدمت میں بسر کر دی۔ اور پیر صاحب بھی رات کو کسی اور دوست اور مرید کو رات اپنے پاس سوائے میاں نتھا کے نہ رہنے دیتے۔ یہی آپ کے محرمِ راز اور یارِ دمساز تھے۔ حالتِ استغراق میں میاں نتھا پر اس قدر بے خودی طاری ہوتی کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہتی۔

کہتے ہیں کہ ایک درویش جونپور سے میاں نتھا کی خدمت میں حاضر ہوا۔

Marfat.com

آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو اور کیا کام ہے؟ آپ کی زیارت مقصود ہے۔ مجھے دیکھ لیا ہے؟ اب چلے جاؤ۔ اُس نے کہا میں آپ کے نام عرف اور احوال سے واقف ہونا چاہتا ہوں۔ فرمایا میرا نام نتھا ہے۔ قوم پراچہ کنجد کش۔ اور میاں میر بالا پیر کا کمترین خادم ہوں۔ اور احوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم جبروت ملکوت اور لاہوت کی کنجیاں مجھے عطا کی ہیں۔ جس وقت چاہتا ہوں دروازہ ملکوت کھول کر داخل ہو جاتا ہوں۔ اگر چاہوں جبروت میں اور اگر چاہوں لاہوت میں چلا جاتا ہوں۔

محمد دارا شکوہ سے مفتی غلام سرور صاحب بحوالہ سفینۃ الاولیاء نقل کرتے ہیں کہ درخت، پتھر، نباتات سب میاں نتھا سے ہمکلام ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک دن صحرا میں گزر ہوا تو ایک درخت نے آواز دی کہ اگر میرے پتے لیں اور قلعی میں ڈال کر آگ دیں تو چاندی بن جائے۔ میاں صاحب نے کچھ جواب نہ دیا اور وہاں سے چلے گئے۔ اسی طرح ایک اور درخت نے آواز دی کہ اگر میری تھوڑی سی لکڑی لے کر اور مس ملا کر آگ دیں تو خالص سونا بن جائے۔ مگر میاں نتھا نے اس کی طرف بھی توجہ نہ کی۔ ایک دن گنبد کے نیچے بیٹھے تھے کہ باہر جانا چاہا۔ ایک آواز آئی کہ کچھ عرصہ یہیں بیٹھے رہو۔ پوچھا تو کون ہے۔ اور روکنے کا سبب کیا ہے۔ کہا میں یہی گنبد ہوں جس میں تم بیٹھے ہو اور وجہ یہ ہے کہ سخت بارش آرہی ہے۔ باہر جاؤ گے تو تکلیف اُٹھاؤ گے۔ اسی وقت بارش شروع ہوگئی۔

کہتے ہیں کہ ایک دن میاں نتھا نے چلتے چلتے ایک مردہ چوہا راہ میں پڑا دیکھا۔ جس کا گوشت ہڈیوں سے الگ الگ ہوا تھا۔ آپ نے اسے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیوں اس حال میں پڑا ہے۔ اُٹھ اور اپنی جگہ چلا جا۔ چوہا اُسی وقت زندہ ہو کر چلا گیا۔

ایک دفعہ میاں نتھا حضرت میاں میر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے

Marfat.com

دریافت کیا کہ ان دنوں کہاں جا کر مشغول عبادت ہوتے ہو۔ عرض کیا پہلے موضع اچھرہ کے آس پاس کے نخلستان میں جایا کرتا تھا مگر وہ جمعیت خاطر نہ رہی کیونکہ درخت بلند آواز سے تسبیح سُبحان اللہ والحمد للہ پڑھتے تھے اور ان کے شور کی وجہ سے میرے اشغال میں خلل واقع ہوتا تھا۔ اب خلیفۂ جنید کے محلے میں ایک گوشہ مل گیا ہے جہاں دل جمعی سے مشغول ذکر ہوتا ہوں۔ یہ تقریر سُن کر حضرت میاں میر نے تبسّم فرماتے ہوئے کہا کہ دیکھو ایک تیلی لڑکے کا کام کہاں تک پہنچا ہے اور کیسی بلند باتیں کرتا ہے۔

ایک دن میاں نتھا، حضرت میاں میر اور ملّا محمد سیالکوٹی حجرے کے باہر دیوار کے سایہ میں بیٹھے تھے۔ وقت خوش تھا۔ اچانک بادل آئے اور ہوا چلنی شروع ہوئی۔ میاں میر صاحب نے فرمایا اب یہاں سے اُٹھنا ہی چاہیے۔ میاں نتھا نے کہا۔ اگر آپ فرمائیں تو بادل اور ہوا کو درہم برہم کر دوں تاکہ ہوا صاف ہو جائے۔ حضرت میاں میر نے برہم ہو کر فرمایا کہ تم اظہارِ کرامت اور خود فروشی کر رہے ہو۔ اگر یہاں سے اُٹھ کر حجرہ میں چلے جائیں تو کیا حرج ہے۔ خدائی کام میں کیوں دخل دیں کہ محمود کا فعل محمود ہوتا ہے۔

میاں نتھا کی وفات حسب سفینۃ الاولیاء ۱۰۲۷ھ (مطابق ۱۶۱۸ء) میں ہوئی۔ حضرت میاں میر نے چشم پُرنم ہو کر فرمایا کہ فقیر خانہ کی رونق میاں نتھا لے گئے۔ اور آخری وقت اپنے خادموں کو وصیت کی کہ جہاں میاں نتھا مدفون ہے مجھے اسی کے قریب دفن کرنا۔ میاں نتھا کی قبر حضرت میاں میر کے روضہ کی چاردیواری کے سامنے چبوترہ نمبر ۱۳ پر دیگر خادموں کے ساتھ ہے۔

منظوم تاریخ ؎

حضرت نتھا کہ ولی خداست عارفِ حق واقفِ علم الیقین

Marfat.com

زد "عاشق مستانہ" (۱۰۲۷ھ) بجو رحلتش	نیز "ز محبوب بہشت برین" (۱۰۲۷ھ)
ہے "معدنِ فیوض میاں نتھا"	یا "شیخ ابوالعلی میاں نتھا" (۱۶۱۷ء)

(ناجی)

سیّد عبدالوہاب گیلانی قدس سرہٗ

سیّد عبدالوہاب موصوف ساداتِ عظام اور اولیاء ذوالاکرام سے تھے۔ سیّد عبدالقادر ثالث گیلانی بن سیّد غوث بالا پیر سے تربیت اور تکمیل حاصل کی اور لاہور میں علم مشیخت بلند کیا اور بہت لوگ آپ کے مرید ہوئے آخر ۱۰۲۷ھ/۱۶۱۷ء میں فوت ہوئے۔

تاریخ منظوم ؎

عبدِ وہاب چوں بفضل الحق	رفت آخر بجنت الاعلیٰ
رحلتش گو "امام دین فیاض" (۱۰۲۷ھ)	"افضل و سیّد ولی" (۱۰۲۷ھ) فرما
گفت ناجی بسالِ رحلتِ او	"عبدِ وہاب شیخ برکت باب" (۱۰۲۷ھ)

مُلّا حامد قادری گوجر قدس سرہٗ

مُلّا صاحب موصوف علوم ظاہر و باطن اور رموز طریقت و حقیقت کے جامع اور قرأت قرآن میں لاثانی تھے۔ شروع میں آپ حضرت میاں میر کے موافق نہ تھے پھر ان کی روحانی کشش سے حاضر ہو کر مخلص مرید بن گئے اور سب کچھ چھوڑ کر عبادت حق اختیار کر لی اور تھوڑی مدت میں آپ پر عالم ملکوت منکشف ہو گیا اور کمالات ولایت حاصل ہو گئے۔ آخر ۱۶۳۰ء/۱۰۴۰ھ میں ۱۷ رمضان کو وفات پائی اور حضرت میاں میر

Marfat.com

کے روضہ کے سامنے دفن ہوئے۔

مطابق ۱۶۳۵ء عیسوی ۱۷ ار رمضان المبارک کو فروری کی ۲۲ تاریخ تھی۔

بہر تاریخ ناگی حامد! مُلّا حامد صاحب "عظمت" لکھو

حضرت شیخ محمد میر المشہور میاں میر بالا پیر قادری رحمتہ اللہ علیہ

ابتدائی حالات

حضرت میاں میر قدس سرہٗ شیخ خضر سیوستانی قادری کے جلیل القدر مرید اور خلیفہ ہیں آپ کے والد ماجد کا نام قاضی سائیں دنہ بن قاضی قلندر فاروقی تھا اور والدہ ماجدہ بی بی فاطمہ قاضی قادن کی صاحبزادی تھیں۔ شجرہ نسب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ شہر سیوستان میں پیدا ہوئے۔ سات برس کے تھے کہ پدر بزرگوار فوت ہوگئے۔ بارہ برس کے سن تک علوم دینی میں طاق اور یگانۂ آفاق ہوگئے۔ مادر مہربان نے سلسلۂ قادری کی تلقین کی اور عالم ملکوت کے کشف کا مرتبہ حاصل ہوا۔ پھر سب تعلقات چھوڑ کر والدہ کی اجازت سے گھر سے نکلے اور کوہ سیوستان میں شیخ خضر کے مرید ہوئے اور تکمیل کو پہنچے۔ خرقۂ خلافت لے کر پیر روشن ضمیر کی اجازت سے لاہور کو آئے اور باطن میں حضرت غوث الاعظم کے مرتبۂ اویسیت پر سرفراز ہوئے۔ جب چاہتے آپ حضرت غوث الثقلین کے دیدار سے مستفیض ہو جاتے۔ جب لاہور آئے تو آپ کی عمر پچیس ۲۵ برس کی تھی۔ یہاں زہد و ریاضت میں مشغول ہوگئے۔ کبھی رات کو نہ سوتے اور ایک سانس میں صبح کر دیتے۔ روزہ ایک ہفتہ بعد افطار کرتے۔ جب حالتِ استغراق زیادہ ہوتی تو ایک ایک مہینہ طعام کے بغیر گزر جاتا۔

غیب سے طعام

محمد دارا شکوہ کا بیان ہے کہ اسی ریاضت کی حالت

Marfat.com

میں تھے کہ حضرت میاں میر کے بھائی وطن سے تشریف لائے کھانے کو کچھ نہ تھا۔ بڑے پریشان ہوئے۔ بھائی کو حجرے میں بٹھا کر باغ کو گئے۔ وضو اور دوگانہ ادا کرکے اللہ سے دعا مانگی کہ الٰہی میں بے کس و بے یار ہوں۔ تیرے سوا کوئی نہیں۔ کوئی شے پاس نہیں کہ مہمان کو دے سکوں۔ اسی اثنا میں ایک شخص نے گھر سے آکر کہا کہ ایک شخص کھانا لایا ہے اور انتظار کر رہا ہے۔ جب آپ گھر پہنچے نو وارد نے خوانِ طعام پیش کیا اور کہا کہ جس سے کھانا مانگا ہے اسی نے یہ مع نقد بھیجا اور کہا ہے کہ جو کچھ اور درکار ہو کہیں کہ پہنچا دیا جائے آپ نے دوگانہ شکرانہ ادا کیا اور مہمان کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔

سانپ کا طواف

ایک دن دریائے راوی کے کنارے بیٹھے تھے کہ ایک بڑا سیاہ سانپ آکر آپکے سامنے کھڑا ہو گیا اور ایسی زبان میں گفتگو کی جسے کوئی اور نہ سمجھ سکا۔ پھر تین بار آپ کے گرد طواف کر کے لوٹ گیا۔ آپ نے حاضرین کے پوچھنے پر فرمایا کہ اس سانپ نے کہا کہ میں نے یہ قرار دے لیا تھا کہ جب تمہیں ملوں گا تو تین بار تمہارے گرد طواف کروں گا۔ جب میں نے اجازت دی تو طواف کر کے چلا گیا۔

بے رحم شکاری کی توبہ اور ارادت

ایک دن حضرت میاں میر زین خان کے باغ میں بیٹھے تھے کہ ایک فاختہ نے بڑے سوز و گداز سے کوکو کرنا شروع کیا۔ اتنے میں ایک شکاری آیا اور اسے ایک ڈھیلہ مارا جس کی ضرب سے وہ گر کر مر گئی۔ اور شکاری اسے مردہ دیکھ کر پھینک گیا۔ آپ نے خادم کو فرمایا کہ فاختہ کو اٹھا لاؤ۔ چنانچہ اسکے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ جی اٹھی اور اڑ کر درخت پر جا بیٹھی اور پھر کوکو کرنا شروع کر دیا۔ شکاری اسکی آواز سن کر لوٹا اور اسے پھر نشانہ بنانا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ ادھر ہاتھ نہ اٹھا۔ مگر وہ باز نہ آیا اور مٹی کی گولی پھینکنے کو ہاتھ بلند کیا ہی تھا کہ اس میں سخت درد پیدا ہوا اور اسکی شدت سے زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ آپ اسکے سر

Marfat.com

پر پہنچے اور فرمایا کہ اے بے درد یہ اسی بے دردی کا نتیجہ ہے جو تو نے اس بیچاری فاختہ سے اختیار کی۔ اور میرے منع کرنے کے باوجود باز نہ آیا۔ آخر اس صیاد نے آپکے قدموں پر سر رکھ دیا اور قسم کھائی کہ آئندہ شکار نہ کرونگا۔ یہ بات سن کر حضرت میاں میر نے اسکے ہاتھ پر دستِ مبارک پھیرا۔ درد جاتا رہا اور وہ آپکا مرید ہو کر مرتبۂ بلند پر فائز ہوا۔

چند کرامتیں

ایک دفعہ ایک شخص نے عرض کیا کہ میرا بیٹا بیمار ہے اسکے لیے دعا کریں۔ آپ نے کوزہ میں پانی دم کر کے بیٹے کو پلانے کے لیے دیا۔ جس کے پینے سے بیمار شفایاب ہو گیا۔ اسی طرح ایک شخص اپنے بیٹے کو لایا کہ یہ گونگا ہے بات نہیں کرتا۔ آپ نے اسے فرمایا کہ لڑکے پڑھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ چنانچہ اُس نے پڑھا اور بولنے لگ گیا۔

ایک دفعہ آپ نے رومال جس سے وضو کر کے منہ پونچھتے تھے اپنے خادم کو عطا فرمایا اور کہا اسے پاس رکھو۔ گھر میں جو کوئی بیمار ہو اسکے سر پہ باندھ دینا۔ انشاء اللہ شفا ہو گا۔ چنانچہ اُس نے استعمال کر کے نہ صرف اپنے عیال کے لیے نفع رساں پایا بلکہ اور بھی جو کوئی آسیب زدہ ہوتا اس رومال کے باندھنے سے اچھا ہو جاتا۔

ایک دن حضرت میاں میر باغ میں تشریف لے گئے اور درخت سرو سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کون سے ذکر پر مامور ہے۔ درخت نے جواب دیا۔ یا حضرت اسم یا نافع پر۔

ایک دن حضرت میاں میر کی خدمت میں ایک شخص از قوم مغل سر و پا برہنہ آ کر بیٹھ گیا۔ اسکے بدن پہ صرف ایک تہ بند تھا۔ اتنے میں ایک اور شخص نے حاضر ہو کر پچیس روپیہ نذرانہ پیش کیا جو آپ نے خلافِ معمول قبول کر لیا اور یہ رقم اُس مغل کو دے کر فرمایا کہ اس سے گھوڑا خرید کر فلاں شاہزادے کے پاس جاؤ نوکری مل جائے گی۔ یہ دیکھ کر ایک درویش بڑا رنجیدہ ہوا اور کہا کہ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ایک ہی شخص کو ساری

Marfat.com

رقم دی جائے۔ حالانکہ دوسرے درویشوں کے ساتھ میں بھی مستحق تھا۔ چنانچہ ایسی بیہودہ باتیں کرتا ہوا چلا گیا۔ آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ اس شخص کی کمر میں ایک سو بائیس روپیہ آٹھ آنے بندھے ہیں اور پھر اپنے آپ کو مستحق قرار دیتا ہے۔ میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ اسکا روپیہ تلف ہو اور اسکے غم میں بیمار ہو کر مر جائے چنانچہ وہ طامع بدگو شخص غسل خانے میں نہانے گیا۔ کمر سے تھیلی کھول کر رکھی اور بھول گیا۔ جو کسی کے ہاتھ آئی، اور وہ بدگو درویش روتا پیٹتا میاں میر صاحب کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا تیری تھیلی ایک درویش کے پاس ہے۔ جو کشتی میں بیٹھا ہے اُس سے جا کر لے لے۔ چنانچہ اُس درویش نے اُسے خود ہی اس کا مال دے دیا۔ مگر اس صدمہ سے وہ بیمار ہو چکا تھا۔ آخر مر گیا۔ اور اس کا مال دو خادم بانٹنے لگے۔ ایک اور دیکھتا تھا۔ اُس نے اُنکے کھانے میں زہر ملا دیا۔ دونوں مر گئے۔ اور تیسرا قتل ناحق کی پاداش میں قتل ہوا۔ اور بخیل کا مال کسی کام نہ آیا۔ خزانہ، شاہی میں داخل ہوا۔

حضرت میاں میر کے خادم نور محمد کا بیان ہے کہ ایک رات حضرت موصوف حجرے کے اوپر تشریف لے گئے اور مجھے فرمایا کہ پانی کا کوزہ۔ پنکھا اور نعلین وہاں رکھ دو۔ میں پنکھا اور نعلین تو رکھ آیا مگر پانی رکھنا بھول گیا۔ کچھ رات باقی تھی کہ میں نیند سے بیدار ہوا اور کوزۂ آب یاد آیا۔ جلدی سے وہاں رکھنے گیا تو آپ کو موجود نہ پایا۔ حیران ہوا اور دیا جلا کر آپ کو ہر جگہ تلاش کیا مگر آپ کہیں نظر نہ آئے۔ بہت پریشان ہوا۔ صبح نماز کا وقت ہوا تو آپ نے مجھے اُس حجرے سے آواز دی کہ پانی لاؤ۔ میں کوزہ بھر کر حاضر ہوا اور بے اختیارانہ پوچھا کہ آپ رات کہاں تھے۔ آپ نے نہ بتایا۔ جب میں نے بہت اصرار کیا تو فرمایا کہ غارِ حرا میں تھا۔ وہاں جو عبادت کا لطف آتا ہے اور کہیں نہیں آتا۔ افسوس ہے اُن لوگوں پر جو مکے جاتے ہیں اور اُس جگہ کی زیارت نہیں کرتے۔ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جا کر عبادت کیا کرتے تھے اور وہیں آپ پر

Marfat.com

نزولِ وحی شروع ہوا تھا۔

جب جہانگیر بادشاہ کشمیر میں تھا تو اُسے بعض لوگوں نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور مرزا احسام الدین مرید خواجہ باقی باللہ کے خلاف چند باتیں گوش گزار کیں۔ بادشاہ نے دونوں کو کشمیر حاضر ہونے کا حکم بھیجا اور لکھا کہ شیخ عبدالحق کا بیٹا شیخ نورالحق کابل چلا جائے۔ شیخ عبدالحق پریشان حال لاہور آئے اور حضرت میاں میر کی خدمت میں حاضر ہو کر حکم بادشاہ سے مطلع کیا۔ آپ نے فرمایا کہ خاطر جمع رکھو سب دہلی ہی میں رہو گے۔ چنانچہ اسی اثنا میں بادشاہ کے کشمیر میں فوت ہونے کی خبر آگئی اور اسکی نعش لا کر لاہور میں دفن کر دی گئی۔ اور تینوں دہلی ہی میں رہے۔

امرائے لاہور میں سے ایک نے اپنی حویلی میں کنواں کھودا۔ مگر پانی شور نکلا۔ وہ کوزہ پُر کر کے حضرت میاں میر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بہت پریشان حال تھا۔ آپ نے سورۂ الحمد پڑھ کر پانی پر پھونکی۔ تھوڑا پانی اُس سے پیا اور فرمایا کہ باقی جا کر کنویں میں ڈال دو۔ چنانچہ اس عمل سے آبِ چاہ شیریں اور سرد ہو گیا۔

عہد جہانگیر میں قلعہ کانگڑہ کا محاصرہ ہوا۔ جو افسر تسخیر پر مامور تھے۔ ان میں ایک حضرت میاں میر کا مرید تھا۔ اُس نے آپ کی خدمت میں فتح قلعہ کے لئے عرضی لکھی کہ دعا کریں۔ آپ نے اسی کی پشت پر لکھ بھیجا کہ قلعہ جلد فتح ہو جائے گا چنانچہ چار دن کے بعد اس کی تسخیر عمل میں آئی۔

ایک شخص محمد فاضل نام حضرت میاں میر کا مرید تھا۔ اس کا لڑکا فوت ہو گیا۔ آپ نے تسلی دی کہ غمگین نہ ہو۔ تیری اہلیہ حاملہ ہے نعم البدل بیٹا پیدا ہو گا۔ چنانچہ وقت مقررہ پر پسر متولد ہوا۔ آپ نے اسکا نام افضل رکھا اور فرمایا کہ تقدیر میں تو لڑکی لکھی تھی مگر میں نے تین بار اللہ تعالیٰ سے دعا کی جو مقبول ہوئی اور بیٹا پیدا ہوا۔

ایک شخص کی کنیز۔ بہت سامال لے کر جو ایک اور شخص کی امانت تھا فرار ہو گئی

Marfat.com

وہ آپکی خدمت میں طالب دعا ہؤا۔ فرمایا غم نہ کر کنیز تیرے گھر میں ہی ہے۔ چنانچہ اُس نے جا کر اُسے گھر میں موجود پایا۔ اُس سے پوچھا کہ کہاں تھی۔ بتایا کہ بڑی دُور بیٹھی تھی کہ ایک شخص نے بازو پکڑ کر مجھے یہاں لا بٹھایا۔ حیران ہوں کہ اتنے دُور فاصلے سے ایک لمحہ میں یہاں کس طرح پہنچ گئی۔

ایک شخص عالم و فاضل مُلّا سنگی رودستاقی نام حضرت میاں میر کا خادم تھا۔ آپ کی خدمت میں کئی سال سے حاضر تھا۔ ایک دن آپ نے اس سے فرمایا کہ تمہیں اپنے وطن رودستاق میں ایک دفعہ ضرور جانا اور اپنے متعلقین کی خبر لینا ضروری ہے۔ اگرچہ مُلّا سنگی کا دل نہیں چاہتا تھا۔ مگر ارشاد کی تعمیل کے لئے روانہ ہو گیا۔ بدخشاں پہنچ کر شام کے بعد رودستاق میں داخل ہوا۔ اپنے گھر کے قریب پہنچ کر دیکھا کہ گھر میں بہت ہجوم ہے۔ شمعیں روشن ہیں اور کھانا پک رہا ہے۔

ایک شخص سے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ یہ گھر مُلّا سنگی کا ہے اور وہ بائیس ۲۲ سال سے ہندوستان گیا ہؤا تھا۔ چند مہینے ہوئے کہ اسکی موت کی خبر آئی۔ اس کی بیوی نے عدت کی مدت گزار لی ہے۔ ایک شخص نے اُس سے نکاح کرنے کی خواہش کی ہے اور مجلس ترتیب دی ہے۔ یہ بات سُن کر مُلّا سنگی نے خیال کیا کہ حضرت میاں میر کو کرامت سے اس واقعہ کی اطلاع ہو گئی تھی اس لئے آپ نے مجھے یہاں بھیجنے پر زور دیا۔ اسی اثنا میں مُلّا سنگی کے رشتہ داروں کو اسکی آمد کی اطلاع ہوئی اور بڑی خوشی سے اُسے گھر لے گئے اور جو مجلس کہ منعقد ہوئی تھی درہم برہم ہو گئی۔ پس مُلّا کچھ مدت اپنے اہل و عیال میں رہے اور پھر انکے لئے نان و نفقہ کا انتظام کر کے حضرت میاں میر کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے اس سے بن پوچھے فرمایا کہ اے مُلّا اگر ایک گھڑی دیر سے وہاں پہنچتے تو بڑی قباحت واقع ہوتی۔ مُلّا نے سر قدم پر رکھتے ہوئے بڑا شکریہ ادا کیا۔

ایک دن حضرت میاں میر اپنے خلیفہ مُلّا شاہ کے ساتھ قبرستان میں تشریف لے گئے

Marfat.com

اور دونوں ایک قبر کے سرہانے بیٹھ کر مشغولِ ذکر ہوئے۔ ملا شاہ نے کشفِ قبور کی راہ سے کہا کہ یا حضرت اس قبر والا کہتا ہے کہ میں جوانی کے عالم میں مر گیا تھا اور اپنے ناشائستہ کردار کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوں۔ اب آپ لوگ میری قبر پہ آئے ہیں تو میرا گرفتارِ عذاب رہنا تعجب کی بات ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس صاحب قبر سے پوچھو کہ تمہارا عذاب کس طرح رفع ہو سکتا ہے۔ ملا شاہ نے توجہ کر کے عرض کیا کہ اگر ستر ہزار بار کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ کر اسکا ثواب مجھے پہنچایا جائے تو عذاب اُٹھ سکتا ہے۔ پس حضرت میاں میر نے تمام مریدوں اور خادموں کو جمع کر کے فرمایا۔ کہ سب مل کر کلمہ طیبہ پڑھیں۔ جب پڑھا جا چکا تو ملا خواجہ نے کہا کہ صاحب قبر کہتا ہے کہ کلمہ طیبہ کی برکت اور آپ لوگوں کی انفاس پاک کے طفیل اللہ تعالیٰ نے عذاب سے مجھے رہائی دے دی ہے۔

وفات: حضرت میاں میر بقول صاحب سفینۃ الاولیا بمقام سیوستان ۹۵۷ھ (مطابق ۱۵۵۰ء) میں پیدا ہوئے اور وفات بروز سہ شنبہ بعد از نماز ظہر، ربیع الاول ۱۰۴۵ھ (مطابق ۱۱ اگست ۱۶۳۵ء) عہد شاہجہان میں واقع ہوئی جبکہ لاہور میں نواب وزیر خاں کی حکومت تھی۔ (وہی جسکی لاہور میں مشہور مسجد کی تاریخ تعمیر "بانیٔ مسجد وزیر خاں" سے برآمد ہوتی ہے۔ ناظم)

آپ کی عمر اٹھاسی برس کی ہوئی۔ ساٹھ برس سے زیادہ لاہور میں رہے۔ مزار پر انوار لاہور میں مشہور ہے۔

حضرت میاں میر کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ ایک بھائی میاں قاضی تھے اور دوسرے قاضی عثمان۔ تیسرے قاضی طاہر اور چوتھے قاضی محمد۔ ایک بہن بی بی بادی اور دوسری بی بی جمال خاتون تھیں۔ یہ بی بی ولیہ عارفہ تھیں۔

حضرت میاں میر کی تاریخ وفات منظومہ ملا فتح اللہ قادری مندرجہ کتاب سکینۃ الاولیاء

Marfat.com

یہ ہے۔

میاں میر سر دفتر عارفاں — کہ خاک درش رشک اکسیر شد
خرد بہر سال وفاتش نوشت — بفردوس والا میاں میر شد ۱۰۴۵ھ

از مفتی غلام سرور مرحوم سے

میر دنیا و دیں میاں میر است — واقف راز محرم اسرار!
ہست "میر بہشت" ۹۵۷ تولیدش — ہم "میاں میر چشمۂ انوار!" ۹۵۷
باز فرمود "شیخ والا جاہ" ۹۵۷ھ — عقل تولید او بصد تکرار!
"بندۂ مقتدا ۹۵۷ھ میاں میر است" — سال تولید آں شہ ابرار
"ہادیٔ صدق میر اشرف خواں" ۱۰۴۵ھ — وصل آں شاہ زبدۃ الابرار
نیز "فیاض حق ولی" آمد ۱۰۴۵ھ — ہم "میاں میر دستگیر" ۱۰۴۵ھ اے یار
سنو ہے یہ تاریخ ناسخ کی نغز ۱۰۴۵ھ — "میاں میر ہادیٔ بیدار مغز" ۱۲۳۵ء

سیّد عبداللطیف جج تاریخ لاہور (انگریزی) میں کئی جگہ حضرت میاں میر کا ذکر کرتے ہیں۔

ص۴۷ میں مذکور ہے کہ جہانگیر بادشاہ حضرت میاں میر کی بزرگی کا شہرہ سن کر انہیں اپنے چودہویں سنہ جلوس مطابق ۱۰۲۸ھ ۱۶۱۹ء میں آگرہ بلاتا ہے اور آپ تشریف لے جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی تالیف تزک جہانگیری میں آپ کی تعریف میں لکھتا ہے

"الحق ذات شریف است دریں عہد بغایت غنیمت و عزیز الوجود۔ ایں نیاز مند از خود برآمدہ با ایشاں صحبت داشت و بسا سخنان بلند از حقائق و معارف استماع افتاد ہر چند خواستم نیازے بگذرانم چوں پایۂ ہمت ایشاں ازاں عالی تر یافتم خاطر باظہار ایں مطلب رخصت نداد۔ پوست آہوئے سفید بجہت جانماز بایشاں گذرانیدم۔ فی الفور وداع شدہ بہ لاہور تشریف بردند۔"

Marfat.com

صفحہ ۱۵ پر ۱۰۳۸ھ ۱۶۲۸ء میں حضرت میاں میر کی خدمت میں شاہجہان بادشاہ کے حاضر ہونے کا ذکر حسب بیان ملا عبد الحمید مذکور ہے کہ آپ کو دنیوی دولت کی طرف کچھ توجہ نہیں - اس لئے بادشاہ نے آپکی نذر ایک تسبیح اور سفید پگڑی کی اور دعا کی التجا کی -

صفحہ ۱۵ میں حضرت میاں میر کے زہد و تقدس اور دنیا سے نفرت اور عبادت میں انہماک اور روحانی طاقت کا بیان ہے - اور یہ بھی لکھا ہے کہ شاہجہان کئی بار آپکی خدمت میں حاضر ہوا - آپ شہزادہ دارا شکوہ کے روحانی پیشوا تھے - شاہجہان نامہ کی تحریر کے مطابق آپ غیاث پور جو عالم گنج کے متصل ہے مدفون ہوئے -

صفحہ ۱۷۲ تا صفحہ ۱۷۷ میں لکھا ہے کہ حضرت میاں میر کا مقبرہ انہی کے نام پر چھاؤنی میں واقع ہے قریباً تین میل جانب مشرق لاہور - آپ حضرت عمر فاروق اعظم امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے - آباؤ اجداد کی سکونت سیستان میں تھی - دارا شکوہ نے جو شجرہ سکینۃ الاولیاء میں دیا ہے اسکی رو سے آپ قاضی قدن کی صاحبزادی فاطمہ کے بطن سے قاضی سائیں دتا کے فرزند تھے - پھر آپکے بھائیوں اور بہنوں کے نام دئے ہیں جو میں خزینۃ الاصفیا سے نقل کر چکا ہوں - اسکے بعد حضرت میاں میر کی ولادت اور وفات کی تاریخیں دی ہیں - ان کا دوبارہ لکھنا تحصیل حاصل ہے - ہاں آپکے حبس دم کا ذکر نیا ہے کہ آپ رات بھر میں صرف دو سانس لیتے تھے - جب عمر زیادہ ہوگئی تو چار دفعہ ، زہد تقدس اور علم و معرفت میں آپ یگانہ روزگار تھے - حضرت گیلانی پیر دستگیر کا آپ کو بڑا احترام تھا اور ان کا نام وضو بغیر نہیں لیتے تھے -

مقبرۂ حضرت میاں میر کی کیفیت لکھی ہے کہ ایک مستطیل رخامی چبوترے پر واقع ہے - اس پر جانے کے لئے سیڑھیاں بھی سنگ مرمر کی ہیں - اور گرد کا صحن وسیع سرخ پتھر سے مزین ہے - اسی احاطہ میں جانب مغرب ایک خوبصورت مسجد ہے اور جنوبی اور مشرقی سمت درویشوں اور مسافروں کے لئے حجرے ہیں -

Marfat.com

سنگ مرمر کی سیڑھیوں کے نیچے دو الگ الگ قبریں ہیں۔ ایک رخامی اور دوسری خشتی ایک حضرت میاں میر کی ہمشیرہ جمال خاتون کے فرزند محمد شریف کی ہے جو آپ کی وفات کے بعد سجادہ نشین اور ۵ رجب ۱۰۵۴ھ ۱۶۴۴ء کو فوت ہوئے اور دوسری حاجی محمد صالح کی جو حضرت میاں میر کے ایک ماہ بعد یا ۴ ربیع الاول ۱۰۵۴ھ ۱۶۴۵ء کو واصل بحق ہوئے (اس حساب سے تو تین دن پہلے فوت ہو گئے۔ نامی)

اس کے بعد تاریخ لاہور میں بزبان دارا شکوہ مندرجہ سکینۃ الاولیاء جہانگیر کی حضرت میاں میر کی ملاقات کا حال لکھا ہے جو میں مفصل سفینۃ الاولیاء میں منشور و منظوم لکھ چکا ہوں۔ شائقین سٹار بک ایجنسی لاہور سے خرید کر ملاحظہ کریں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بادشاہوں سے نفور تھے اور جہانگیر کے کوئی شے طلب کرنے پر فرمایا تھا کہ میری خواہش یہی ہے کہ مجھے تکلیفِ ملاقات نہ دی جائے چنانچہ جہانگیر نے یہ وعدہ پورا کیا۔

اسی تاریخ لاہور میں بادشاہ نامہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ شاہجہان کہتا تھا کہ میں نے عمر بھر دو فقیر حق آگاہ دیکھے ہیں ایک حضرت میاں میر اور دوسرے شیخ فضل اللہ برہانپوری۔ حضرت اوّل الذکر سے بادشاہ موصوف دو دفعہ ملا۔ کشمیر کو جاتے ہوئے اور وہاں سے واپس آتے ہوئے۔

تصحیح۔ جج صاحب نے جو نادرہ بیگم کے متعلق لکھا ہے کہ وہ دارا شکوہ کی بیٹی تھی اور صغر سنی میں فوت ہو گئی۔ ٹھیک نہیں۔ وہ اسکی بیوی تھی۔ جیسا کہ شاہجہان نامہ کے صہ ۳۹۱ سے واضح ہے نامی [1]

---

[1] تفصیلی حالات کے لئے نامی صاحب مرحوم کی کتاب "حیات میاں میرؒ" ملاحظہ ہو (قسیم)

Marfat.com

حضرت مُلّا شاہ بدخشانی قُدس سرّہٗ

حضرت مُلّا شاہ بدخشان سے ۱۰۲۳ھ ۱۶۱۴ء میں لاہور آئے اور حضرت میاں میر کے مرید بنے آپ گوشہ تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے لو لگائے رہتے تھے اور اپنے مرشد (حضرت میاں میر) کی طرح مجرد رہے۔ آپ گرمیوں میں کشمیر چلے جاتے اور سردیوں میں لاہور لوٹ آتے۔ آخر کشمیر جانا ترک کر دیا اور حسبِ ارشادِ مرشد لاہور میں اقامت گزین رہے آپ اکثر کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے جو اکثر دنیا کی ناپائیداری کے مضمون کے حامل ہوتے جن میں لوگوں کو تلقین کرتے کہ صراطِ مستقیم پر چلو اور معرفتِ الٰہی حاصل کرو۔

آپ ۱۰۷۲ھ ۱۶۶۱ء میں لاہور میں فوت ہوئے اور اپنے مذہبی پیشوا کے جوار میں مدفون ہوئے۔ آپ کے دو شعر تاریخ لاہور میں بطور نمونہ درج ہیں۔

اے بند بپائے، قفل بر دل ہشدار ۔۔۔ وے دوختہ چشم، پائے در گل ہشدار

عزم سفرِ مغرب و روبا مشرق ۔۔۔ اے راہ روپشت بمنزل ہشدار

یعنی اے پاؤں میں بیڑیاں اور دل پر قفل ڈالے ہوئے ہوش میں آ۔ اے آنکھیں بند کئے ہوئے اور پاؤں کیچڑ میں پھنسائے ہوئے ہوش کر۔ تجھے تو مغرب کا سفر درپیش ہے اور تیرا منہ مشرق کی جانب ہے۔ اے منزل کی طرف پیٹھ کئے ہوئے غافل شخص! ہوشیار ہو جا۔

مُلّا شاہ، دارا شکوہ کے روحانی رہنما تھے۔ باپ کا نام مُلّا احدی اور اصل نام شاہ محمد تھا علم و معرفت میں شہرہ آفاق تھے۔ پہلے تین سال کشمیر میں رہے اور پھر آگرہ چلے گئے۔ حضرت میاں میر کے زہد و تقدس کا شہرہ سُن کر لاہور آئے اور مرید ہو گئے۔ عالت تجرد میں رہے اور گھر میں دیا بھی نہ جلایا۔ تمام وقت عبادت میں گذارا۔ کم سوتے تھے اور گھنٹوں حبسِ دم کی مشق کرتے۔

Marfat.com

ملا شاہ کی قبر موجودالوقت موضع میاں میر میں ملتان ریلوے لائن کے مغرب کی طرف واقع ہے۔ دارا شکوہ نے مزار سنگ مرمر اور دوسرے قیمتی پتھروں سے بنوایا تھا اور محراب بھی سنگ رخام وغیرہ سے مزین تھے۔ مگر یہ تمام رنجیت سنگھ اتار کر رام باغ امرتسر کو سجانے کے لیے لے گیا۔ موضع میاں میر جو پختہ چار دیواری سے محصور ہے دراصل مقبرۂ مذکور کا باغ تھا۔ جس کا شاندار دروازہ شمال کی طرف تھا۔ جو تا حال قائم ہے۔ یہ جگہ عالم گنج کے نام سے موسوم تھی باغ کو مہدی شاہ سجادہ نشین حضرت میاں میر نے سوا سو برس ہوئے کہ ایک گاؤں میں منتقل کر لیا۔ ۱۲۵

ملا شاہ ۱۰۷۱ھ ۱۶۶۱ء میں فوت ہوئے۔ اسی سال کہ اورنگ زیب نے اپنے بدقسمت بھائی مراد کو قید خانہ میں مروا دیا۔ (تاریخ لاہور انگریزی ص ۱۷۸)

مفتی غلام سرور مرحوم نے تاریخ وفات ۱۰۶۹ھ ان اشعار میں موزوں کی ہے۔

ملک جنت یافت چوں از فضل حق	شیخ ملا شاہ شاہِ عطا!
قطب شیخ الاولیا تاریخ گفت	ثانیاً "محبوب اعظم" شد ندا
۱۰۶۹ھ	۱۰۶۹ھ
پس محمد شاہ محمود عاقبت	ہست بہر رحلت او مدعا
باز گفتم "سالک محرم سخی"	نیز "ملا شاہ مطلوب خدا"
۱۰۶۹ھ	۱۰۶۹ھ

نوٹ:- جب تاریخ لاہور میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ ملا شاہ، دارا شکوہ کی زندگی میں فوت ہوئے اور اس نے مزار بنوایا اور اگر دارا شکوہ کی تاریخ شہادت ہے تو ملا شاہ کی ۱۰۷۱ھ درست نہیں ہو سکتی۔

میں نے ۱۶۵۹ء کے مطابق ملا شاہ کی یہ تاریخ موزوں کی ہے ؎

بطبع نامی حامد بتاریخ	کہ "ملا شاہ مرغوب دل" آمد
	۱۶۵۹ء

حضرت ملا شاہ کے زیادہ مفصل حالات میں نے امروز مورخہ ۲۲ ۱۱/۵۹ میں شائع کرائے تھے اور کچھ سفینۃ الاولیاء کے ترجمہ میں بھی لکھے ہیں۔ شائقین وہاں ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

حضرت ملا شاہ جو کشف و کرامات کے مالک تھے ان کو حضرت میاں میر کی جناب میں شرفِ ارادت و خلافت حاصل تھا۔ نام شاہ محمد۔ کنیت اخوند اور لقب لسان اللہ تھا۔ ملا احدی کے فرزند، مولد اور وطن موضع ارکسان (مضافات اوستاق اقلیم بدخشان) تھا۔

ابتدا ہی میں طلبِ حق کی خاطر وطن سے نکل کر کشمیر پہنچے اور وہاں تین سال رہ کر ہندوستان کا رُخ کیا۔ لاہور سے گزر کر آگرہ کو چلے راہ میں کسی سے حضرت میاں میر کی تعریف سُن کر لاہور واپس آنے کا ارادہ کیا مگر ساتھیوں نے نہ چھوڑا۔ آخر آگرہ پہنچے وہاں مقصدِ حاصل نہ ہُوا تو واپس لوٹے اور لاہور پہنچ کر حضرت میاں میر کی بیعت کی اور ریاضت و مجاہدہ اور ترک دنیا میں تمام دوستوں سے ممتاز ہوئے غلام اور خدمتگار سے بے نیاز رہے اور چولھے میں آگ تک نہ جلائی اور نہ کچھ پکایا۔ چراغ بھی نہ جلایا سات برس تک ہر رات ایک سانس میں گزار دی اور حبس دم سے ذکر خفی میں مشغول رہے۔ عشا کا وضو کیا ہُوا نماز فجر تک قائم رہتا۔ مدت العمر آنکھ نا آشنائے خواب رہی۔ کبھی غسلِ ضروری کی حاجت نہ پڑی۔ فرماتے تھے کہ احتلام نیند میں ہوتا ہے اور جنابت مقاربتِ زن کی وجہ سے میں نیند اور عورت سے فارغ ہوں للذا احتلام و جنابت سے پاک ہونے کے سبب ضروری غسل کی حاجت نہیں پڑتی۔

حضرت مُلا شاہ کو موحدانہ اور عارفانہ اشعار کہنے کا بڑا ذوق و شوق اور استعداد تھی۔ چنانچہ دیوان ملا شاہ اس پر دال ہے بعد تکمیل خرقۂ خلافت پاکر آپ کشمیر جارہے اور آپکی بڑی شہرت ہوئی۔ خلق خدا فوج در فوج حاضر خدمت ہو کر مستفید ہوئی۔ چونکہ آپ سرِ مجلس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر چہار خلفائے راشدین کی مدح بیان کرتے تھے۔ اس لئے معتقدِ شیعیت لوگ جھگڑنے کے لئے سامنے آتے مگر قائل ہو کر تائب ہو جاتے۔ اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کبار رضی اللہ عنہم کا دیدار اور

Marfat.com

حضرت غوث الاعظم قدس سرہٗ کی زیارت نصیب ہو جاتی۔ اس سعادت کے حصول کی وجہ سے بے شمار اہلِ بدعت توبہ کر کے اہلسنت والجماعت میں شامل ہو گئے۔ اس خاندان کے مرید اب تک کشمیر جنت نظیر میں موجود ہیں۔

دارا شکوہ سفینۃ الاولیاء میں رقم طراز ہیں کہ ایک دن مجھے رویت حق کے مسئلہ میں تردد ہوا اور یہ بات حضرت مُلّا شاہ کی خدمت میں عرض کرنا چاہی مگر آپکے رعب و خوف سے عرض نہ کر سکا۔ مجلس سے اٹھ کر بھی دل میں شبہ موجود تھا۔ اس لئے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پُر فتوح کی طرف توجہ کی۔ اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ہر چہار خلفاءِ راشدین کی ارواحِ پاک جلوہ گر ہوئیں اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے جس طرح چاہے اور اسکی قدرت متقاضی ہو تو وہ اپنے بندوں کو اپنا دیدار کرائے گا۔ اس جواب سے میری مشکل حل ہو گئی۔ جب میں دوسری دفعہ حضرت مُلّا شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا کہ تجھے مسئلہ کا جواب مل گیا ہے اور جنہوں نے تجھے جواب دیا ہے انہوں نے مجھے بھی اطلاع دے دی ہے۔

مخفی نہ رہے کہ حضرت مُلّا شاہ کی نسبتِ باطنی اپنی ذات کی خود رفتگی اور فنا اور ظہورِ ذاتِ ربّانی کی وجہ سے زیادہ تر وحدت وجودی ہے اور اس سلسلہ کے مرید کا حال و قال وحدتِ وجودی ہے چنانچہ شیخ ولی المشہور ولی رام جو اس سلسلہ کے اعظم موحد اور حضرت مُلّا شاہ کے فیضیاب مرید اور خلیفہ ہیں وہ امیر الامرائی اور شاہانِ چغتائی کی مصاحبت چھوڑ کر انکی خدمت میں آئے اور تھوڑے عرصہ میں یگانہ وقت ہو گئے تھے۔ اس زمانہ میں اس سلسلہ کے فقراء سب کے سب وحدت وجود کے قائل اور علانیہ لفظ ہمہ اوست زبان پر لاتے ہیں اس وقت پنجاب میں حضرت قیصر شاہ مرحوم متوفی ۱۲۸۱ھ اس سلسلہ کے عمدہ موحد تھے اور جامع اوراق (مفتی غلام سرور) انکی زیارت سے مشرف ہو چکا ہے۔ اور دیوان آن ولی۔ دیوان مُلّا شاہ اور دیوان دارا شکوہ تینوں کتب جو مضامین

توحید کے معدن ہیں میری نظر سے گذر چکی ہیں۔

وفات حضرت ملا شاہ ۱۰۶۹ھ/۱۶۵۹ء میں واقع ہوئی۔ روضۂ منورہ لاہور میں حضرت میاں میر کے مقبرہ کے باہر ہے۔

منظوم تاریخ ؎

ملک جنت یافت چوں از فضلِ حق — شیخ مُلّا شاہ شاہِ باعطا

قطبِ شیخ الاولیا تاریخ اوست — ثانیاً "محبوب اعظم" ۱۰۶۹ھ شد ندا

پس محمد شاہ محمود عاقبت ۱۰۶۹ھ — ہست بہرِ رحلتِ او مدّعا

باز گفتم "سالکِ محرم" ۱۰۶۹ھ سخی — نیز "ملا شاہ مطلوبِ خدا" ۱۰۶۹ھ (گنج تاریخ)

گفت نامی عیسوی سالِ وفات — ہست "خضر ہند" ۱۶۵۹ء بہرِ خوش مقال

نوٹ:۔ گنج تاریخ کے یہ اشعار میں اس سے پہلے "تاریخ لاہور (انگریزی) سے ملا شاہ کے نقل کردہ حالات کے اخیر میں دے چکا اور ثابت کر چکا ہوں کہ جج صاحب کی بیان کردہ تاریخ (۱۰۷۱ھ/۱۶۶۱ء) کیوں صحیح نہیں۔

حضرت شاہ بلاول قادری لاہوری قدس سرہٗ

سید شاہ بلاول بن سید عثمان بن سید عیسٰی قادری لاہوری قدس سرہم متاخرین مشائخ میں بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ آپ دین کے بھی بڑے عالم متقی متشرع، صائم اور قائم اللیل عابد تھے۔ طریقۂ خلافت سید شمس الدین قادری سے حاصل کیا جو شیخ ابو اسحاق لاہوری کے خلیفہ تھے جن کا روضہ قصبہ مزنگ لاہور میں ہے۔

شاہ بلاول کے خاص ذکر میں کتاب محبوب الواصلین ہے جس میں لکھا ہے کہ شیخ بلاول کے بزرگ ہمایوں بادشاہ کے ہمراہ ہرات سے ہند میں آئے تھے اور ضلع شیخوپورہ

Marfat.com

میں جو لاہور سے دس کوس ہے، بادشاہ سے جاگیر پا کر متوطن ہوئے شاہ بلاول وہیں پیدا ہوئے۔ آپ ولی مادرزاد تھے۔ سات برس کا سن تھا کہ انکا ہم عمر ہمسایہ لڑکا فوت ہو گیا۔ آپ اس کے سرہانے کھڑے ہوئے اور کہا اے یار بے وقت سونا اچھا نہیں۔ اُٹھ، کہ ہم کھیلیں۔ لڑکے نے فوراً آنکھیں کھول دیں اور اُٹھ بیٹھا اور ساتھ چل دیا۔ یہ حال سُن کر آپکے جدّ بزرگوار سید عیسٰی قادری نے انہیں تحصیل علم کے لیے لاہور بھیج دیا۔ چنانچہ شاہ بلاول، شیخ فتح محمد لاہور کے بڑے عالم کے شاگرد بن گئے اور تھوڑی مدت میں علوم ظاہری میں بھی کمال حاصل کر لیا اور حق تعالٰی کا ذوق شوق جاگزین دل ہوا۔

شیخ شمس الدین سے بیعت

ایک دن آپ دریائے راوی کے کنارے جا رہے تھے۔ کہ شیخ شمس الدین کشتی سے نیچے اُترے اور ملاقی ہوئے۔ شیخ شمس الدین نے بڑی محبت سے آپکا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ حق سبحانہٗ تعالٰی نے تمہیں اپنی ذات کی معرفت کے لیے پیدا کیا ہے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ میری صحبت میں رہو اور فیض باطن جو میرے پاس تمہاری امانت ہے، حاصل کرو۔ پس شاہ بلاول نے اُسی وقت بیعت کر لی اور طریقت کے حصول کی کوشش کرنے لگے۔

غصہ و جلال کا علاج

ایک روز شاہ شمس الدین دریا کے کنارے ایک درخت کے نیچے آرام کر رہے تھے اور آپ حاضر خدمت تھے کہ اچانک ایک جاٹ آیا اور درخت پر چڑھ کر سوکھی لکڑیاں توڑ کر نیچے پھینکنے لگ گیا۔ شاہ بلاول نے ہر چند منع کیا کہ میرے روشن ضمیر پیر آرام کر رہے ہیں وہ جاگیں تو یہ کام کرنا تاکہ انکی نیند میں خلل واقع نہ ہو۔ جاٹ نے کچھ پرواہ نہ کی۔ آخر آپ نے اس پر تیز نگاہ ڈالی تو وہ گر کر مر گیا۔ جب شیخ شمس الدین جاگے اور جاٹ کی حالت دریافت کی تو مرشد نے فرمایا کہ ہم فقراء کو ایسا جلال اور غصہ روا نہیں۔ پس تمہارے لیے اب یہی مناسب ہے کہ جلال کو کم کرنے کے لیے محلہ شاہ ابواسحاق کے ایک حجرے میں

Marfat.com

خلوت نشین ہو کر تلاوتِ قرآن مجید میں مشغول رہو۔ چنانچہ شاہ بلاول کئی سال وہاں رہے اور یہ مدت نماز و صیام دوام میں بسر کر دی۔

محبوب الواصلین ہی میں لکھا ہے کہ محلہ شیخ ابو اسحاق میں آپکے ہمسایہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ اور پنجاب کی رسم کے مطابق قوال زرِ مبارک بادی لینے اسکے دروازے پر آئے اور ناچنے گانے لگے۔ چونکہ وہ بڑا تنگ حال مفلس تھا اور حضرت شاہ صاحب اسکے حال سے واقف تھے۔ پس آپ مٹی کا لوٹا لے کر باہر آئے اور اسے دیوار ہمسایہ پر مار کر توڑ دیا۔ تو وہ زرریزوں کی شکل میں تبدیل ہو گیا اور نقال انہیں چن کر لے گئے اور ہمسایہ کو اُن سے خلاصی ہوئی۔

چور کی توبہ حضرت شاہ بلاول کی خانقاہ میں لنگر عام جاری تھا۔ جس سے دونوں وقت لوگوں کو کھانا ملتا تھا اور آپ خود شاہانہ لباس پہنتے تھے مطبخ میں ہر قسم کا کھانا پکانے کا سامان موجود رہتا تھا۔ ایک مدت ایک چور سامان چرانے کے لیے باورچی خانے میں گھس گیا تو اندھا ہو گیا۔ اور ایک کونے میں چھپ رہا۔ جب دن چڑھا تو آپ نے داروغہ مطبخ کو بلایا اور کہا کہ باورچی خانہ میں ایک اندھا بیٹھا ہے اسے بلا کر دوگنا کھانا دو۔ رات سے بھوکا ہے۔ داروغے نے اسے بلا کر کھانا دینا چاہا تو اس نے کہا میں کچھ نہیں کھاتا صرف یہ چاہتا ہوں کہ مجھے حضرت صاحب کے پاس لے چلو چنانچہ جب لائے تو اُس نے معافی مانگی اور سر قدموں میں رکھ کر مرید ہو گیا۔ خدا نے اسے بینا کر دیا۔

تقسیم اوقات محبوب الواصلین میں حضرت شاہ بلاول کی تقسیم اوقات یہ لکھی ہے۔ صبح سے چاشت تک مصروفِ مراقبہ و عبادت۔ پھر اپنے ہاتھ سے کھانا تقسیم کرنا۔ دوپہر کے بعد ایک گھڑی قیلولہ۔ پھر ظہر کی باجماعت نماز۔ پھر مریدوں کے حلقے میں توجہ اسی اثنا میں بڑی خلقت پانی کے کوزے لے کر حاضر ہوتی اور آپ

Marfat.com

اُن میں دم کرتے جو مریضوں کی شفا کے لیے اکسیر تھا اسکے بعد دو منشی حاضر ہوتے جو حاجتمندوں کے لیے بادشاہ اور امرا کی طرف آپکی جانب سے سفارشی رقعے تحریر کرتے اُن پر "اللہ بس باقی ہوس" لکھا ہوتا۔ بادشاہ اور امیر سفارش منظور کرتے اور حاجتمندوں کی غرض پوری ہو جاتی۔ نماز عصر کے بعد پھر مراقبہ اور شغل عبادت شروع ہو جاتا۔ شام کو پانی کے گھونٹ سے روزہ کھولتے۔ مغرب کی نماز پڑھ کر اپنے خاص حجرے میں جاکر دو ساعت نماز نفل اور صلوٰۃ اوّابین میں مشغول رہتے۔ پھر کھانا تقسیم کرنے کے لئے نکلتے اور خود جَو کی روٹی چولائی کے ساگ سے کھاتے۔ غذا چند نوالے تھی۔ عشاء کی نماز سے فارغ ہوکر خلوت گزین ہوتے۔ نماز تہجد تک تین قرآن ختم فرماتے۔

نزولِ باراں ایک دن شیخ ابوطالب جو دہ ہزاری منصب دار آپکا مرید تھا حاضر ہوکر عرض پرداز ہوا کہ میرے دیہات کی جاگیر میں بارش نہیں ہوئی۔ دعا فرمائیں۔ آپ نے منہ آسمان کی طرف کر کے دعا کی۔ فوراً ابر نمودار ہوا آپ نے فرمایا جا ابوطالب کی جاگیر کی طرف۔ چنانچہ وہ بادل اُڑ گیا اور وہاں جا کر برسا۔

وفات شاہ بلاول مخزن الواصلین اور سفینۃ الاولیاء کے مولفوں کے قول کے مطابق ۱۰۴۶ھ میں جبکہ انکی عمر ستر برس کی تھی فوت ہوئے۔ مزار دہلی دروازہ لاہور کے باہر ہے۔ آپ کا مقبرہ دریائے راوی کے کنارے پر تھا جب ۱۲۵۷ھ میں دریا مقبرہ کے نزدیک پہنچا اور اسکے مسمار ہونے کا خطرہ ہُوا تو آپ کا صندوقِ نعش وہاں سے نکال کر وہاں سے قریبی جگہ دفن کیا گیا۔

تاریخ منظوم

زدنیا شد چو در خلد معلّٰے | جناب شہ بلاول شاہِ شاہاں
بگو "مقبول حق سرمست" تاریخ | دگر کامل "مفضل" است تاریخ

بلاول قبلۂ دیں شاہ عشق است ۔۔۔ دگر دو مقبول عشق آمد" نمایاں

"بلاول پیر محبوب بہشت است ۔۔۔ وصالِ آں شہِ دیں شاہِ عرفاں (سرور)

بسالِ عیسوی تاؔمی نے لکھا ۔۔۔ بلاول شاہ رضوانِ مقدس" (تاؔمی)
۱۶۳۶ء

اقتباس از تاریخ لاہور انگریزی

سید عبداللطیف صاحب جج مرحوم صـ۵۲ میں رقم طراز ہیں کہ شاہجہان بادشاہ تخت نشینی کے بعد ۱۰۳۸ھ (مطابق ۱۶۲۸ء) کے بعد ۷ رمضان کو لاہور آیا۔ ۱۵ رمضان کو حضرت جنت مکانی (جہانگیر) کے مزار کی زیارت کی اور وہاں دس ہزار روپیہ غربا میں تقسیم کیا۔ حضرت میاں میر کی خدمت میں بھی حاضر ہوا۔ ۱۹ تاریخ کو شیخ بلاول سے جو ایک زاہد پرہیزگار درویش تھے، ملا اور دو ہزار روپیہ نذر کیا۔ جو انہوں نے اپنے درویشوں میں تقسیم کر دیا۔ کیونکہ وہ اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے تھے۔ (ماخوذ از بادشاہ نامہ نوشتہ عبدالحمید)

صفحہ صـ۵۹ میں شاہ بلاول کے علم و فضل اور بلند پایہ ملکۂ تقریر کی تعریف لکھی ہے اور بیان کیا ہے کہ آپ نے ایک محتاج خانہ قائم کر رکھا تھا جہاں سے سینکڑوں آدمیوں کو کھانا ملتا تھا۔ آپ ماہ شعبان (مطابق دسمبر ۱۶۳۶ء) میں فوت اور لاہور میں دفن ہوئے۔

صـ۱۵۸ میں مزار کے متعلق تحریر ہے کہ وہ لاہور کے مشرق کی طرف واقع ہے متصل باغ راجہ دینا ناتھ۔ آپ پہلے راوی دریا کے کنارے دفن ہوئے تھے۔ (اب جہاں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی بارہ دری ہے اور جہاں شیر سنگھ کو سندھانوالی سرداروں نے نشانہ تفنگ بنایا تھا۔ وہ جگہ شاہ بلاول کے نام سے مشہور ہے اور نشان قبر اب بھی ایک بڑے درخت کے نیچے بارہ دری کے مقابل موجود ہے) مگر دریا کے قریب آنے کی وجہ سے جو احاطہ خانقاہ کے ایک حصے کو بہالے گیا تھا۔ شاہ بلاول کا صندوق رنجیت سنگھ کے حکم سے نکالا گیا تاکہ اسے کسی محفوظ جگہ میں دفن کیا جائے۔ اس خدمت پر فقیر عزیزالدین کو مامور کیا گیا اور ہزارہا مسلمانوں نے اس تدفین میں شرکت کی۔ پہلی تدفین سے دو سو سال سے زیادہ عرصہ

Marfat.com

بعد یہ امر واقع ہوا۔ صندوق ایک آہنی ہُک کے ذریعے لوہے کی زنجیر کے ساتھ چھت سے آویزاں تھا۔ صندوق کھولا گیا تو جسم جوں کا توں محفوظ تھا۔ لالہ کھنیاں لال تاریخ پنجاب صـ۲۲۳ میں لکھتے ہیں کہ "میں نے مشاہدہ کیا کہ جسم میں کچھ تغیر واقع نہیں ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ ابھی تازہ فوت ہوئے ہیں۔ پھر وہ صندوق جنازہ کی نمازیں پڑھ کر موجودہ مقام پر دفن کیا گیا۔

جج صاحب موصوف نے شاہ بلاول کے آباؤ اجداد اور انکے ہمایوں کے ساتھ ہرات سے آکر شیخوپورہ کے قلعہ میں بساتے جانے اور شاہ بلاول کے لاہور مقیم ہو کر ۱۰۶۳ھ میں وفات پانے وغیرہ کے متعلق میں پہلے خزینۃ الاصفیا سے لکھ چکا ہوں اعادہ تحصیلِ حاصل ہے۔ جج صاحب نے لکھا ہے کہ شاہ بلاول اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

زندگی مقصود بہر بندگی ست — زندگی بے بندگی شرمندگی ست

اور لڑکپن میں یہ شعر نام حق سے

یا الٰہی بدہ تو توفیقم — راہ بنما بسوئے تحقیقم

صفحہ صـ۱۶۰ پر شاہ جہان کے شاہ بلاول سے لاہور کی اقامت کے دوران میں کئی بار ملنے کا ذکر ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

شاہ میر کی کسرِ نفسی

کتاب تحقیقات چشتی صفحہ ۱۶۱ میں تحریر ہے کہ دفعہ شاہجہان بادشاہ نے کچھ رقم حضرت میاں میر کی خدمت میں نذر کی مگر آپ نے قبول نہ فرمائی مگر وہی رقم حضرت شاہ بلاول نے لے کر خادم مطبخ کے حوالے کی کہ درویشوں اور مسافروں پر خرچ ہو۔ پھر جب بادشاہ نے حضرت شاہ میر کی حاضری دی تو عرض کیا کہ آپ کے نذر قبول نہ کرنے اور شاہ بلاول کے قبول کر لینے کا کیا سبب ہے فرمایا کہ میری مثال ایک کم آب جوہڑ کی ہے اور شاہ بلاول کی دریا کی۔ اس میں اگر کوئی پلید شے پڑ جائے تو پلید نہیں ہوتی۔ اور جوہڑ پلید ہو جاتا ہے۔ یہ بات

Marfat.com

سُن کر شاہجہان دولت خانہ میں آکر اللہ تعالیٰ کے شکر میں سربسجود ہُوا کہ اُس نے میری سلطنت میں ایسے ایسے پاک باطن اور نیک نفس بزرگ پیدا کئے ہیں جن کا رضائے الٰہی کے سوا اور کوئی مقصد نہیں۔

چشتی صاحب مرحوم نے ۲۸ ماہِ شعبان عرس کی تاریخ اور اس پر لاہور کے شوقین لوگوں کا آتشبازی چلانا سکھوں کے عہد سے مروج بیان کیا ہے۔ مقبرہ شاہ بلاول کا محلِ وقوع یہ لکھا ہے۔ شرق رویہ [illegible]۔ اخیر راجہ دینا ناتھ اور شمال رویہ راستہ قدم شاہ اباد باغ۔ خانقاہ کی چار دیواری راجہ دینا ناتھ نے بنوائی تھی۔

پیر مسکین شاہ امری قُدس سرہٗ

پیر مسکین شاہ کا نام عنایت ہے اور لقب شاہ امری۔ آپ حضرت میاں میر کے مرید و خلیفہ تھے اور کمالات ظاہری اور باطنی کے مالک پیر کامل اور شیخ مکمل تھے۔ امری اس وجہ سے مشہور ہوئے کہ جس جگہ اب آپکا روضہ ہے آپ وہیں رہتے۔ اور زراعت سے حلال روزی پیدا کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک سال سخت امساک باراں ہُوا۔ آپ کی اراضی بالکل بارانی تھی۔ ایسی قحط سالی میں سب کی بارانی کھیتیاں خشک ہو کر تلف ہو گئیں مگر آپ کی تر و تازہ رہی اور فصل پک کر خوب غلّہ حاصل ہُوا اس وجہ سے آپ مسکین امری مشہور ہوئے کہ آپ کی کھیتی امرِ الٰہی سے بارش کے بغیر پک گئی۔

پیر مسکین شاہ امری ۱۰۵۲ھ میں بعہد شاہجہان فوت ہوئے۔

جج محمد لطیف صاحب مرحوم تاریخ لاہور (انگریزی صـ ۱۷۹) میں امری کی وجہ تسمیہ یہ لکھتے ہیں کہ مسکین شاہ گوشہ نشین بزرگ تھے اور کسی کے آگے دست سوال دراز نہیں کرتے تھے۔ لوگ حیران تھے کہ انکا گزارا کس طرح چلتا ہے چنانچہ آپکے پیر صاحب

Marfat.com

حضرت میاں میر سے بھی اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میرا مرید مسکین امری ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا امر (حکم) اُسے روزی پہنچاتا ہے اور اُسے کسی شخص کی مدد کی ضرورت نہیں۔

مقامِ روضہ۔ جج صاحب مرحوم نے سالِ وفات ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء لکھا ہے اور روضہ کی یوں نشاندہی کی ہے کہ لاہور چھاؤنی اور میاں میر کے گرجا سے مغرب کی طرف پریڈ گراؤنڈ سے مشرق کی جانب اُس سڑک سے جنوب کی سمت جو میاں میر ریلوے اسٹیشن سے چھاؤنی کو جاتی ہے۔ مزار پر گنبد ایک پختہ چونا گچ چبوترے کے وسط میں ہے دیواریں دراصل مینا کاری سے مزین تھیں مگر اب اُن پر قلعی کر دی گئی ہے۔ روضہ دارا شکوہ نے تعمیر کرایا تھا۔

منظوم تاریخ وفات از مفتی غلام سرور صاحب مرحوم ؎

حضرت مسکین شہ ہر دوسرا — ہر کہ رویش دید رشک ماہ گفت

بہر سالِ وصل آں عالی جناب — دل "ولی درویش مسکین شاہ" گفت

پئے عیسوی سال ناحیؔ بگو! — کہ "فرخندہ اطوار مسکین شاہ" ناحیؔ

۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء

شیخ مادھو لاہوری قدس سرہٗ

شیخ مادھو، شیخ حسین کے محبوب خلیفہ صاحبِ عشق و محبت اور سراپا ذوق و شوق اور ذکر و فکر تھے۔ کتاب حقیقت الفقرا میں لکھا ہے کہ آپ شاہدرہ کے ایک برہمن کے بیٹے تھے۔ حسن و جمال خداداد تھا جسے دیکھ کر شیخ حسین از خود رفتہ ہو گئے اور شاہدرہ میں جا سکونت اختیار کی اور مادھو کے گھر کا رات دن چکر لگانا معمول بنا لیا۔ جہاں وہ ہوتا آپ وہیں پہنچتے مگر مادھو کا آپ کی طرف میلان نہ تھا۔ رات کو جو اُس نے گھر والوں سے باتیں کی ہوتیں وہ آپ اسے بتا دیتے۔ یہ کرامت دیکھ کر اُس کا رجوع آپ کی طرف ہو گیا اور آپ کے پاس

Marfat.com

آنے جانے لگا۔ یہ بات اسکے ماں باپ کو نہ بھائی اور اسے روکنے لگے مگر اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ للہٰذا انہوں نے جدا کرنے کے لئے تجویز کیا کہ اشنان کرانے گنگا لے جائیں تاکہ اس کا دل ادھر سے ہٹ کر ادھر لگے۔ جب اس نے یہ بات آپ سے بیان کی تو آپ نے فرمایا اگر گنگا کا اشنان ہی مقصود ہے تو میں تم کو وقت پر وہاں پہنچا دوں گا۔ ماں باپ کو جانے دو۔ چنانچہ مقررہ دن اور وقت پر آپ نے کہا کہ آنکھیں بند کرو اور دیکھو کہ کہاں ہو۔ اس نے آنکھیں بند کرتے ہی اپنے آپ کو گنگا کے کنارے پایا اور والدین کے ساتھ غسل کیا۔ انہوں نے بھی اسے دیکھ لیا۔ جب آنکھ کھولی تو پھر آپکے پاس تھا۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ مشرف باسلام ہو کر آپ کا مرید بن گیا۔

دو مہینے بعد بسنت اور ہولی کھیلنے کا وقت آیا تو آپ نے مادھو کی خاطر سرود رقص کی محفل گرم کی اور رنگ گلابی ایک دوسرے پر چھڑکا۔ اور اس رسم کو شیخ حسین کے بعد ان کے مریدوں نے جاری رکھا۔ ان کے نام یہ ہیں۔ شیخ مادھو۔ میاں شعبان اول دوم۔ ابراہیم۔ میاں محمود۔ شیخ یعقوب۔ بہار خاں قوم مندرا۔ قاضی شاہ ما۔ بابا جی۔ عبدالسلام۔ شہاب الدین۔ شیخ کالو۔ شیخ یاسین اور شیخ صالح۔

ایک دن شیخ حسین نے شیخ مادھو سے کہا اب تمہیں ہم سے کچھ عرصہ مفارقت کرنا ضروری ہے۔ للہٰذا راجہ مان سنگھ کے ساتھ مہم دکن میں شریک ہو۔ اس مہم میں راجہ مان سنگھ بھاگنے پر مجبور ہوا تو مادھو سے دعا کی درخواست کی چنانچہ آپ نے استمداد کے لئے اپنے مرشد کی طرف رجوع باطن کیا تو آپ فی الفور وہاں پہنچے اور راجہ مذکور سے فرمایا کہ حملہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اسی وقت گدڑی پوش درویشوں کی فوج آسمان سے اترتی دکھائی دی۔ جو شریک جنگ ہوئی اور راجہ کو فتح حاصل ہو گئی اور شیخ حسین اور مادھو لاہور واپس آ گئے۔ آخری عمر میں شیخ حسین نے شاہدرہ کے پاس ایک باغیچہ اور کنواں تعمیر کیا اور کہا یہی میرا عارضی مدفن ہوگا۔ مادھو ایک سال کے بعد مان سنگھ کے پاس چلا جائے گا اور بارہ سال بعد واپس آئے گا جب

Marfat.com

تک میری نعش یہاں سے نکال کر بابو پورہ (باغبانپورہ) میں دفن ہو چکی ہوگی اور وہ میرا سجادہ نشین ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور شیخ مادھو واپس آکر پینتیس برس زینتِ سجادہ رہے۔

شیخ مادھو ۹۸۳ھ ۱۵۷۵ء میں پیدا اور ۱۰۵۶ھ ۱۶۴۶ء میں فوت ہوئے۔ یعنی ۷۳ برس بحساب قمری زندہ رہے۔

منظوم تاریخ وفات ؎

عاشق اللہ محبوب حسین	شیخ مادھو درد و عالم بادشاہ
مخزنِ علم و عمل تولید اوست	خواہ گو "شیخ جلیل" اے نیک خواہ
ہست بحرِ معرفت مادھو وصال	باز گو "مستِ مئے عشق الٰہ" (سرور)

۱۰۵۶ھ ـ ۹۸۳ھ ـ ۱۰۵۶ھ

مفتی غلام سرور مرحوم نے گنجینۂ سروری میں لکھا ہے کہ شیخ مادھو اٹھارہ برس کے سن میں شیخ حسین کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہوئے تھے۔ گویا انہوں نے تیس برس شیخ حسین کی ارادت میں گزارے اور پینتیس ۳۵ سال مرشد کے بعد سجادگی میں۔

پئے عیسوی سال اے ابنِ حامد	کرد "باوفا شیخ مادھو" رقم (ناظمی)

خواجہ بہاری علیہ الرحمۃ اللہ الباری

خواجہ بہاری حضرت میاں میر کے جلیل المرتبہ خلیفہ ہیں۔ آپ فقہ، حدیث، تفسیر قرآن کے عالم ہونے کے علاوہ اسرارِ حقانی کے بھی واقف تھے۔ شہر حاجی پور میں سکونت تھی۔ اوائل میں علوم ظاہری کی تحصیل کے لئے اپنے وطن سے نکل کر قصبہ کودہ پور میں شیخ جلال الدین اولیاء کے مدرسہ میں داخل ہوئے پھر لاہور آکر علوم دینی کی تحصیل محمد فاضل لاہوری سے کی۔ انہی کے ہاں قیام کیا۔ یہاں سے فارغ ہوکر حضرت میاں میر کی ارادت اختیار کرکے کمال کو پہنچے مرشدِ موصوف کی وفات کے بعد آپ مرجع خلائق ہوئے اور کثیر التعداد خلائق

Marfat.com

کو آپ سے فیض پہنچا۔ شہزادہ داراشکوہ سفینۃ الاولیاء میں رقم طراز ہے کہ ایک رات آپ غازی خان نام شخص کے ہاں عرس کی تقریب پر تشریف فرما تھے اور حاضرین میں توحید کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ سردی کا موسم تھا۔ گھر کے صحن میں آگ جل رہی تھی۔ خواجہ بہاری اُٹھ کر آگ میں جا بیٹھے۔ ایک گھڑی تک اُس میں متمکن رہے اور فرمایا کہ توحید میں قیل و قال کی کیا ضرورت ہے حال ملاحظہ کرو۔ اسکے بعد آپ آگ سے صحیح و سالم باہر نکل آئے۔

سفینۃ الاولیاء میں یہ بھی مسطور ہے کہ جن دنوں خواجہ بہاری ملّا محمد فاضل کے ہاں مقیم تھے تو ایک دن ملّا صاحب کی اہلیہ خواجہ صاحب کے لئے آش بھرا پیالہ لے کر حجرے کے دروازہ پر پہنچیں تو دیکھا کہ خواجہ صاحب کو کسی نے قتل کر دیا ہے اور اعضاء بکھرے پڑے ہیں۔ یہ دیکھ کر بی بی موصوفہ نے فریاد کرنا شروع کر دیا اور شوہر کے پاس آ کر حال واقعہ بیان کیا۔ ملّا صاحب اسی وقت موقع پر پہنچے تو دیکھا کہ خواجہ صاحب مراقبہ میں جھکے بیٹھے ہیں۔ واپس آ کر اہلیہ سے کہا کہ اولیاء اللہ کے کئی حالات اور مقام ہوتے ہیں جو تم نے دیکھا اس پر تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔

ایک دن ایک شخص اپنے بیٹے کو خواجہ صاحب کی خدمت میں لایا جسکے بدن پر برص کے داغ تھے۔ آپ نے فرمایا کسی حکیم سے علاج نہ کراؤ۔ میں کر دوں گا۔ چنانچہ آپ ہر روز ایک داغ پر انگلی رکھتے اور وہ مٹ جاتا حتیٰ کہ آپکی انگشت مبارک کے اثر سے تمام داغ دُور ہو گئے اور لڑکا تندرست ہو گیا۔

داراشکوہ کا بیان ہے کہ ۱۰۵۱ھ میں آصف بیگ والئے ایران نے قندھار کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ میں نے اس کا ذکر خواجہ بہاری سے کیا فرمایا اس کی کیا مجال ہے کہ تمہاری مملکت پر دست درازی کرے۔ انشاء اللہ مارا جائیگا۔ چنانچہ ایک مہینے بعد خبر آئی کہ مرزا مذکور کو اس کے دشمنوں نے زہر دے کر ہلاک کر دیا ہے۔

خواجہ بہاری داراشکوہ کے قول کے مطابق ۱۰۶۱ھ ۱۶۵۰ء میں فوت ہوئے۔ مزار مبارک

Marfat.com

لاہور میں ہے۔ تاریخ منظوم ۔

بسال رحلتش سرور رقم کرد! | کہ "سلطان الولی خواجہ بہاری"
دگر "شیخ معلی" رحلتے او! | "غنی" خواں وصل آں محبوب باری
تاریخ عیسوی کی نظمی فکر ہوا ہاتف | لکھ "خواجہ بہاری صاحب اتر ہے" ناجی

تاریخ لاہور (انگریزی) سے اضافہ۔ محمد لطیف جج مرحوم رقم طراز ہیں کہ خواجہ بہاری باشندے تھے باہر (بنگال) کے۔ جوانی میں پنجاب آئے اور حضرت میاں میر کے مرید ہوگئے۔ سال وفات ۱۰۴۱ھ ۱۶۳۱ء ہے۔ اپنے دینی پیشوا (حضرت میاں میر) کے روضہ کے مضافات میں مدفون ہوئے مؤلف بادشاہ نامہ نے انکی بہت سی کرامتیں لکھی ہیں (صفحہ ۶۰) خواجہ بہاری کا گنبد ایک بلند خشتی چبوترے پر حضرت میاں میر کے روضہ کی مغربی جانب ہے مقبرہ چار طرف سے سنگ سرخ اور دیگر قیمتی پتھروں سے آراستہ تھا جنہیں رنجیت سنگھ کے فرانسیسی افسر جرنیل (AVITA BILE) ایوی ٹیبائل نے اتار کر لاہور میں اپنی کوٹھی میں لگا لیا۔ برطانوی حکومت کے شروع میں اس جگہ پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ کا ایک افسر رہتا تھا مگر اب حضرت میاں میر کے سجادہ نشین کے قبضے میں ہے۔ اسکے مغرب کی طرف ایک پرانی مسجد ہے جسکی مرمت اب ارد گرد کے رہنے والوں نے کی ہے مشرقی جانب ایک پرانا تالاب ہے جو زمانہ بعید میں غسل و وضو کے لئے استعمال ہوتا تھا۔

منظوم تاریخ از ناجی ۔

حسب تحریر بالا، سال وفات | ہو گا "ذوالقدر" لفظ سے حاصل
عیسوی سال ہے اگر مطلوب | تو بڑھا لو تم اس پہ "روشندل"
یعنی "ذوالقدر روشن دل"

مفتی صاحب اور جج صاحب کی تحریر میں ۱۹ برس کا فرق ہے۔ بہر حال خواجہ بہاری عہد شاہجہان میں فوت ہوئے۔

سیّد جان محمد حضوری قدس سرّہٗ

سیّد جان محمد حضوری بن شاہ نور بن سید محمود حضوری لاہوری قادری خاندان کے جلیل القدر شیخ ہیں۔ حضرت موسیٰ کاظم سے نسب ملتا ہے (ملاحظہ ہو ذکرہ سیّد محمود جو پہلے درج ہو چکا) آپ کی تربیت ظاہری اور باطنی آپکے والد ماجد شاہ نور نے فرمائی۔ آپکا جو مرید ہوتا اسے پہلے ہی دن سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جاتی۔

تاریخ وفات:۔ آپکی وفات ۱۰۶۴ھ ۱۶۵۴ء میں ہوئی اور بعض اقوال کے مطابق ۱۰۶۵ھ میں۔

تاریخ منظوم: ؎

جانِ ہر دو جہاں محمد جان   کرد چوں از جہاں بخلد برین ظہور

"فیض دیں سالک" است تاریخش   باز جو وصلش از "محب حضور" (سرور)
۱۰۶۵ھ   ۱۰۶۴ھ

سید محمد لطیف مرحوم نے تاریخ لاہور صفحہ ۱۷۱ میں تاریخ وصال ۱۱۲۰ھ اُس کتبہ سے نقل کی ہے جو سیّد جان محمد کے مزار کی مشرقی دیوار پر مرقوم ہے ؎

جہانِ معنے وجانِ محمد   کہ از عشق محمد گشت محمود

خرد از فضل حق تاریخ سالش   "وصال عاشق و معشوق فرمود"
۱۱۲۰ھ (مطابق ۱۷۰۸ء)

مفتی صاحب کی کہی ہوئی تاریخ اور مزار پر لکھی ہوئی تاریخ میں ۵۶ برس کا فرق ہے لہٰذا موخر الذکر کو صحیح سمجھنا چاہیئے مفتی صاحب کی تاریخ کے مطابق سیّد جان محمد عہد شاہجہان میں فوت ہوئے اور نج صاحب کی تحقیق کی رو سے بہادر شاہ ظفر بن اورنگ زیب کی تخت نشینی کے تیسرے سال۔

مزار کا محل وقوع گڑھی شاہو (لاہور) کے مغرب کی طرف سڑک میاں میر پر یہ مزار واقع ہے چار دیواری احاطہ میں دو گنبد بارہ دری کی شکل میں ہیں۔ ایک اچھی خاصی مسجد بھی ملحق ہے۔ مشرقی دیوار کے متصل مرقد محمود حضوری اور انکے

Marfat.com

فرزند شاہ نورالدین کا ہے۔ اور دوسرے قبر کے نیچے سید جان محمد حضوری اور انکے بیٹے سرور دین کا درج صاحب مرحوم نے سرور دین کے نام کے ساتھ حاشیہ میں یہ نام دیئے ہیں۔ سید عبدالوہاب۔ سید عبداللہ۔ سید نوراللہ۔ سید غلام محی الدین۔ سید محمد شاہ۔ سید احمد شاہ۔ سید سردار شاہ۔ سید بہادر شاہ۔ سید انور علی شاہ جو غالباً بہ ترتیب ان کی اولاد کے نام ہیں)

خاندان کا سابقہ وطن

تاریخ لاہور انگریزی صا۱۷۱ میں لکھا ہے کہ یہ خاندان کوہستان غور میں رہتا تھا۔ پھر اوچ میں آباد ہوا اور شاہجہان کے عہد میں لاہور آیا۔ ان بزرگوں کے روضہ پر ہر سال عرس ہوتا ہے اور چراغاں کیا جاتا ہے حضرت جان محمد حضوری کی اولاد لاہور میں رہتی ہے اور لوگ ان کے معتقد ہیں۔

اورنگ زیب کا پروانہ، معافی زمین۔ تاریخ لاہور میں اس پروانہ کی ہوبہو نقل درج ہے جو ۱۰۸۰ھ سنہ ۱۲ جلوس کا نوشتہ ہے۔ اسکے چار کونوں پر یا فتاح۔ یا نافع۔ یا رافع یا حامی اسماء باری لکھے ہیں اور ان کے نیچے بادشاہ محمد عالمگیر غازی محی الدین ابوالمظفر کا شجرہ نسب دیا ہے کہ اورنگ زیب بن شاہجہان بن جہانگیر بن اکبر بن ہمایوں بن بابر بن عمر شیخ بن سلطان ابوسعید بن میراں شاہ بن تیمور صاحب قران۔ اس میں ۶۵ بیگھہ زمین کی معافی کا حکم بنام مسماۃ نور خاتون وغیرہ درج ہے اور تاریخ تحریر ۱۲ ربیع الاول ۱۲سنہ جلوس لکھی ہے۔

پچھلے بادشاہوں حتیٰ کہ سکھ راجاؤں کا بھی معمول تھا کہ وہ حصول دعا و برکت کے لیئے بزرگوں کے آستانوں اور انکی اولاد کو زمین کے معاملہ کی معافیاں دیا کرتے تھے چنانچہ حضرت حمیدالدین حاکم تارک سلطنت کیچ مکران کی خانقاہ اور انکی اولاد میں سے حضرت عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی لاہوری حضرت مراد شاہ مدفون موضع مردانہ اور حضرت قلندر شاہ مقبول موضع رتہ پیراں کی خانقاہوں کے لیئے متعدد دیہات میں زمین کا معاملہ معاف تھا جو سجادہ نشین پیر محمد اشرف عالم شاہ مرحوم کے بے اولاد نرینہ فوت ہونے پر حسب شرط ضبط ہوا۔ اس ضبطی کے خیال سے حضرت اشرف مرحوم نے اپنی خاص ملکیت سے لاکھوں روپیہ کی جائداد

Marfat.com

اپنے بزرگوں کے آستانوں کی آبادی اور ان کے نیک نام کو زندہ رکھنے کے لئے وقف فرمائی جو حال ہی میں محکمۂ اوقاف نے اپنی تحویل میں لے لی ہے اور میں فی الحال بحیثیت متولی حضرت واقف کے بزرگوں کے باقی حالات کی اشاعت سے محروم ہو گیا ہوں۔ خدائے مقلب القلوب چیف اڈمنسٹریٹر اور دیگر متعلقہ حکام کو ہمارے خاندانی اوقاف سے علم کی نشر و اشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تاریخ وصال حضرت جان محمد حضوری ؒ

جو تاریخ لکھتا ہے ناجی! ضروری	بہ جانِ ادب لکھ "محمد حضوری"
اگر "نیک اوقات" اس پر بڑھائے	تو پھر عیسوی سال بے شبہ پائے

سیّد عبدالرزاق المشہور شاہ چراغ لاہوری قدس سرہٗ

حضرت شاہ چراغ بڑے عظیم المرتبت قادری بزرگ ہیں۔ شرافت و نجابت خاندانی ورثہ تھی۔ علوم ظاہرہ و باطن کے جامع تھے۔ اپنے والد بزرگوار سیّد عبدالوہاب کے مرید و خلیفہ ہوئے۔

شجرۂ نسب: شجرۂ نسب سیّد محمد غوث اوچی گیلانی سے یوں ملتا ہے سید عبدالرزاق بن سیّد عبدالوہاب بن سیّد عبدالقادر ثالث بن محمد غوث بالا پیر زین العابدین بن سیّد عبدالقادر ثانی بن سید محمد غوث اوچی گیلانی۔

خطاب شاہ چراغ سیّد عبدالرزاق موصوف کی ولادت کے وقت آپکے بزرگوار سیّد عبدالقادر ثالث زندہ تھے۔ فرمایا کہ ہمارے گھر میں چراغ پیدا ہوا ہے جس سے ہمارا خاندان منور ہو گا۔ پس اُس دن سے آپ چراغ شاہ مشہور ہوئے۔

شاہجہان کی عقیدت شاہ جہان بادشاہ آپ کا بڑا معتقد تھا۔ وہ آپکے فرزندوں

Marfat.com

میں سے کسی ایک سے اپنی بیٹی کی شادی کرنے کا خواہشمند تھا مگر آپ نے قبول نہ کیا غالباً اس خیال سے کہ بادشاہ اور فقیر کا کیا جوڑ۔ چنانچہ جب آپ فوت ہوئے تو اس بادشاہ نے آپ کے مزار پر عالیشان گنبد بنوا دیا۔

حضرت شاہ چراغ ۲۲ ذوالقعدہ ۱۰۶۸ھ مطابق ۱۲ اگست ۱۶۵۸ء کو فوت ہوئے اور اپنے والد اور دادا کی قبور کے پاس مدفون ہوئے۔

چراغ ہر دو عالم عبد رزاق | چو روشن گشت اندر خلد اعلےٰ
عجب تاریخ وصلش جلوہ گر شد | "سراج الاتقیا قطب معلےٰ"
۱۰۶۸ھ

ایضاً

جلوہ گر شد در جہاں مثل چراغ | چوں چراغ آں آفتاب عارفاں
گشت روشن سال ترحیلش نزول | سید چوں آفتاب عارفاں (سرور) ۱۰۶۸ھ
شمسی تاریخ گر کوئی پوچھے | کہو ناؔمی! "چراغ تاباں" ہے (ناؔمی)
۱۶۵۸ء

تاریخ لاہور کے مؤلف کی توضیح۔ محمد لطیف صاحب جج صفحہ ۱۹۳ میں زیر عنوان مقبرہ شاہ چراغ تحریر کرتے ہیں۔ مزار کا بلند گنبد اکاؤنٹنٹ جنرل پنجاب کے دفتر کے پاس ہے عبدالرزاق المشہور شاہ چراغ کے آباؤ اجداد اوچ واقع ریاست بہاولپور میں رہتے تھے۔ سلسلۂ نسب شاہ گیلان محی الدین پیر دستگیر سے ملحق ہوتا ہے۔ شاہ چراغ شاہجہان کے عہد میں مشہور اور ۱۰۶۸ھ مطابق ۱۶۵۷ء میں فوت ہوئے (چونکہ آپ کی رحلت ماہ ذیقعدہ میں واقع ہوئی جب ۱۶۵۸ء تھا اس لئے میری تاریخ صحیح ہے۔ ناؔمی) موجودہ روضہ اورنگ زیب کے حکم سے تعمیر ہوا تھا۔ (سال تعمیر معلوم ہوتا تو اندازہ کیا جا سکتا کہ مفتی غلام سرور کا بیان صحیح ہے یا جج صاحب کا۔ ناؔمی) جہاں اب روضہ موجود ہے وہاں اسلامی بادشاہوں کے عہد کا وہاں قدیم محلہ لنگر خاںؔ آباد تھا۔ لنگر خاں ایک بلوچ سردار

ؔ اس محلے کا آباد کار لنگر خان، ملتان کے آخری بادشاہ سلطان محمود لنگا کا درباری امیر تھا جب
(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

تھا۔ جس کی عقیدت حضرت شاہ چراغ سے تھی۔ روضہ کی جانب مغرب واقع مسجد جس میں اب اکاؤنٹنٹ جنرل کا دفتر ہے (اب مسجد واگزار ہے اور کے قبضہ میں۔ ناشر) نواب خان بہادر خان کی تعمیر کردہ ہے۔ نواب موصوف بعہد محمد شاہ بادشاہ لاہور کے افسر تھے۔ اسے نواب مذکور کی والدہ کے زیورات سے اس کی حسبِ وصیت تعمیر کیا گیا تھا۔ روضہ پر سالانہ عرس منعقد ہوتا ہے۔

اولادِ حضرت شاہ چراغ

خزینۃ الاصفیاء میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ چراغ کے سات فرزندوں میں سے بہت بزرگ اور صاحب کرامت سید مصطفےٰ تھے جو ۱۳ ماہ شعبان (مطابق ۱۰ جنوری ۱۶۷۴ء) ۱۰۸۴ھ کو فوت ہوئے۔ تاریخ منظوم یہ ہے ؎

رفت چوں مصطفےٰ بدارِ فنا! — یافت از فضلِ حق کمالِ بہشت
گفت تاریخِ رحلتش سرور! — سید مصطفےٰ اجمالِ بہشت ۱۰۸۴ھ
تاریخ فوت نامیا — ہے "رہبر خدا بہشت" ۱۶۷۴ء

حاجی محمد ہاشم گیلانی قدس سرہٗ

شجرۂ نسب:۔ حاجی محمد ہاشم گیلانی موصوف جلیل القدر قادری شیخ ہیں۔ شجرۂ نسب سید محمد غوث حلبی گیلانی تک اس طرح پہنچتا ہے کہ سید محمد ہاشم بن سید صوفی علی بن سید

بقیہ ہ ۱۵۲۶ء میں حسین ارغون حاکم سندھ نے سلطان بابر کے نام پر ملتان پر قبضہ کیا تو بابر نے اپنے بیٹے مرزا عسکری کو تفویض کیا اور وہاں اسکے ساتھ لنگر خان کو بھیجا۔ بابر کی وفات کے بعد ہمایوں نے ملتان صوبہ پنجاب سمیت اپنے بھائی کامران مرزا کو دے دیا۔ جس نے لنگر خان کو لاہور بلا کر رہائش کے لیے ایک علاقہ سپرد کر دیا جہاں اسکا محلہ و اثرہ لنگر خان کے نام سے مشہور ہوا اور پھر شہر لاہور کا ایک حصہ قرار پایا (دیکھیں محمد لطیف صفحہ ۹۳)

Marfat.com

بدرالدین بن سید اسماعیل بن سید عبداللہ ربانی بن سید محمد غوث قدس سرہم آپ ایک سو بیس (۱۲۰) برس کے سن میں ۱۰۸۷ھ/۱۶۷۶ء میں لاہور میں فوت اور مدفون ہوئے۔ اس سے قبل بارہ برس ملک عرب و عجم، شام و عراق کی سیاحت میں گزارے۔ حلب میں جاکر اپنے جد بزرگوار شمس الدین حلبی کے مزار کی زیارت کی اور بہت سے مشائخ کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ پھر لاہور آکر مقیم اور بہت مقبول ہوئے۔ بہت سی خلقت آپ کی مرید ہوئی۔ ۷ محرم سنہ مذکور کو بروز جمعہ (۶) شنبہ چار گھڑی دن چڑھے فوت ہوئے۔ مفتی صاحب نے مدفن کا پتہ نہیں دیا۔ تحقیقات چشتی ص ۴۶۶ میں جن بزرگوں کی قبور تکیہ املی والا بیرون لوہاری (لاہوری) دروازہ (واقع غرب رویہ کیتھولک گرجا) لکھی ہیں ان میں سید محمد ہاشم کا بھی نام ہے۔

منظوم تاریخ:

شد چو در خلد معلیٰ از جہاں — سیدِ ہاشم ولی، مقتدا!
سالِ ترحیلش بہ سرور شد عیاں — "ماہتاب ہاشمی قطب صفا" (مفتی سرور) ۱۰۸۷ھ
بتاریخ وصال پیر ہاشم — بگوئی نامیا "خورشید روشن" (نامیؔ) ۱۶۷۶ء

سید سرور دین حضوری لاہوری قدس سرہٗ

سید سرور موصوف، صاحب مقامات بلند و کرامات ارجمند تھے۔ اپنے والد بزرگوار شیخ جان محمد حضوری کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ سید محمود حضوری سے لے کر ان تک چار پشت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرانے کی کرامت اس خاندان میں رہی۔ اور انکی وساطت سے سینکڑوں ارادتمندوں نے سعادت دیدار محمدی حاصل کی۔

وفات:- شجرۂ اولاد سید جان محمد حضوری کے مطابق ۱۲ شوال کو بروز جمعہ (؟)

Marfat.com

۱۱۰۰ھ (مطابق ۲۹ جولائی ۱۶۸۹ء بروز چہار شنبہ) وقوع میں آئی اور اپنے پدر بزرگوار موصوف کے روضہ واقع گھڑی شاہو میں دفن ہوئے۔

منظوم تاریخ ؎

چو از دنیا بفردوس بریں رفت
جناب سرور دیں شیخ حق بیں

یکے تاریخ وصلش "بحر فیض" است ۱۱۰۰
دگر "سردار سرور سید الدین" (مفتی سرور)

ناجی! بسالِ عیسوی برجستہ تم لکھو
"شب خیز حق پرست ہے" تاریخ انتقال ۱۶۸۹ء

سید جعفر بن حاجی محمد ہاشم بن صوفی علی گیلانی قدس سرہٗ

سید جعفر موصوف اپنے وقت میں جامع سیادت و نجابت و کرامت و شرافت تھے اور قادری سلسلہ میں اپنے والد ماجد سے بیعت تھی۔ ماہ جمادی الاخریٰ کی ۱۹ تاریخ ۱۰۴۱ھ کو پیدا ہوئے دن پنجشنبہ لکھا ہے مگر میرے حساب سے دو شنبہ آتا ہے اور ۹ رجب ۱۱۰۷ھ (مطابق ۴ فروری ۱۶۹۶ء بروز دوشنبہ) کو فوت ہوئے۔ مزار تکیہ املی والا لاہور میں ہے۔ منظوم تاریخ ؎

حضرت جعفر شہ دنیا و دیں
سید اکبر مقدس متقی

مولدش "افضل کمل" شد عیاں ۱۰۴۱ھ
رحلتش "جعفر مقدس متقی" ۱۱۰۷ھ (سرور)

از پئے سالِ عیسوی ناجی!
"جعفر فیض ہمہ ہست" گفتا
۱۶۹۶ء

سیّد عبدالحکیم گیلانی قدس سرّہٗ

سیّد عبدالحکیم گیلانی صاحب شریعت اور طریقت بزرگ تھے۔ آپ کا نسب اور شجرۂ طریقت درج ذیل ہے۔

سیّد عبدالقادر جیلانی

شجرہ نسب

سیّد عبدالرزاق
سیّد عبداللہ صالح نصر
سیّد الملک
سیّد عبدالرحمان
سیّد شرف الدین
سیّد منصور
سید قاسم
سیّد یحییٰ
سیّد یعقوب
سیّد بہا الدین
سیّد نور الدّین
سیّد نجم الدین
سیّد مبارک
سیّد محمد
سیّد نظام الدین — سیّد بایزید ← سیّد عبدالحکیم ← عبداللہ، الہ داد

شجرۂ طریقت

سیّد عبدالوہاب
سیّد صوفی
سیّد احمد
شاہ امیر
شیخ حامد گیلانی
شیخ احمد
شیخ نور الدین
شاہ عالم
شاہ فیروز
شیخ عبداللہ قادری
سیّد عبدالحکیم

Marfat.com

سیّد عبدالحکیم کے اجداد میں سے سیّد یعقوب، عہدِ مبارک شاہ میں ۸۴۳ھ میں ایران سے ہندوستان آئے اور درس دینے لگے۔ اور سیّد نجم الدین ۹۳۴ھ میں جبکہ بابر بادشاہ کا عہد تھا دہلی تشریف لائے ملازم بادشاہ ہوئے انکے بیٹوں میں سے سیّد نظام الدین نے لاہور آکر سکونت اختیار کی۔ یہیں انکے ہاں بایزید فرزند متولد ہوئے۔ انکے تین بیٹے تھے (۱) سیّد عبداللہ (۲) سیّد اللہ داد (۳) سیّد عبدالحکیم۔ یہ عالم علوم ظاہر و باطن ہوئے اور طریقت میں حضرت عبداللہ قادری سے خلافت پائی۔ آپ بڑے متحمل مزاج اور پردہ پوش تھے۔ ایک دفعہ موضع سوریاں میں ایک مرید کے ہاں تشریف لے گئے۔ اُس نے غلطی سے چاولوں پر شکر کی بجائے نمک ڈال دیا اور پیر صاحب کے سامنے طعام حاضر کیا آپ نے جتنا چاہا کھایا جب باقی بطور تبرک دوسروں نے چکھا تو غلطی کا پتہ چلا۔ مرید بڑی الحاح و زاری سے معافی کا خواستگار ہوا۔ فرمایا میں نے تو شکر کھائی ہے نمک کی تو مجھے خبر نہیں۔

سید عبدالحکیم موصوف ۱۰۳۱ھ عہد جہانگیر میں پیدا ہوئے اور ۱۱۰۸ھ ۱۶۹۶ء میں بعمر ۷۷ سال وفات پائی۔ مزار پُرانوار لاہور میں ہے۔ پہلے اس پہ عالی شان گنبد تھا۔ جو زمانہ کے انقلاب سے مسمار ہوگیا۔ آپکی اولاد اچھرہ وغیرہ اور ان کی اولاد اور مرید محمد حیات اور محمد صدیق لاہور میں موجود ہیں جو ہر سال ان کا عرس کرتے ہیں۔

منظوم تاریخ ؎

شہ عبدالحکیم آں معدن فیض — کہ بود او مطلع نورِ سعادت

"زہے شمس المتقین" تولید او گیر ۱۰۳۱ھ — وصالش گو "شہنشاہِ ولایت" (مردلہ)

عیسوی سال میں بجا تاریخ — نامیا لکھ "حضورِ عالی صفات" ۱۱۰۸ھ (نامی)

تحقیقات چشتی صـ ۲۵۴ میں لکھا ہے کہ مقبرۂ سیّد عبدالحکیم غرب رویہ مقبرہ حضرت شاہ شمس الدین اور جنوب رویہ کوٹھی لفٹیننٹ گورنر کے تھا۔ ابتدائے عملداری سرکار انگریزی

Marfat.com

میں گر گرا اس سڑک میں جو انارکلی سے کمپنی باغ جدید میں سے ہو کر چھاؤنی میاں میر جا ملتی ہے آ گیا مگر اب بھی نشان عمارت مقبرہ دکھائی دیتا ہے۔ چنانچہ غرب رویہ کمپنی باغ آٹھ نشان قبور بھی تا حال نظر آتے ہیں۔

سیّد محمد فاضل متوکل لاہوری قدس سرہٗ

سیّد محمد فاضل متوکل بن سیّد محمد ہاشم گیلانی قدس سرہٗ توکل، ریاضت اور عبادت میں یگانۂ عصر اور مقتدائے خلق اور ترک و تجرید میں شہرۂ آفاق تھے اور دنیا اور اہل دنیا سے انہیں کچھ سروکار نہ تھا اور عمر بھر گھر سے باہر نہ نکلے۔ کیونکہ والد بزرگوار (سیّد ہاشم) نے حج و زیارت کو جاتے ہوئے انہیں نصیحت کی تھی کہ اے نور العین کوچہ و بازار میں پھرنا موقوف کر کے اپنے گھر میں عبادتِ حق میں مصروف رہنا۔ اس حکم کی تعمیل میں زندگی بھر گھر سے باہر قدم نہ رکھا حتیٰ کہ فوت ہو گئے اور جنازہ ہی نکلا شجرۃ الانوار کے مصنف لکھتے ہیں کہ سیّد محمد فاضل زاہد و عابد اور متوکل دائم الصوم اور دائم القیام عالم و عامل تھے۔ ہمیشہ کتاب جواہر خمسہ پاس رکھتے اور فرصت کے وقت اس کا مطالعہ کرتے رہتے۔

شاہ عالمگیر آپ کا ارادتمند تھا۔ کئی بار حاضر خدمت ہو کر نقد و جنس اور جاگیر پیش کی مگر آپ نے کوئی شے قبول نہ فرمائی۔ آپ جامع کرامات تھے۔ دوم ماہ ذوالحجہ ۱۱۱۲ھ ۲۹ اپریل کو فوت ہوئے۔ مزار لاہور کے باہر سید اسماعیل محدث کی خانقاہ کے متصل ہے۔ اس مزار پر عالمگیر بادشاہ نے دلی ارادت سے بلند روضہ تعمیر کیا تھا اور ساتھ ہی عالیشان مسجد اور دلپسند عمارت بھی بنائی تھی۔ مگر مزنگ کے زمینداروں نے خشت فروشی کا پیشہ اختیار کر کے انگریزوں کی عملداری کی ابتدا میں کلمہ گو ہونے کے باوجود عالیشان مسجد کو مسمار کر دیا اور اینٹیں بیچ دیں اور سنگدل سکھوں نے روضہ سے پتھر کے تختے اکھاڑ کر اسے منہدم کر دیا۔

Marfat.com

تاریخ منظوم سے

سید فاضل ولیِ اہلِ دیں!
"قبلۂ دیں فاضل" آمد رحلتش! ۱۱۱۲ھ
"عاقل فاضل" بگو تاریخ او ۱۱۱۲ھ
عیسوی سال ہو اگر مطلوب
"درویش نیک ذات" اور ۱۷۰۱ء

شد چو از دنیائے دوں اندر جناں
نیر "زیب اصفیا فاضل" بخواں ۱۱۱۲ھ
باز "قطب الہند فاضل" کن بیاں (سرور) ۱۱۱۲ھ
"فاضلِ معرفت" ہے اک تاریخ ۱۷۰۱ء
"فضیلت فقرا"، بھی تاریخیں ہیں (ناصی) ۱۷۰۱ء

سید عمر گیلانی قدس سرّہٗ

سیّد عمر، سیّد محمد ہاشم گیلانی کے فرزند ارجمند اور خلیفہ اعظم ہیں، آپ شیخ باوقار اور اپنے وقت کے بہت بڑے عالم، گوشہ نشین اور خدا یاد مجتہد تھے۔ سلوک نسبت قادریہ میں آپ کا ایک رسالہ ہے۔ اس پر عمل کیا جائے تو طالب اپنے مقصد کو حاصل کرے۔ آپ نے عقائد اہلسنت میں بھی ایک کتاب تصنیف کی ہے جس پر کسی کو مجال سخن نہیں۔

کتاب شجرۃ الانوار کے مطابق آپ ۱۰۳۱ء میں پیدا ہوئے اور بروز اتوار ۱۶ ماہ شعبان ۱۱۱۵ھ (مطابق ۱۲ جنوری ۱۷۰۷ء) کو واصل بحق ہوئے۔ مرقد لاہور تکیہ املی والا میں ہے۔ حضرت صوفی علی صاحب متوفی ۱۰۰۲ھ کے مزار کے متصل۔ یہاں سید ہاشم اور سید عبدالقادر المشہور شاہ گدا کی بھی قبور ہیں (تحقیقات چشتی ص ۲۶۵)

تاریخ منظوم سے

عمر چوں ز دنیا شد اندر بہشت
"عمر واصل شرع حق"، شد رقم ۱۱۱۵ھ
ہاں بتا دے تو بھی یہ نامیا

بتاریخ ترحیل آں باقادر
"عمر جاں نثار" اندر آمد شمار (سرور)
کہ "شہید عشق خدا عمر" (ناصی)

Marfat.com

شاہ محمد رضا قادری شطاری قدس سرہٗ

شاہ محمد رضا قادری لاہوری جید عالم اور شیخ کامل تھے۔ علوم ظاہر میں صاحب فتوے اور علوم باطن میں اہلِ ارشاد تھے۔ اسماء الٰہی کے ورد کی دعوت، اوراد و وظائف کے ارشاد اور ادعیہ ماثورہ میں ان کا حکم محکم تھا۔ آپ کی ذات سے کبھی خطا سرزد نہیں ہوئی اور جو کچھ زبان گوہر بار سے فرماتے وہی وقوع میں آتا۔ کرامات و خوارق آپ سے بے اختیار سرزد ہوتے۔ مشائخ متاخرین میں جس قدر ظاہری اور باطنی فتوحات آپ کی قسمت ہوئیں پنجاب میں اور کسی کو نہیں ہوئیں۔

آپ کے پیران کبار کا سلسلہ چند واسطوں سے شاہ محمد غوث گوالیاری تک پہنچتا ہے۔ چنانچہ آپ (شاہ محمد رضا قادری) مرید تھے شیخ محمد فاضل لاہوری کے۔ اور یہ شیخ الداد قادری اکبر آبادی کے۔ اور یہ شیخ محمد جلال کے۔ یہ مرید شیخ نور کے۔ یہ مرید زین العابدین چشتی کے۔ یہ مرید شیخ عبدالغفور کے۔ اور یہ شیخ وجیہہ الدین گجراتی کے اور یہ مرید شیخ محمد غوث گوالیاری کے۔ قدس اللہ اسرارہم۔

شیخ شاہ محمد رضا کی وفات ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۱۸۱ھ کو واقع ہوئی (مطابق ۱۱ اگست ۱۷۶۷ء بروز یکشنبہ) مزار مبارک اب بازار سید محمد لطیف گنج میں جانب جنوب ہے۔ اسکی شمالی طرف سے اللہ پاک زنانِ بازاری کے گندے اڈے دور کرے۔

منظوم تاریخ ؎

از دار فنا چو رخت بربست	آں شاہ رضا ولیٔ والا
دل گفت کہ "آفتاب خلد" است ۱۱۸۱ھ	تاریخ وصال او چہ زیبا
"محبوب جہاں رضا" رقم کن! ۱۱۸۱ھ	"ہادیٔ زمن رضا" ۱۱۸۱ھ بفرما (سرور)
اگر عیسوی سال پرسی زناقی	"محمد رضا تاج دہر" است تاریخ (نامی) ۱۷۶۷ء

Marfat.com

"اختر شہر" اور "روشن نظر" سے بھی ۱۱۶۷ھ برآمد ہوتا ہے۔

نج صاحب مرحوم نے تاریخ لاہور (انگریزی) کے صفحہ ۲۲۹ میں شاہ رضا قادری کے مزار کا پتہ قریباً وہی دیا ہے جو میں لکھ چکا ہوں "متصل تحصیل" اضافہ ہے اور اب دفتر تحصیل اٹھ کر ضلع کچہری کے جانب جنوب جا چکا ہے۔ مزار چبوترے پر ہے عُرس میں اجتماع صوفیا ہوتا لکھا ہے کہ حمد و ثنا سُن کر درویش وجد کرتے ہیں۔ شاہ عنایت قادری، بلھے شاہ قصوری کافیاں والے سید کے پیر، شاہ رضا کے مرید تھے معلوم ہوا کہ مزار کی متصلہ زمین بک کر ہندوؤں کے ہاتھ چلی گئی تھی اب بطور جائدادِ متروکہ مع مکانات پاکستانی حکومت کے قبضے میں ہے محکمہ اوقاف نے اس مزار پر غالباً ابھی تک قبضہ نہیں کیا۔ اور نہ اسے اس کی ضرورت ہے۔

شاہ درگاہی قادری لاہوری قدس سرہ

بزرگ موصوف سلسلۂ قادریہ میں حضرت عبدالرزاق قادری کے مرید اور خلیفہ ہیں بڑے عابد و زاہد اور متقی تھے۔ حضرت شاہ چراغ کے ساتھ لاہور آئے۔ قادری خرقہ حاصل کرنے کے بعد خاندان چشتیہ صابریہ سے بھی فیض کامل حاصل کیا۔

آپ کی خانقاہ کے پاس ایک دہقان کا کنواں تھا اُس نے ایک دن عرض کیا۔ کہ میرے بیٹے کو پانی دانہ پھنسیوں کی بیماری ہے دعا کریں کہ خدا شفا بخشے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اسے اپنے کنویں کے پانی سے نہلا دے۔ انشاء اللہ آرام ہو جائے گا۔ بلکہ میں نے خداوند شافی سے دعا کی ہے کہ جسکے بیٹے کو یہ بیماری ہو اسے اس کنویں کے پانی سے نہلائے تو اسے صحت ہو جائیگی۔ چنانچہ دہقان کے بچے کو شفا ہو گئی۔ اور اب تک بچے اُس کنویں کے پانی سے غسل سے صحت یاب ہو جاتے ہیں۔ غسل اتوار کو ہوتا ہے اور اس وقت میٹھی

Marfat.com

اور ملین روٹی حاضرین میں تقسیم کی جاتی ہے۔ یہ چاہ بنام "چاہ پانی واتیاں"، حضرت درگاہی شاہ کے مزار کے پاس ہال روڈ پر متصل مزار سید اسماعیل محدث واقع ہے۔ متولی نے کنواں بند کر کے ہینڈ پمپ لگادیا ہوا ہے۔ چڑھاوے کی اتنی آمدنی نہیں کہ محکمہ اوقاف اس پر قبضہ کرے۔

بزرگ مذکور ۱۱۲۲ھ/۱۷۱۰ء میں (شاہ عالم بہادر شاہ بن شاہ عالمگیر کے عہد میں فوت ہوئے۔

تاریخ منظوم ؎

گشت روشن چو رفت از دنیا — در جناں ہمچو ماہ درگاہی!
گفت تاریخ رحلتش سرور — "قطب سردار شاہ درگاہی" (سرور) ۱۱۲۲ھ
گفت تاریخ رحلتش ناؔمی! — شاہ درگاہی جلوۂ خورشید (ناؔمی) ۱۷۱۰ء

سیّد عبدالوہاب قادری لاہوری قدس سرہٗ

سید عبدالوہاب بن سید سرور الدین بن جان محمد حضوری زہد و تقویٰ میں بڑی شان والے سیّد اور شیخ تھے۔ لاہور میں مخلوق خدا کو راہِ حق دکھانا ان کا شغل تھا۔ خلق کثیر کو آپ سے فیض پہنچا۔ بروز جمعہ ۲۱ شوال ۱۱۳۱ھ (مطابق ۲۶/ اگست ۱۷۱۹ء) کو آپ کا وصال ہوا۔

تاریخ منظوم ؎

چو سیّد عبد وہاب از جہاں رفت — دو تاریخ وصال اوست در باب
یکے دو ہادی مبارک شاہ مبشر" ۱۱۳۱ھ — دگر "افضل تملی عبد وہاب" (سرور)
ندا از ہاتفِ غیبم بیامد! — بگو ناؔمی "چراغ بزم سرور" ۱۱۳۱ھ (ناؔمی)

سیّد عبدالوہاب کا مزار مقبرہ جان محمد حضوری کے متصل گڑھی شاہو میں ہے۔ ایک چبوترے پر ان کی اور شاہ نورالدین کی قبر ہے۔

Marfat.com

سیّد بدرالدین گیلانی لاہوری قُدس سرّہٗ

سیّد بدرالدین بن سیّد علی بن حاجی سیّد ہاشم شاہ اپنے زمانہ کے ولی، فاضل متبحّر اور متوکّل تھے۔ وعظ میں مسائل دینی بیان فرماتے۔ آپ کے رعب و ہیبت کے سامنے کسی کو مجال دم زدن نہ تھی۔ گزران قلندرانہ تھی۔ بات بے باکانہ کہتے۔ محمد معز الدین بن بہادر شاہ بن عالمگیر بادشاہ نے ایک لاکھ روپیہ اور چند قطعہ زمین بطور نذر پیش کی مگر آپ نے قبول نہ فرمائی۔

آپ کی وفات حسب بیان کتاب شجرۃ الانوار ۱۱۳۰ھ/۱۷۱۸ء یا ۱۱۳۶ھ/۱۷۲۴ء (عہد محمد شاہ بادشاہ) ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔ آپ کی والدہ بی بی سیّدبی بی سادات بخاری کی اولاد سے تھیں جو ایمن آباد میں رہتی تھیں۔

منظوم تاریخ ؎

رہنمائے زمانہ بدرالدین	رفت چوں از جہاں بباغ جناں
سال تاریخ رحلتش سرور	"بدر دین پیر دین شریف" بخواں (سرور)
آفتاب مروت آمد نیز	سال ترحیل آں شہ دوراں ۱۱۳۶ھ
یکے "مقصود مخلوقات بدرالدین" ۱۱۳۰ھ / ۱۷۱۸ء	دگر گوئی تو "باتعظیم بدرالدین" (نامی) ۱۷۲۸ء

شاہ شرف قادری لاہوری قُدس سرّہٗ

شاہ شرف لاہوری بڑے کامل بزرگ ہوئے ہیں۔ قصبہ بٹالہ کے متوطن تھے۔ آپکے بزرگ کھتری پوری تھے۔ آپکے دادا صاحب مشرف باسلام ہوکر بٹالہ میں قانون گوئی کے عہدہ پر مامور ہوئے۔ وقت ولادت شاہ شرف کا نام سعادتمند رکھا گیا۔ علم ظاہری والد بزرگوار سے حاصل کیا۔ جب تیس سال کی عمر ہوئی تو فضلئے الٰہی سے آپ کا بھائی عبدالرحیم فوت ہوگیا۔ اس کی

Marfat.com

بیوہ کا نام بیگم تھا۔ آپ از راہ ہمدردی اپنی اس بھاوجہ کی خبر گیری کرتے اور اکثر اسکے پاس آمد و رفت رکھتے تھے۔ حضرت سعادتمند کی زوجہ کو یہ ہمدردانہ سلوک نہ بھایا اور تہمت لگانا شروع کر دیا۔ اس سے آپکو بڑا دکھ ہوا اور بٹالہ سے چل کر لاہور آئے اور شیخ محمد فاضل قادری شطاری کے مرید ہوئے اور بعدِ تکمیل شاہ شرف کے خطاب سے ممتاز ہوئے۔ پھر آپکی اہلیہ حاضرِ خدمت ہوئی اور عرض کیا کہ آپ بٹالہ واپس جائیں اور خانگی کاروبار میں مشغول ہوں مگر آپنے قبول نہ کیا اور دل و جان سے یادِ حق میں مشغول ہو گئے۔ آپ شاہ رضا قادری شطاری کے خواجہ تاش تھے۔ یعنی دونوں شیخ محمد فاضل کے مرید۔ وہاں سلسلۂ ارادت مطالعہ کریں۔

شاہ شرف ۱۱۳۷ھ / ۱۷۲۵ء میں فوت ہوئے۔ تاریخ منظوم :-

رفت از دنیا چو در خلد بریں | شہ شرف شیخ یقین تاج اشرف
سال تاریخ وصال آں جناب | شد عیاں "محبوب دیں تاج الشرف"
نامی بگفتا سالِ او! | "صالح خلف شاہ شرف"

اتنا لکھ چکنے کے بعد تحقیقات چشتی کا مطالعہ کیا۔ مولوی نور احمد صاحب کتاب ہذا کے مؤلف نے خانقاہ شاہ شرف کا پتہ یہ لکھا ہے کہ خانقاہ داہنی طرف سڑک جیل کے متصل ٹیلہ ٹبے چاندماری موجود ہے یہ مزار ایک چبوترہ خشتی پر واقع ہے۔ اس پہ تین قبریں ہیں ایک تو حضرت شاہ شرف کی۔ دوسری انکے مرشد محمد فاضل صاحب کی اور تیسری انکے مرید محمد عزیز اللہ کی۔ شاہ شرف ایک سو بیس برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ آٹھ بیگھہ زمین مزروعہ اور سات بیگھہ غیر مزروعہ خانقاہ کے ساتھ معاف ہے اور دو چاہ جاری ہیں۔ آمدنی اس زمین کی مہتاب فقیر کو ملتی ہے۔ ۱۲ رجب کو محمد فاضل صاحب کا میلہ ہوتا ہے اور ۱۲ صفر کو شاہ شرف صاحب کا۔ انکی قبر کے جنوب رویہ ایک مسجد کلاں ہے جو اب مسمار ہو گئی۔ مگر نشان باقی ہے۔ اس میں حضرت محمد فاضل صاحب مدرس درس پڑھاتے تھے اور بادشاہ شاہجہان سے انکو مدد ملتی تھی۔ بہت لوگ مفت تعلیم پاتے تھے اور فی سبیل اللہ درس جاری تھا (صفحہ ۱۹۶) تاریخ لاہور (انگریزی) کے صفحہ ۱۹۴ میں مزار شاہ شرف کے متعلق

Marfat.com

لکھا ہے کہ یہ خواجہ محمد سعید کے مزار کے مشرق کی طرف ہے۔ شاہ شرف کا زہد اور علمی قابلیت شہرۂ آفاق تھی۔ آپ عہد عالمگیر میں مشہور اور ۱۱۰۴ھ ۱۶۹۲ء میں فوت ہوئے۔ آپکا بڑا عظیم الشان مقبرہ ٹکسالی دروازہ کے مقابل موجودہ گورہ قبرستان کی مشرقی جانب تھا۔ مقبرہ اور مسجد فن تعمیر اور خوبصورتی کا کامل نمونہ تھی۔ اندرونی دیواریں سنگ مرمر سے بیرونی سُرخ پتھر سے آراستہ تھیں۔

جب رنجیت سنگھ دیوارِ شہر کے باہر خندق کھودنے لگا تو مسجد اور مقبرہ کو حائل دیکھ کر گرا دیا۔ اور سب قیمتی پتھر سکھی مندر سجانے کے لئے امرتسر لے گیا۔ شاہ شرف کا تابوت قبر کھود کر نکالا گیا اور فقیر عزیز الدین کی معرفت موجودہ مقام پر دفن کیا گیا۔

مفتی غلام سرور مرحوم کی دی ہوئی تاریخ وفات میں ۳۳ برس کا فرق تعجب خیز ہے سنہ ۱۱۳۷ھ میں محمد شاہ بادشاہ کا عہد تھا اور سنہ ۱۱۰۴ھ میں اورنگ زیب کا۔

سید محمد لطیف مرحوم نے تاریخ لاہور صفحہ ۶۰ میں مولانا محمد فاضل لاہوری کی نسبت لکھا ہے کہ آپ بدخشان سے لاہور آکر ملا جمال لاہوری کے شاگرد ہوئے۔ جہانگیر کے عہد میں مفتی کے عہدے پر سرفراز تھے جس پر وہ شاہجہان کے ۸ سنہ جلوس تک فائز رہ کر گوشہ نشین ہو گئے۔ یعنی سنہ ۱۰۴۴ھ تک اس سے ثابت ہوا کہ یہ مولانا محمد فاضل اور تھے اور شاہ شرف کے مرشد اور۔ مزار کا پتہ تحقیق طلب ہے۔

خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ

اسی تاریخ لاہور (انگریزی) کے صفحہ ۱۹۳ میں لکھا ہے کہ خواجہ کا مزار ایک چار دیواری کے اندر نیلا گنبد کے بالمقابل ہے جانب مشرق۔ محمد سعید بڑے سیاح اور عالم تھے۔ دوران سیاحت کابل پہنچے اور کچھ عرصہ مقیم رہے۔ احمد شاہ درانی بادشاہ کا آپ سے تعارف تھا اور آپکی بڑی عزت کرتا تھا۔ جب اُس نے پنجاب پر تیسرا حملہ کیا تو لاہور آپ کی وجہ سے لوٹ مار سے بچ گیا

Marfat.com

کیونکہ آپ نے اسے مختصر سے خط میں لکھا تھا کہ مخلوق خدا کو تنگ نہ کرو۔ وہ خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آداب بجالایا۔ آپ علی گوہر شاہ عالم کے عہد میں مشہور ہوئے اور ۵ ربیع الاول ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۱ء کو وفات پائی۔ دو بیٹیاں چھوڑیں جن کی اولاد موجود ہے۔

آپ کے مزار پر سالانہ عرس ہوتا ہے اور کابلی سردار بڑی عقیدت سے شامل ہوتے ہیں۔ ان کی ایک خاندانی شاخ جلال آباد (افغانستان) میں اور دوسری لاہور میں رہتی ہے۔ جب سردار سلطان محمد خان برادر امیر دوست محمد خان لاہور میں بعہد رنجیت سنگھ مقیم تھے تو اکثر اس مزار پر زیارت کے لئے حاضر ہوتے تھے۔

نوٹ:۔ غالباً انہیں خواجہ سعید کے نام پر خواجہ سعید متصل لاہور ہے جس کے شمال مغربی جانب انہیں کی دختر زیر گنبد آسودہ ہے اور جس کے پتھر سکھ اتار کر لے گئے۔ میں اس کو نقشۂ مقابر میں حسب نمبر ۴۳ درج کر چکا ہوں۔

اسی موضع خواجہ سعید میں جدّنا قلندر شاہ متوفی ۱۲۴۷ھ کے خلیفہ سید۔ متوطن موضع ترکہ چھتر (مکان شریف) کا بھی مزار ہے جیسا کہ کتاب اذکار قلندری میں مذکور ہے (ناجی)

شاہ عنایت قادری قدس سرہٗ

شاہ عنایت موصوف، حضرت شاہ رضا قادری شطاری لاہوری کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ آپ بڑی مدت ان کی خدمت میں رہ کر تکمیل کو پہنچے اور خرقہ، خلافت حاصل کر کے قصور تشریف لے گئے اور وہاں یاد حق میں مشغول ہوئے سینکڑوں اشخاص آپ کے معتقد ہو گئے۔ ان میں بہت مشہور سید بلھے شاہ قصوری ہیں جن کی رباعیاں مشہور ہیں۔ میں ان دونوں کے حالات روزنامہ امروز مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۵۷ء اور کثیر الاشاعت ماہنامہ لیل و نہار مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۶۰ء میں لکھ چکا ہوں ان میں مزارات کے فوٹو بھی دیئے ہیں جو میرے لائق فرزند محمد ابوبکر بی ایس سی کاٹن

انسپکٹر نے موقع پر جا کر کھینچے تھے اور بلاک بنوا کر کارپردازان اخبار و رسالہ نے چھاپے تھے۔
جب میرے مطبوعہ مضامین کا مجموعہ شائع ہوگا تو شائقین متمتع ہو سکیں گے۔ شاہ عنایت عمر کے آخری حصے میں قصور کے حاکم حسین خاں سے کبیدہ خاطر ہو کر لاہور چلے آئے۔ چنانچہ آپکا مزار بھی لاہور ہی میں اُس سڑک پر ہے جو اسمبلی ہال سے اچھرے کی طرف جاتی ہے۔ چڑیا گھر سے مغرب کی طرف۔ مرزا عبدالرب صاحب ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کی کوٹھی کے متصل۔
شاہ عنایت کے پیروں کا سلسلہ اس سے پہلے شاہ رضا قادری کے حالات میں لکھا جا چکا ہے۔ آپ آرائیں زمیندار قوم کے خدا دوست فرد تھے۔ سیّد بلھے شاہ کو رشتہ داروں نے طعنہ دیا تھا کہ تم سیّد ہو کر ارائیں کے مرید بنے ہو چنانچہ یہ بات بلھے شاہ کے کلام سے ثابت ہے فرماتے ہیں ؎

بلھے نوں سمجھاون آئیاں ... بھیناں تے بھرجائیاں
آل نبی اولاد علی دی ... توں کی لیکاں لائیاں!
چھڈ دے پلاّ ارائیاں

بلھے شاہ کو اس طعنے کا کیا اثر ہوتا وہ تو کہہ چکے تھے۔

بلھیا! جے توں چاہیں باغ بہاراں چاکر تھیں ارائیں دا
بلھے شاہ دی ذات کی پچھیں شاکر ہو رضائیں دا

یہ بھی فرمایا ؎

تسیں وچ اُوچ دے اُچے او ... اسیں وچ قصور قصوری آں
شاہ عنایت دی باغ بہاراں ... اسیں اوہدی وچ لسوڑی آں

سیّد بلھے شاہ نے شاہ عنایت سے بیعت اُچی مسجد اندرون بھاٹی دروازہ میں کی تھی جو انکے خاندان کی تولیت میں تھی۔ نیچے دو کانوں کا کرایہ معقول وصول ہوتا ہے لہٰذا محکمہ اوقات نے اسے اپنی تحویل میں لے لیا ہے اور مزار شاہ عنایت پر قبضہ نہیں کیا ہے۔

Marfat.com

شاہ عنایت ۱۱۴۱ھ ۱۷۲۸ء میں واصل بحق ہوئے۔ منظوم تاریخ ؎

چو از فضل و عنایاتِ الٰہی! عنایت رفت از دنیا بجنت
زِ مشتاق مکرم" جو وصالش دگر "تاج یقیں اہلِ عنایت"
۱۱۴۱ھ
ہے بہ تاریخ نامیا اپہنچان "باغبان عنایت منان"
۱۱۴۱ھ ۱۷۲۸ء

محمد لطیف صاحب جج نے شاہ عنایت کا ذکر شاہ رضا قادری کے حالات میں کیا ہے۔ الگ نہیں کیا۔ اور تحقیقات چشتی میں پیر ہادی رہنما کے حالات کے اخیر میں لکھا ہے کہ کلاں خان کی عظیم الشان مسجد تعمیر کردہ بعہد اکبر بادشاہ (جو اب کوٹھی بن گئی ہے اور اس میں سرجن کمپنی باغ کا رہتا ہے اور اس نے اسکے دروازے بند کر کے چوکھاٹ دروازہ لگائے ہیں) کی طرف جنوبی و مشرقی ایک چبوترہ خشتی جس کے بنیرے سفید ہیں موجود ہے اس میں چند قبریں ہیں۔ چنانچہ ایک عنایت اللہ قادری کی ہے جو مرشد حضرت بلھےّ شاہ صاحب کے ہیں۔" (صفحہ ۱۹۶)

سیّد حاجی عبداللہ گیلانی لاہوری قدس سرہٗ

سیّد موصوف بن سیّد اسماعیل بن سیّد قاسم بن سیّد صوفی بن سیّد بدرالدین بن سیّد اسماعیل بن سید عبداللہ ربانی لاہور کے بڑے مشہور مستغنی المزاج بزرگ تھے تاحیات اہلِ دنیا کے دروازہ پر نہیں گئے اور رات دن تدریس علوم اور اہلِ حق کی تلقین میں مصروف رہے۔ نواب زکریا خان ناظم لاہور اور اس کے امرا آپ کے معتقد اور مرید تھے۔

شجرۃ الانوار کے قول کے مطابق آپ ۱۱ ربیع الثانی ۱۱۴۱ھ (مطابق ۵ نومبر کو فوت اور سیّد اسماعیل محدث کے مزار کے سامنے مدفون ہوئے۔

تاریخ منظوم ؎

Marfat.com

رفت از دنیا چو در خلد بریں — سید عبد اللہ پیر رہنما
سال ترحیلش بخواں "عاشق سخی" ۱۱۴۱ھ — نیز فرما "اہل نعمت مقتدا" ۱۱۴۱ھ (سرور)
بگفتا ناحی حامد بتاریخ ۱۱۴۱ھ — کہ "عبد اللہ فخر خاندان است" ۱۷۲۸ء

حضرت شاہ محمد غوث گیلانی لاہوری قدس سرہٗ

حضرت شاہ محمد غوث قادری کے والد بزرگوار سید حسن پشاور کے رہنے والے تھے۔ شاہ محمد ظاہری اور باطنی علوم کے جامع ہونے کے علاوہ طریقت اور حقیقت کے رموز بھی آپ پر منکشف تھے۔ آپ کو قادری طریق میں خلافت اپنے والد بزرگوار سے حاصل ہوئی آپ نے طلب حق کے لئے سارے ہندوستان کی سیاحت کی۔ چنانچہ سید بھیکھ چشتی عبد الغفور نقشبندی اور غلغلائے حاجی محمد نوشاہ وغیرہم کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض حاصل کیا۔ اور سلسلہ چشتیہ اور نقشبندیہ کی تلقین کی اجازت لی۔ خوارق اور کرامات آپ سے بے اختیار ظاہر ہوتی تھیں۔

آپ نے اپنے تصنیف کردہ رسالہ غوثیہ میں بیان کیا ہے کہ جب میں حق کی تلاش کے سلسلے میں لاہور پہنچا تو حضرت میاں میر لاہوری کے مقبرے میں کئی راتیں گزاریں۔ ایک رات حضرت میاں میر ظاہر ہوئے اور میری طرف توجہ فرمائی اور شغل میں مشغول ہونے کا ارشاد فرماتے ہوئے کہا کہ یہ بات پوشیدہ رکھنا اور کسی سے ذکر نہ کرنا۔ صبح اٹھ کر میں شیخ حامد لاہوری کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب فیض ہوا تو آپ نے فرمایا کہ رات جو تمہیں حضرت میاں میر بالا پیر نے شغل عطا فرمایا ہے وہی کافی ہے۔ حضرت شاہ محمد غوث نے شیخ حامد کے متعلق بتایا ہے کہ آپ ایک صاحب دل بوڑھے قادری درویش مرد ہیں جو پیر علی گنج بخش ہجویری قدس سرہٗ کے مزار کے متصل رہتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت شاہ محمد غوث کے ایک ہمنام بزرگ مرید پشاور میں رہتے تھے۔ جب نادر شاہ کابل پر متصرف ہو کر ہندوستان کی تسخیر کے ارادہ سے پشاور پہنچا اور اس بارے میں ان سے استمداد کی تو آپ نے کہا کہ حضرت شاہ محمد غوث لاہوری کی طرف رجوع کرو۔ یہ سُن کر نادر شاہ نے انہیں پشاور بلا بھیجا۔ آپ نے جواب لکھ بھیجا کہ ہمارے پیروں کا یہ طریقہ نہیں کہ بادشاہوں کے پاس جا کر مدد مانگیں۔ کیونکہ ہر ایک کا مددگار اللہ کافی ہے نادر شاہ یہ جواب سُن کر بڑا برہم ہُوا اور بولا کہ میں لاہور پہنچ کر سب سے پہلے اس عدول حکمی کی سزا شاہ محمد غوث کو دوں گا اور پھر دہلی کی طرف جادہ پیما ہوں گا۔ چنانچہ جب وہ پشاور سے کوچ کر کے ایک ندی کے کنارے پہنچا تو بوجہ طغیانی اُس سے عبور ممکن نہ ہُوا۔ سیلاب روز بروز بڑھتا ہی گیا۔ آخر پریشان ہو کر شاہ محمد پشاوری سے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ طغیانی اُس بد ارادہ کا نتیجہ ہے جو بادشاہ نے حضرت شاہ محمد غوث لاہوری کی نسبت کیا ہے۔ یہ سُن کر نادر تائب ہُوا اور لاہور پہنچ کر آپ سے خلوصِ دل سے مُلاقی ہُوا۔

مفتی غلام سرور مرحوم اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ رنجیت سنگھ کے پوتے نونہال سنگھ نے جو لاہور میں برسر حکومت تھا دلاروس فرنگی کی تجویز سے قرار دیا۔ کہ لاہور شہر کے گرد دُور دُور تک تمام درخت اور عمارات صاف کر کے میدان بنا دیا جائے۔ چنانچہ بہت سے درخت اور عمارتیں منہدم بھی کی گئیں۔ جب حضرت شاہ محمد غوث کے مزار کی عمارتوں اور درختوں کے اکھاڑنے کی نوبت آئی اور بیرونی درخت اور عمارتیں گرائی جا چکیں اور اندرونی چار دیواری کی باری آئی تو نونہال سنگھ کا باپ کھڑک سنگھ مر گیا اور جب بیٹا باپ کی لاش کو نذرِ آتش کر کے لوٹا تو قلعہ لاہور کی دیوار سے ایک پتھر گر کر اس کے سر پر پڑا اور نونہال بارغ جوانی اس کے صدمے سے ہلاک ہو گیا۔ حضرت شاہ محمد غوث کا مزار انہدام سے بچ گیا۔ اور نونہالی تجویز پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکی۔ بلکہ اسکے بعد جلد ہی سکھی حکومت تباہ ہو گئی ہے

دیدی کہ جرم سوختن پروانہ شمع را — چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

حضرت شاہ محمد غوث بقول صحیح حسب روایت مؤلف تشریف الشرفا مندرجہ خزینۃ الاصفیا صفحہ ۲۸۱ ۱۱۵۲ھ ۱۷۳۹ء میں فوت ہوئے۔ یعنی نادر شاہ کے ہندوستان آنے سے ایک سال بعد۔

منظوم تاریخ رحلت ؎

چوں محمد غوث رفت از دار فنا — سال وصل آں ولئ متقی!

"عارف مخدوم سالک" کن رقم (۱۱۵۲) — ہم بفرما "راہبر سید سخی" (سرور)

بسال عیسوی ہاتف بمناجی — "محمد غوث عالم" گفت تاریخ (۱۱۵۲ھ، ۱۷۳۹ء)

آؤ اب جج محمد لطیف سے مزید معلومات حاصل کریں۔ آپ تاریخ لاہور (انگریزی) کے صفحہ ۱۶۸ میں رقم طراز ہیں کہ شاہ محمد غوث کا مزار دہلی دروازہ کے باہر واقع مرجع انام ہے۔ احاطہ مزار خشتی ہے اور پاس زائرین کے لئے عمدہ حجرے ہیں اور ایک مسجد بنا کردہ غلام نبی ہے شاہ محمد غوث، محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں پشاور سے لاہور آکر اقامت گزین ہوئے۔ آپ کے والد سید حسن کا مزار پشاور میں زیارت گاہ خلق ہے۔ شاہ محمد غوث کے حلقہ ارادت میں لاہور کے بہت سے لوگ داخل ہوئے۔ آپ غوث الاعظم پیران پیر دستگیر کی اولاد سے تھے۔ آپ کے معتقد پشاور سے لاہور تک پھیلے ہوئے ہیں جہاں اب آپ کا لاہور میں مزار ہے وہاں اورنگ زیب کے عہد میں اسکے صوبیدار فدائی خاں کوکہ کا شاندار محل تھا۔ اس نے قلعہ لاہور کے مقابل بادشاہی مسجد بنوائی تھی۔

شاہ محمد غوث کا شاندار مؤلفہ رسالہ غوثیہ ہے۔ اس میں آپ نے حضرت میاں میر اور دوسرے بزرگوں کا حال لکھا ہے۔

جج صاحب موصوف نے اسکے بعد حضرت شاہ محمد غوث مذکورۃ الصدر کرامت کا ذکر کیا ہے جو کنور نونہال سنگھ کے حسب تجویز مسٹر الرڈ (مفتی صاحب نے نام کچھ اور لکھا ہے) لاہور کے مضافات کو اشجار و عمارات سے صاف کرنے اور میدان بنانے کے متعلق ہے

Marfat.com

اور جس کا نتیجہ نونہال سنگھ اور میاں اودھم سنگھ پسر راجہ گلاب سنگھ کی موت نکلا جو روشنائی دروازہ کی دیوار سے ۱۸۴۰ء میں پتھر گرنے سے (نہ قلعہ کی دیوار سے) کچلے گئے اور حضرت شاہ محمد کا مزار انہدام سے محفوظ رہا۔

نج محمد لطیف صاحب نے اولیاء اللہ کی شان میں یہ حدیث مع ترجمہ نقل کی ہے۔

اَنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

بالتحقیق اللہ کے اولیاء نہیں مرتے۔ وہ ہمیشہ زندہ ہیں مگر تم نہیں سمجھتے۔

آپ نے تاریخ وفات وہی دی ہے جو اوپر مذکور ہوئی اور سالانہ میلے کا بھی ذکر کیا ہے جو بتقریب عرس ۱۷ ربیع الاول کو منعقد ہوتا ہے [1]

سید عبد القادر المشہور بہ شاہ گدا گیلانی قدس سرہٗ

سید عبد القادر بن سید عمر بن حاجی محمد ہاشم قدس سرہٗ یگانۂ روزگار اور احسن الخالقین کی صنعت کا نادر نمونہ تھے۔ آپ شریعت اور طریقت کے جامع، اسرارِ حقیقت سے واقف اور معرفت کے بلند پرواز شہباز تھے۔ عہد طفولیت سے وصال تک عمر ریاضت و مجاہدہ میں بسر کی۔ آپ کو شکار کا بڑا شوق تھا۔ خدا نے آپ کو جسمی توانائی بھی بہت عطا کی تھی۔

شیر پر دلیر ایک دن شیر سے مقابلہ آ پڑا تو آپ دو گھڑی تک اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر کھڑے رہے اور شیر اس قدر دلیر ہونے کے باوجود حرکت نہ کر سکا۔ آخر آپ نے اس شدت سے اُسے جھنجوڑا کہ اس کے ہاتھوں کے جوڑ الگ ہو گئے۔ آپ اکثر دریائے راوی کے ساحل پر واقع (گورستان) میں رات بھر مصروفِ عبادت

---

[1] حضرت شاہ محمد غوث کے مکمل حالات کے لیے پیر صاحب کا رسالہ حیات شاہ محمد غوث ملاحظہ ہو۔ (قسیم افضل)

Marfat.com

رہتے تھے اور چند دانے جو سے روزہ کھولتے اور آپ کا کھانا صرف دو لقمے ہوتا۔

پیران طریقت تمام دن بیماروں کے علاج میں صرف فرماتے۔ بچپن میں سید عبداللہ مکی سے جو دریا کے کنارے رہتے تھے فیض حاصل کیا جب وہ مکے چلے تو آپ کو سید عبدالرحمٰن کے سپرد کر گئے۔ اور جب انہوں نے وفات پائی تو آپ سید محمد بن سید علاؤ الدین حسینی مکین ڈھل محلہ لاہور کی خدمت میں، جو عالم باعمل، شیخ کامل اور ولی مکمل تھے حاضر ہوئے اور جواہر خمسہ، سراج السالکین اور علم جفر و تکسیر کی نذر گزرانی۔ سید محمد بن علاء الدین کا مزار محلہ کاغذ کو باں میں بنام سید میر موجود اور مشہور ہے۔ سید محمد مرید تھے۔ شیخ عبداللہ کے جو سراج السالکین کے مؤلف ہیں۔ اور یہ مرید اور شاگرد تھے شاہ محمد غوث گوالیاری مصنف جواہر خمسہ کے۔

اُستاد طب وغیرہ سید عبدالقادر موصوف نے علم طب شاہ عبدالرسول زنجانی لاہوری سے حاصل کیا اور علوم تفسیر و حدیث و فقہ کی سند اپنے خالِ باکمال سید اسماعیل گیلانی بن قاسم بن سید صوفی علی سے لی اور قادری سلسلہ کا خرقہ اپنے والدِ بزرگوار سید عمر سے پہنا۔ کتاب کشف الاسرار خرد اور کشف الاسرار بزرگ آپ کی تالیف و تصنیف ہیں۔ علاوہ ان کے رسالہ اسرار الکتمانی بھی علم حقائق اور دقائق پر مشتمل آپ کا مؤلفہ ہے۔

ہمعصر بزرگ سید محمد یار مجذوب۔ حافظ بلاقی اور محمد خاں آپ کے ہمعصر اور ہم جلیس اور مصاحب تھے۔

وفات: سید عبدالقادر بروز جمعہ ۲ ذوالحجہ ایک گھڑی دن چڑھے ۹۶۳ھ کو پیدا اور بروز شنبہ ۱۷ ۱۰۵۴ھ فوت ہوئے صاحب شجرۃ الانوار نے مصرع "آہ رفت از دارِ دنیا قطب عہد" سے تاریخ رحلت نکالی ہے اور مفتی صاحب نے ؎

شاہ عالم شیخ عبدالقادر است ... میر اکبر پیشوا و رہنما!

Marfat.com

شد عیاں تولید "صابر حق پرست" ۱۰۶۳ھ باز فرما "مرشد دیں مجتبیٰ" ۱۰۶۳ھ!

ارتحالش بگو "عالی مرتبت" ۱۱۵۴ھ نیز "مہدی متقی، مقتدا" ۱۱۵۴ھ

سید عبد القادر کے چار بیٹے تھے۔ (۱) سید یوسف شہید (۲) سید محمد غوث۔

(۳) سید اصغر علی مؤلف کتاب شجرۃ الانوار (۶) (۴) سید ابو صالح۔

ہاتف غیبم بگفتا بہر سال عیسوی نامیا با نام او گو "واقف اسرار رفت"

عبد القادر ۱۲ھ + ۱۳۲۹ = ۱۷۴۱ء

شیخ محمد سلطان لاہوری قدس سرہٗ

شیخ محمد سلطان المشہور بہ مرگ بینی یعنی آہو چشم مجذوبوں میں سالک اور سالکوں میں مجذوب صاحب جذب و سکر اور عشق و محبت تھے۔ آپ قادری خاندان میں شیخ سعدی شاہ کے مرید تھے۔ یہ شیخ عاقل شاہ کے۔ یہ ملا شاہ کے۔ یہ خادم علی شاہ کے۔ یہ سلیمان شاہ کے۔ یہ خادم نور جمال دہلوی کے۔ یہ شیخ محمد شفیع سدھوری کے۔ شیخ محمد حیات کے۔ اور یہ مرید حضرت شاہ قمیص گیلانی قادری کے۔ یہ شیخ محمد سلطان اپنے مرشد سے فیض حاصل کر کے کمال کو پہنچے۔ آپ کے مرشد نے آپ کی خوبصورت آنکھوں کی وجہ سے آپ کو مرگ بینی کا خطاب دیا۔

آپ ۹ شوال ۱۱۵۸ھ (مطابق ۲۴ / اکتوبر ۱۷۴۵ء) کو فوت ہوئے۔ مزار مبارک لاہور میں ہے شاہ نواز خان صوبہ دار لاہور نے آپ کا مزار تعمیر کیا۔ منظوم تاریخ ؎

چو سلطان دنیا و دیں بادشاہ ز دنیائے دوں شد بملک جناں

وصالش شدہ روشن از "نور بخش" ۱۱۵۸ھ دگر "شیخ سلطان محمود" ۱۱۵۸ھ خواں (سرور)

اگر عیسوی سال پرسی زمن بگویم "سخن فہم شیخ" است سال ۱۷۴۵ء

Marfat.com

شیخ محمد عظیم قادری قدس سرہٗ

شیخ محمد عظیم قادری، سید شاہ مقیم محکم الدین حجرہ والے پیر صاحب کی اولاد سے جامع کمالاتِ ظاہری اور باطنی تھے۔ آپ کی سکونت دریائے راوی کے پار واقع کوٹ بیگم میں تھی۔ وہیں طالبان حق کو فائز المرام کرتے تھے۔

جب کابلی افغانوں کی تاخت و تاراج لاہور میں شروع ہوئی تو کوٹ بیگم کے اردگرد کے گاؤں کے زمینداروں نے آکر عرض کیا کہ لاہور اور اسکے مضافات کے باشندے افغانوں کی غارتگری کے خوف سے اپنے مال و متاع اور متعلقین کو لے کر بھاگ رہے ہیں اس لئے ہمیں جو آپ حکم دیں اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

جائے امان بیگم کوٹ

فرمایا کہ جو کوئی کوٹ بیگم میں آئے گا وہ محفوظ رہیگا۔ چنانچہ لوگ اپنے مواضعات سے نکل کر اس گاؤں میں آجمع ہوئے۔ افغانوں نے لاہور اور اس کے گرد لوٹ مار مچادی مگر بیگم کوٹ کا رُخ نہ کیا۔

آپ ۱۱۸۱ھ/۱۷۶۷ء میں فوت ہوئے۔ اسی سال احمد شاہ ابدالی نے پنجاب پر آٹھواں حملہ کیا۔ لاہور کے بھنگی سردار پنجوار کی طرف بھاگ گئے۔ چونکہ ابدالی کو کوئی لائق آدمی نہ ملا جو ملک کا نظم و نسق سنبھال سکے۔ اس لئے اُس نے مجبوراً لہنا سنگھ کو بلایا اور اسے لاہور کا قبضہ دے دیا اور خود کابل کو لوٹ گیا جہاں چھ برس بعد فوت ہوگیا۔ (محمد لطیف ص ۲۷۹)

ابدالی کے بعد بھنگی سردار تیس برس تک اطمینان سے حکومت کرتے رہے جس میں احمد شاہ کے پوتے شاہ زمان بن تیمور شاہ کے ۱۲۱۱ھ/۱۷۹۷ء میں حملہ کرنے سے خلل پڑا۔ یہی وہ سال ہے جس میں پیر مراد شاہ نے لاہور میں قصہ چار درویش دبسال "غریب" بنام مراد المجبین۔ زمان شاہ کے لوٹ مار کر واپس چلے جانے کے بعد نظم کرنا شروع کیا۔ کیونکہ آپ نے اسکے جانے کی تاریخ "ناگہاں شاہِ زماں رفت" نکالی ہے بات یہ ہے کہ ۱۲۱۱ھ

Marfat.com

کا آغاز ۷ جولائی ۱۷۹۶ء کو ہوا اور اختتام ۲۵ جون ۱۷۹۷ء کو۔

منظوم تاریخ رحلت شیخ موصوف :

رفت چوں زیں دہر بخلد بریں! | مرد خدا پاک محمد عظیم
گشت بتاریخ وصالش عیاں | "اہل ہُدا پاک محمد عظیم" ۱۱۸۱ھ
بتاریخش چو ہاتف گشت ناجی | بنامش گفت "رحمت باد نامی" ۶۵۵ = ۱۱۶۷ھ
محمد عظیم ۱۱۱۲

حضرت شاہ سردار قادری قُدس سرّہٗ

حضرت شاہ سردار قادری، مصاحب خان کلاں قادری کے کامل مریدوں میں سے ہیں جنہوں نے حضرت شاہ میر سجادہ نشین حضرات حجرہ سے خلافت پائی۔ شاہ سردار اپنے پیر موصوف سے خلافت پا کر کمال کو پہنچے اور علوم ظاہری و باطنی اور فقہ و حدیث و تفسیر میں یگانۂ آفاق ہوئے۔ پیروں کے حکم سے موضع بابکوال ہیں، جو اب شاہدرہ نارووال لائن پر دوسرا اسٹیشن ہے اور مڈل اسکول قائم۔ سکونت اختیار کی اور علم و معرفت کا سلسلہ شروع کیا۔ جب احمد شاہ درانی نے پنجاب میں تاخت و تاراج کا سلسلہ شروع کیا تو موضع بابکوال اور اس کے گرد و نواح کے دیہات کے لوگ آ کر ملتمس ہوئے کہ دعا فرمائیں کہ ہم درانی کی لوٹ مار سے محفوظ رہیں۔

برکتِ چادر آپ نے اپنے دوش مبارک سے چادر اتار کر عطا کی کہ اپنے اپنے گاؤں کے گرد اسے پھرائیں۔ چنانچہ جن جن گاؤں والوں نے آپ کے ارشاد کے مطابق عمل کیا وہ غارتگری سے محفوظ رہے۔

آپ کی وفات ۱۱۸۴ھ/۱۷۷۰ء میں واقع ہوئی۔ بابکوال میں مزار زیارت گاہ خلق ہے۔

نوٹ :- جب شاہدرہ نارووال ریلوے تیار نہیں ہوئی تھی ہم لاہور سے رتنہ پیراں جاتے

Marfat.com

ہوئے باکھوال سے گزرتے تھے۔ اُس وقت آنجناب کا حال نہ پڑھا تھا کہ مزار دریافت کر کے فاتحہ پڑھتے۔ تاریخ منظوم ؎

شاہ سردار آں ولی متقی! | شد چو از دنیا، بجنت جست راہ
گشت روشن از خرد "خورشید دیں" ۱۱۸۴ | سال وصل شاہ ہمچو مہر و ماہ
باز کن تحریر وصل آں جناب | "سید ہادی پیشوا سردار شاہ" ۱۱۸۴ (سرور)
ابن عابد سال فوت دیں پناہ | گفت "با خلق و کرم سردار شاہ" ۱۷۷۰ (نامی)

صاحب خان خرد لاہوری قدس سرہٗ

آپ سید سردار شاہ موصوف کے کامل خلیفہ تھے۔ عالم با عمل اور زہد و تقویٰ میں شہرۂ آفاق۔ چھ برس بعد پیر روشن ضمیر ہدایت خلق میں مشغول رہے اور پانچ سو اشخاص کو حفظ قرآن کی نعمت سے متمتع کیا۔ ۱۱۹۰ھ / ۱۷۷۶ء میں فوت ہو کر موضع مذکور (باکھوال) میں دفن ہوئے۔ تاریخ منظوم ؎

رفت چوں از جہاں صاحب خاں | شد بفضل خدا بخلد مقیم
گفت تاریخ رحلتش سرور | "زندہ دل مہرباں صاحب خاں" ۱۱۹۰ھ

اور عیسوی تاریخ "زینت دلبستان صاحب خان" ۱۷۷۶ء سے برآمد ہوتی ہے۔ یہ وقت تھا جب لاہور میں ابدالی کی عطا کردہ بھنگی سرداروں کی حکومت تھی۔ اور دہلی میں خاندان مغلیہ کا پندرہواں ۱۵ بادشاہ شاہ عالم جلال الدین حکمران تھا۔

Marfat.com

شیخ جان محمد قادری لاہوری قدس سرہٗ

آپ حضرت مصاحب خان خرد کے خلیفہ ہیں۔ بڑے باکمال صاحب کرامت بزرگ تھے۔ مرشد علیہ الرحمۃ کے بعد سجادہ نشین ہوئے اور ہدایت خلق میں مشغول۔

کرامت عصا جب مغلیہ خاندان کمزور ہوگیا اور کوئی بارعب حاکم نہ رہا، چوروں اور لٹیروں نے لوٹ مار شروع کردی تو باکوال اور مضافاتی مواضع کے زمینداروں نے ان سے استغاثہ کیا کہ بلائے رہزنوں اور سارقوں سے بچاؤ کی کوئی تدبیر فرمائیں تو آپ نے اپنا خاص عصا عطا فرما کر کہا کہ اپنے اپنے گاؤں کے گرد اس سے خط کھینچ دو۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی چور چکار داخل نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

آپ ۱۲۰۶ھ / ۱۷۹۲ء میں واصل بحق ہوئے۔ مزار موضع باکوال مذکور میں زیارت گاہ ہے۔ منظوم تاریخ رحلت ہے

زدنیا شد چو در خلد معلیٰ
شہ عالم ولی جان محمد

وصال او زشیخ رہنما جو
دگر فرما ولی غنی جان محمد ۱۲۰۶ھ (سرور)

تاریخ وصالش نامی گفتا
"جان محمد خوش خلقے" ۱۷۹۲ء

شیخ عبداللہ شاہ بلوچ لاہوری قادری قدس سرہٗ

شیخ موصوف، قادری خاندان میں شیخ شرف الدین قادری پانی پتی کے مرید تھے اور آپ کا سلسلۂ ارادت چار واسطوں سے حضرت میاں میر لاہوری سے ملتا ہے شیخ عبداللہ عابد و زاہد اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ مزنگ کے محلہ پیر عزیز میں سکونت تھی۔

Marfat.com

شروع میں ساربانی پیشہ تھا۔ اس سے بہت سا مال جمع کر لیا تھا۔ جب جاذب حقیقی نے اپنی طرف کھینچا اور جو مال جمع تھا اُس سے مزنگ کے پاس کوٹ عبداللہ آباد کیا اور شیخ شرف الدین کے مرید ہو کر تکمیل کو پہنچے۔ جب صاحب اجازت ہوئے تو خلق کثیر کو راہِ حق کی طرف رہنمائی کی۔

شعبدہ گر کی توبہ

ایک شخص نے عمل سے ایک جن کو مسخر کیا ہُوا تھا اور اسے حکم دے کر زمین نے نیچے چھپا کر جو چاہتا۔ کہلواتا۔ مشہور ہو گیا تھا کہ یہ شخص صاحب کرامت ہے اور قبر میں مردہ کو زندہ کر کے گویا کرتا ہے۔ چنانچہ اس شعبدہ سے اُس نے لاہور کے بہت سے جاہلوں کو اپنا مرید بنا لیا تھا اور جو کوئی اپنے کسی مردہ سے کچھ سُننا چاہتا یہ اس کی قبر پر جا کر جن کی زبانی باتیں کرتا۔ آخر وہ ایک دن عبداللہ شاہ کے پاس آیا اور کہا اے فقیر تو نے بہت سی خلقت کو اپنا مرید بنا لیا ہے۔ اور مشیخیت کی دوکان گرم کر رکھی ہے اگر مجھے بہت سا مال دے تو میں چپ رہوں نہیں تو تری دوکان سرد کر دوں گا۔ اور کوئی انسان ترے نزدیک نہ آئے گا۔ عبداللہ شاہ یہ سُن کر مُسکرائے اور اپنے خادم شیخ فیض کو حکم دیا کہ اسے دس روپیہ دے کر رخصت کر دو۔ کیونکہ کُتے کا منہ لقمہ سے بند کر دینا ہی اچھا ہے چنانچہ شیخ فیض نے اسے دس روپیہ پیش کر دئے۔ مگر اس نے نہ لئے اور زبان درازی پر اتر آیا اور کہا کہ اگر تجھ کو فقیری کا دعویٰ ہے تو کوئی کرامت دکھا، یا مجھ سے دیکھ اور مرید بن جا۔ میں سو سال کے مردے کو گویا کر سکتا ہوں۔ اور یہ مسیحائی کرامت مجھ سے کئی بار ظاہر ہو چکی ہے۔ آخر عبداللہ اسے لے کر گورستانِ میانی میں تشریف لے گئے اور ایک قبر پر نشان لگا کر کہا کہ اگر اس قبر کا مدفون بول کر اپنا حال بتائے تو میں تیرا مرید ہو جاؤں گا۔ چنانچہ اُس شعبدہ باز نے اُس قبر پر کھڑے ہو کر کہا۔ یاسین۔ تو اندر سے آواز آئی۔ والقرآن الحکیم۔ پھر عبداللہ شاہ سے کہا کہ قبر والا مردہ زندہ ہو گیا ہے اب

Marfat.com

اس سے جو پوچھنا ہے پوچھ لے۔ وہ جواب دے گا۔ یہ سُن کر عبداللہ شاہ نے پائے مبارک زمین پر مار کر فرمایا کہ جس شخص کو اس آدمی نے زمین میں داخل کیا ہے۔ وہ باہر نکل آئے۔ اُس وقت ایک چودہ برس کا لڑکا نکل کر سامنے آگیا۔ آپ نے پوچھا تو کون ہے۔ اُس نے عرض کی کہ میں کویت کے جنوں سے ایک جن ہوں اور چند برس سے اس شخص کی قید میں ہوں اور اس کے حکم سے زمین کے نیچے جا کر جو وہ کہتا ہے وہی کلام کرتا ہوں۔ عبداللہ شاہ نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے حکم سے تجھے آزاد کیا اور اس بدعمل کا عمل بھی باطل کر دیا۔ اسی وقت وہ جن غائب ہو گیا۔ پھر عبداللہ شاہ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا۔ یٰسین تو سارے گورستان سے آواز آئی والقرآن الحکیم۔ اس کے بعد اُس شخص سے کہا کہ اب جس صاحب قبر سے جو چاہو اس کا حال پوچھ لو۔ اس واقعہ پر حاضرین سے نعرہ تحسین بلند ہوا اور وہ شعبدہ باز شرمندہ ہو کر اپنے بدعمل سے تائب اور مرید ہو گیا۔

شیخ مراد بخش فرزند شیخ فیض بخش قریشی سے روایت ہے کہ میں لڑکپن میں عبداللہ شاہ سے قرآن پڑھتا تھا کہ لاہور کا ایک ہندو حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا کہ میں علم کیمیا کا شائق ہوں اور اس کے لئے کئی سال خرچ کئے ہیں مگر کامیاب نہیں ہوا۔ پتہ نہیں چلا کہ فی الحقیقت یہ علم ہے بھی کہ نہیں۔ اگر آپ میری تسلی فرما دیں تو عین مہربانی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا۔ ایک پیسے کا سم الفار اور گندھک لاؤ اور ایک روپیہ بھی۔ چنانچہ وہ جا کر سب چیزیں لے آیا۔ پس عبداللہ شاہ نے مجھے (مراد شاہ) کو فرمایا کہ جس مٹی کے پیالے میں ہم کھانا کھاتے ہیں وہ لے آؤ اور تانبے کے پیسے اس میں ڈال کر سم الفار اور گندھک بھی شامل کر دو۔ اوپر کوٹلے بھر کر آگ دے دو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب پیسے سُرخ ہو گئے تو آپ نے چمٹے سے باہر نکلے اور زمین پر دھرائے اور اُس ہندو سے فرمایا کہ انہیں کوٹو۔ جب سیاہ پردہ دور ہو گیا تو زرِ سُرخ نکل

Marfat.com

آیا۔ وہ شخص یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور اسلام کی سچائی کا مقر ہو کر مرید بن گیا۔ شیخ عمر بخش کا بیان ہے کہ میں اُس وقت دس برس کی عمر کا تھا۔ میرے دل میں بھی کیمیا کا شوق چرایا اور جانا کہ یہ عمل تو آسان ہے۔ چنانچہ رات گھر جا کر وہی اشیاء (جیسے سم الفار اور گندھک) خریدیں اور سب کچھ ایک برتن میں ڈال کر آگ دی۔ سُرخ ہونے پر ایک پیسہ نکالا تو دیکھا کہ وہ بھی بھسم اور ناکارہ ہے۔ اس پر میں بہت پشیمان ہوا اور بات چھپا رکھی۔ جب صبح آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سبق پڑھنے لگا تو آپ نے تبسّم فرما کر کہا کہ رات تم نے اپنے گھر کیمیا گری کی اور ماہر ہونا چاہا۔ انشاء اللہ تعالیٰ چند سال میں تمہیں ایسی کیمیا گری سکھاؤں گا کہ اس کیمیا گری کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھو گے۔

خلفائے عبد اللہ شاہ

آپ کے اکمل مریدوں میں سے ایک تو امام غلام محمد المشہور گاموں امام مسجد نواب وزیر خان تھے۔ دوسرے حافظ اللہ یار پشاوری۔ ان کو آپ نے ایمائے ربانی سے خود پشاور جا کر مرید کیا جو کمال کو پہنچے۔ تیسرے شیخ فیض بخش قریشی خزینۃ الاصفیاء کے مؤلف کے پدر جدّ مادری جو آپ کے خادم خاص اور مرید خاص الخاص تھے اور رات دن حاضر خدمت رہے۔ انکا مزار بھی روضۂ عبد اللہ شاہ کے متصل ہے اور تھے بھی عالم عامل اور فقیر کامل۔

مفتی غلام سرور مرحوم کے بزرگ

آنجناب (شیخ فیض بخش) کی نسبت آبائی بھی چند درمیانی واسطہ سے مفتی کمال الدین جدّ مؤلف سرور سے یوں ملحق ہے کہ شیخ فیض بخش بن شیخ اعظم بن شیخ مفتی محمد اکرم بن مفتی محمد مکرم بن شیخ محمد اکبر بن مولانا مفتی کمال الدین قریشی لاہوری۔ جب شیخ فیض بخش فوت ہوئے تو شیخ امام بخش مؤلف کے جدّ مادری اور ان کے بھائی مراد بخش زندہ تھے اور شیخ امام بخش قرآن لکھ کر معاش پیدا کرتے تھے اور ہر روز ایک جزو لکھنا معمول تھا۔ ایک

Marfat.com

مہینے میں ختم اور ہدیہ کر کے اہل و عیال کے لئے حلال روزی پیدا کرتے تھے۔ اب میرے ماموں زاد بھائی یعنی شیخ کریم بخش ولد امام بخش بن فیض بخش کے بیٹے امیر بخش اور مہر بخش لاہور میں موجود ہیں (یعنی ۱۲۸۰ھ میں) خدا تعالیٰ سلامت رکھے۔

حضرت عبداللہ شاہ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۲۱۲ھ (جس سال پیر مراد شاہ نے اپنے دیوان خانہ واقع محلہ کھاری کھوئی گزر چوک مانک لاہور میں کتاب مراد المحبین، قصہ چہار درویش، نظم کرنا شروع کیا۔ ناحیؔ) واصل بحق ہوئے۔

آپ کا قطعہ تاریخ وفات شیخ فیض بخش نے یہ لکھا ہے

چو عبداللہ شاہ مرد عجیب ۔۔۔ شد ز دنیا بسوئے دوست قریب
جستم از دل چو سال تاریخش ۔۔۔ گفت ہاتف بگوش ہوش "غریب"
رفت چوں از جہاں بخلد بریں ۔۔۔ شیخ عالی مکرم عبداللہ ۱۲۱۲ھ از مؤلف
رحلتش صاحب ظہور بگو! ۔۔۔ نیز "مہدیٔ اعظم عبداللہ"
چو عبداللہ پیر جہاں گیر دیں ۔۔۔ ز دنیائے دوں شد بدار القرار ایضاً
چو بود اختیارش بہر دو جہاں ۔۔۔ بہ وصلش بکن اختیار "اختیار"

ناحیؔ نے "شیخ عبداللہ خلد مکان" سے تاریخ مطابق ۱۲۱۲ھ ۱۷۹۷ء نکالی ہے۔

مقبرے کا پتہ جج عبداللطیف مرحوم تاریخ لاہور ص ۱۹۶ میں رقم طراز ہیں کہ شیخ عبداللہ بلوچ کا مقبرہ مزنگ[1] کے شمال مغربی گوشے میں واقع ہے اسے چار دیواری محیط ہے۔ موجودہ گنبد سردار خاں بلوچ نمبردار مزنگ نے

---

[1] مزنگ کی وجہ تسمیہ جج صاحب موصوف نے ص ۹۳ میں یہ بتائی ہے کہ یہاں ایک شخص پیر عزیز افغان نے جسکے قوم کی گوت مزنگ تھی یہاں ایک محلہ آباد کیا تھا بنام محلہ پیر عزیز جو بعد ازاں بنام مزنگ مشہور ہوا۔ پیر عزیز کے مزار کے متعلق بتایا ہے کہ وہ خستہ حالت میں مزنگ کے جنوب میں واقع ہے۔

Marfat.com

۱۲۷۵ھ/۱۸۵۸ء میں تعمیر کیا تھا۔ اسی نے اس کے نزدیک ایک وسیع مسجد بھی بنوائی۔ ارادہ چار بلند مینار بنانے کا تھا مگر دو بنے تھے کہ وہ فوت ہو گیا۔ مسجد ایک نمایاں عمارت ہے اور کافی فاصلے سے اس کے مینار دکھائی دیتے ہیں۔

عبداللہ شاہ نے سنہ حاکمان شہر (سکھ) کے عہد میں عروج پایا۔ انہوں نے مزنگ سے جانب مغرب ایک نیا موضع آباد کیا جو ان کے نام پر کوٹ عبداللہ شاہ مشہور ہے۔ آپ پنجابی زبان کے شاعر تھے ان کے شعر لوگوں کو اب تک زبانی یاد ہیں۔ آپ تعلیم یافتہ شخص تھے ۱۲۱۲ھ/۱۷۹۷ء میں فوت ہوئے۔

سیّد شادی شاہ قادری لاہوری قدس سرہٗ

سیّد شادی شاہ موصوف بے نظیر فقیر تارک الدنیا اور نمونۂ اخلاقِ محمدی تھے۔ پہلے علاقہ گجرات کے گاؤں لکھووال میں سکونت رکھتے تھے حضرت علی مخدوم گنج بخش لاہوری کے مزار پر چلہ کشی کے لئے لاہور آئے اور ایمائے باطنی سے یہیں مقیم ہو کر عبادت حق میں مشغول رہے۔ اور بہت سے اہلِ لاہور ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ آخر ۱۲۲۱ھ/۱۸۰۶ء میں دارِ فانی سے ملکِ جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔ منظوم تاریخ ؎

چو از روئے زمین مانند خورشید — نہاں شد میر شادی شاہ فردوس

بتاریخ وصال آں شہِ دیں — عیاں شد "میر شادی شاہ فردوس" (سرور) ۱۲۲۱ھ

جو ہو مطلب تم کو عیسوی سال — سنو ناؔمی سے "خضرِ راہ" تاریخ ۱۸۰۶ھ

Marfat.com

شاہ سردار قادری قدس سرہٗ

بزرگ موصوف جان محمد قادری کے خلیفہ اور شاگرد تھے۔ بڑے بزرگ۔ عابد۔ زاہد اور متبرک۔ ریاضت و زہد و تقویٰ میں لاثانی تھے اور اپنے پیر کی وفات کے بعد طالبانِ حق کی تدریس اور تلقین میں مصروف ہوئے اور آپ سے بہت سی کرامات بے انتہا ظاہر ہوئیں۔ آپ کے والدین قوم افغان سے کابل میں سکونت رکھتے تھے۔ آپ بھی وہیں پیدا ہوئے اور پرورش پائی۔ جب جوان ہوئے تو ماں باپ نے نکاح کی تجویز کی اور دن بھی مقرر کر لئے مگر دو دن بیاہ میں باقی تھے۔ تو آپ بے اختیار جذب حقیقی کے جذب سے شوق کے گھوڑے پر سوار ہو کر کابل سے نکلے۔ پشاور پہنچے اور مرشد طریقت کی تلاش میں بہت سے مشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر وہاں آپ کی تسلی نہ ہوئی۔ آخر لاہور کی طرف روانہ ہوئے اور موضع باگھوال پہنچ کر حضرت جان محمد قادری کی خدمت میں شرف یاب ہوئے۔ پہلے آپ نے علوم ظاہری حاصل کئے اور پھر طریقت کا راستہ اختیار کر کے پیر روشن ضمیر سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ بعد ازاں صدر الدین مقیم شاہی سے فیض کامل اور فائدہ تام حاصل کیا۔ اور زہد و ریاضت میں مصروف ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہر روز گندم پشاور شاہدرہ کی منڈی سے سر پر اٹھا کر لاہور جا کر بیچتے اور جو کچھ نقد یا غلہ مزدوری میں ملتا۔ اس سے وہ اپنے گزارہ کے مطابق رکھ کر باقی خانقاہ کے درویشوں اور غریب طالب علموں کو دے دیتے۔ اور کبھی آج کی کمائی کل کے لئے باقی نہ رکھتے۔ اور اکثر اوقات شاہدرہ میں رہتے۔

ایک دفعہ سید قطب الدین بن سید صدر الدین گیلانی مقیم شاہی حجرہ سے شاہدرہ تشریف لائے اور دونوں ہمراہ ایک جگہ مل کر بیٹھے۔ اثنائے گفتگو میں سید قطب الدین نے فرمایا کہ اس سال عادت کے خلاف ہم خربوزے پکنے کے موسم میں شاہدرہ نہیں

Marfat.com

آئے اگر وہ موسم ہوتا تو شاہدرہ کے خربوزے کھاتے۔ یہ سن کر حضرت شاہ سردار مجلس سے اُٹھے اپنے حجرے کے اوپر جو مسجد کے دروازے پر تھا تشریف لے گئے اور وہاں سے بڑے عمدہ، خوش رنگ، خوشبو، خوش ذائقہ دو خربوزے لکڑی کے ٹرے پر رکھ کر لے آئے۔ عرض کیا۔ کہ اگرچہ خربوزے پکنے کا وقت نہیں ہے مگر کونسی چیز ہے جو اللہ کے فقیر کے پاس نہیں۔ یہ بات سُن کر شیخ قطب الدین بہت خوش ہوئے اور دونوں خربوزوں کو اپنے ہاتھ سے چیر کر کچھ خود تناول کیا اور باقی حاضرین میں تقسیم کر دیا اور فرمایا کہ یہ بہشتی میوہ شاہ سردار کے وسیلے سے ہم نے تناول کیا۔

وفات:۔ شاہ سردار کی وفات ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء میں واقع ہوئی اور مزار بابکوال میں ہے۔

منظوم تاریخ ؎

رفت اندر دنیا چو در خلد بریں — آن شہ جن و بشر سردار شاہ (سرور)

سال ترحیل وصال آں جناب — وان ولی راہبر سردار شاہ (ناحی) ۱۲۲۵ھ

جو تاریخ پوچھیں تو ناحی کہو — کہ ”سردار شاہ مطلع فیض“ ہے ۱۸۱۰ء

سیّد علی شاہ قادری لاہوری قدس سرہٗ

بزرگ موصوف گیلانی سیّد ہیں۔ اور آپ نے احمد آباد دکن سے ۱۲۱۷ھ میں لاہور آ کر دریائے راوی کے کنارے بیلے میں قیام کیا اور اپنے لئے مختصر سی جگہ تجویز کی۔ اور خلقت کی ہدایت میں مشغول ہو گئے۔

ایک دفعہ دریا میں اتنی طغیانی آئی کہ پانی شہر لاہور کی فصیل تک پہنچ گیا۔ اور آپ کی خانقاہ گر گئی۔ اور رنجیت سنگھ حاکم لاہور نے آپ کو لانے کے لئے کشتی بھیجی تاکہ آپ غرقابی کے صدمے سے محفوظ رہیں۔ مگر آپ نے قبول نہ کیا۔ اور فرمایا کہ

Marfat.com

خدا حافظ و ناصر ہے۔ میں نے اس سے دعا کی ہے کہ دریا کا پانی بارشوں کے موسم کے سوا یہاں نہ آئے پس اسی طرح واقع ہوا۔ اور دریا وہاں سے دور چلا گیا۔ اور ادھر موسم برسات کے سوا کبھی پانی نہ آیا۔

آپ کا شجرۂ طریقت حضرت غوث الاعظم تک اس طرح پہنچتا ہے کہ سیّد علی مرید پیر غازی کے۔ یہ مرید شاہ اعظم کے۔ یہ مرید شاہ اکرم کے۔ یہ مرید شاہ خلیل کے۔ یہ مرید شاہ منا کے۔ یہ مرید شاہ مصطفیٰ کے۔ یہ مرید شاہ میاں جی کے۔ یہ مرید سیّد پیر کے۔ یہ مرید شاہ کرم علی کے۔ یہ مرید شاہ مسعود کے اور یہ مرید شیخ نور محمد کے۔ یہ مرید شیخ احمد کے۔ یہ مرید شیخ صوفی کے۔ یہ مرید شیخ رحمت اللہ کے۔ یہ مرید شیخ فضل اللہ کے۔ یہ مرید سیّد عبدالوہاب کے۔ اور یہ مرید اپنے والدِ ماجد حضرت غوث الاعظم کے تھے۔

وفات :- آپ کی وفات ۱۲۲۷ھ/۱۸۱۲ء میں ہوئی۔ مزارِ مقدس لاہور جھنگی چراغ شاہ میں ہے۔ جو آپ کے مرید اور سجادہ نشین تھے۔

تاریخ منظوم ؎

رفت زیں دنیائے دون فانی چوں در ملکِ بہشت
حضرتِ سیّد علی شاہِ زمان شیخ زماں
رحلتش "سیّد علی نور زمن مخدوم" گو (سرور)
"فضل نورانی" بداں ہم "شیخ نورانی" بخوان
۱۲۲۷ھ ۱۲۲۷ھ

ایضاً

زدنیا بدار البقا رخت بست — چو سیّد علی آن ولی متقی
بتاریخ ترحیلِ آں شاہِ دین — بخواں "مجمع فیض سیّد علی" ۱۲۲۷ھ
وہ خوش خوش تھے ناؔمی! جہاں سے گئے — تو "خوش خوش" ہی تاریخ ان کی ہے خوب
۱۸۱۲ء

Marfat.com

حضرت شاہ غلام نبی قدس سرہٗ

حضرت شاہ غلام نبی بن محمود بن محمد عظیم رحمۃ اللہ علیہم اپنے والد ماجد کے خلیفہ ہیں۔ موسم برسات میں دریائے راوی کی طغیانی شہر لاہور کی فصیل تک جا پہنچی تھی۔ کہ حضرت مخدوم علی گنج بخش ہجویری کا سالانہ عرس آگیا۔ آپ نے اپنے مرید عمرالدین سے کہا کہ آج ہمیں عرس پر جانا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ پانی اس قدر چڑھا ہوا ہے کہ کشتی بھی نہیں چل سکتی۔ فرمایا ان اللہ معنا۔ اللہ بے شک ہمارے ساتھ ہے۔ پس آپ نے موضع کوٹ بیگم سے دریا میں قدم ڈال دیا اور عمردین سے کہا کہ میرے قدم بقدم چلے آؤ۔ اور کچھ اندیشہ نہ کرو۔ آج پانی ہمارے ٹخنوں تک ہے چنانچہ اُس صادق الیقین نے آپ کی تقلید کی اور پانی زانو سے نیچے رہا۔ اور دریا عبور کر کے حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر پہنچ گئے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ ابدال آب و آتش سے بسلامت گزر جاتے ہیں۔

وفات :۔ حضرت شاہ غلام نبی کی ۱۹ محرم ۱۲۴۷ھ (مطابق ۳۰ جون ۱۸۳۱ء) کو ہوئی۔ (مزار غالباً بیگم کوٹ میں ہوگا۔

منظوم تاریخ ؎

رفت زیں دیر چوں بخلد بریں — حاکم دین شاہ غلام نبی (سرور)

گفت بتاریخ وصالش خرد — ”طالب اللہ و غلام نبی“ ۱۲۴۷ھ

ان کی تاریخ فوت اے ناقیؔ — ”خاتم معرفت“ کرو تحریر (ناقیؔ) ۱۸۳۱ء

سیّد قطب الدّین قدس سرہٗ

آپ بخطاب قطب الانام مشہور سید صدر الدین کے فرزند دلبند ہیں۔ صاحب علم و حلم جود و سخا اور اپنے وقت کے قطب اور شاہنشاہِ ولایت تھے۔ آپ میں بے پناہ جذب و استغراق تھا۔ آپ کی نظر میں دنیا اور اہل دنیا کی کوئی قدر نہ تھی۔

جدِّ بزرگوار کے جانشین

ایک دفعہ آپ کے جدّ بزرگوار سیّد عبدالرزاق بیمار ہو گئے۔ جب مرض شدت اختیار کر گیا تو آپ کے والد سیّد صدر الدین نے منت مانی کہ میں اپنے پدر بزرگوار کی صحت یابی کے لئے اپنے بیٹے قطب الدین کو تصدق کر دوں گا۔ ابھی آپ نے بات پوری نہ کہی تھی کہ قطب الدین جن کی عمر اس وقت چودہ ۱۴ برس کی تھی۔ اپنی جگہ سے اُٹھے اور جد بزرگوار کے گرد سات بار طواف کیا اور دادا صاحب کی دستار کو چارپائی سے اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لیا۔ صدر الدین نے جب بیٹے کی یہ حرکت دیکھی تو پشیمان ہوئے مگر اپنے والد ماجد کی برہمیٔ مزاج سے ڈر کر چپ رہے۔ سیّد عبدالرزاق نے فرمایا کہ اے صدر الدین پشیمان ہونے کی کوئی بات نہیں۔ خدا نے تیری نذر قبول کی اور وہ طواف کر کے تصدق ہو گیا۔ اس کے سر پر دستار رکھنے سے اشارہ یہ ہے کہ وہ کسی اور کے توسل کے بغیر میرا جانشین ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا اور بعدِ فوت سیّد صدر الدین ہی سجادہ نشین ہوئے باوجودیکہ سردار علی والد سیّد مددعلی موجود تھے۔ سیّد نعمت علی اور ان کی ہمشیرہ کی مرنے ان کی سجادگی پر اظہار رضامندی کیا۔

کرامتِ عطائے فرزند

محمد شاہ اور احمد شاہ قریشی آپ کے مرید جھنگ سیالاں میں رہتے تھے۔ ان کی ہمشیرہ لاولد تھی۔ لطف اللہ نے حصولِ اولاد کے لئے کوشش کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔

Marfat.com

ایک دفعہ اتفاقاً سید قطب الدین جھنگ تشریف لے گئے تو اُس خاتون نے آ کر آپ کے قدم پکڑ لئے اور کہا میں انہیں نہیں چھوڑوں گی۔ جب تک آپ بشارت فرزند نہ دیں گے آپ نے کچھ تامل کے بعد فرمایا کہ تیری قسمت میں فرزند نہیں لکھا مگر ہمارے ہاں ایک فرزند کا ہونا مقدر ہے۔ ہم نے وہ فرزند تجھے دے دیا۔ یہ مژدہ سُن کر اُس نے قدموں سے ہاتھ اُٹھا لیا۔ چنانچہ نو مہینے بعد اُس ہمشیرہ محمد شاہ اور احمد شاہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ جس کا نام بہادر شاہ رکھا گیا۔

تاریخ ولادت وفات۔ حضرت قطب الدین ۱۱۸۰ھ میں پیدا اور ۶ر جمادی الاخری ۱۲۵۰ھ کو فوت ہوئے۔ (مطابق ۱۰ر اکتوبر ۱۸۳۴ء)

منظوم تاریخ ؎

قطب الاقطاب آں شہ قطب الانام — میر قطب الدین ولیٔ متقی
بہر تاریخش ز چرخ چار میں — طرفہ خورشید بنی شد منجلی
رحلتش "مخدوم نعمت" کن رقم (۱۲۵۰ھ) — نیز "قطب الافضلین کامل ولی" (۱۲۵۰ھ)
"مہر حق بیں زبدہ اخیار" گو (۱۲۵۰) — سرور آیا بہ از وصالش آگہی

نامیا سالِ عیسوی "سر دفتر فیض" کن رقم

نوٹ:۔ آپ کو بعد وفات بیگم کوٹ (متصل لاہور) دفن کیا گیا۔ مگر پھر سید مدد علی شاہ مبارک انہیں نکال کر بمقام حجرہ لے گئے اور وہاں دفن کیا۔

Marfat.com

حضرت شیخ فضل نور نوری رحمۃ اللہ علیہ

مؤذن جامع مسجد دربار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

یہ بزرگ حضرت سید جلال شاہ صاحب گیلانی کے خلیفۂ اعظم و جانشین تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام لال بیگ اور والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ تھا۔ ہوتی مردان کے قریب موضع بغدادہ میں تولد ہوئے جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے چہرے پر فضل کے آثار نمایاں دیکھ کر آپ کا اسم مبارک فضل نور رکھا گیا۔ آپ کو بچپن ہی میں فطرۃً نیک کاموں سے محبت تھی۔ اور والدین کے بڑے خدمت گزار تھے۔ جب آپ جوان ہوئے تو فوج میں بھرتی ہو کر ملک برما میں چلے گئے۔ سات سال تک ملازمت کی۔ پھر راہ حق کا شوق ہوا تو نوکری چھوڑ کر پیروں بزرگوں کی تلاش میں بہت سیر و سفر کئے۔ آخر دربارِ عالیہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ پر حاضر ہوئے۔ حضرت میاں غلام حسن صاحب سجادہ نشین داتا صاحب کی وساطت سے حضرت سید شاہ جلال گیلانی کی بیعت سے سرفراز ہوئے۔ پھر بحکم پیر روشن ضمیر دربار شریف کی خدمت اور جامع مسجد کی اذان دینے پر مقرر ہوئے۔ کنوئیں سے پانی نکال کر نمازیوں کو وضو کرواتے۔ زائرین اور خادموں کی خدمت نہایت اخلاص سے کرتے تھے۔ ہر نماز کے بعد روضۂ مبارک کی زیارت کر کے پھر کوئی دوسرا کام کرتے۔ خزانۂ سرکار داتا صاحب کے کلید بردار بھی آپ ہی تھے۔ جوانی کی عمر میں حاضر دربار ہوئے اور پچاس ساٹھ سال تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ آپ آخری زمانہ میں متقدمین بزرگوں کے اوصاف کا مجسم نمونہ تھے۔ اس زمانہ میں آپ سا عاشق صادق عارف کامل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

کا تابعدار کم ملتا ہے۔ تمام عمر آپ کی عبادت دریاضت اور ترک و تجرید میں گزر گئی۔ ورع تقویٰ مجاہدہ میں آپ نے کمال حاصل کیا۔ تواضع عاجزی انکساری مسکینی آپ پر ختم تھی۔ ترک جاہ و حشم میں لاثانی تھے۔

آپ جیسا زاہد عابد متوکل باللہ صاحب اخلاص دیکھا ہی نہیں۔ تمام عمر درویشی کی حالت میں گزار دی اور دنیا میں رہنے کے لئے کہیں گھر نہیں بنایا۔ خلوت نشینی تنہائی کو پسند فرماتے تھے۔

کرامت

غلام جیلانی ولد شیخ محمد صدیق اور غلام صمدانی ولد شیخ محمد امین لاہوری، دو بھائی ہیں۔ جن میں سے غلام صمدانی کثیر الاولاد ہے۔ اور غلام جیلانی کے ہاں لڑکیوں کے علاوہ اولاد نرینہ نہیں تھی۔ اس بات سے وہ ہر وقت بہت بے چین رہتے۔ سینکڑوں بزرگوں کے پاس حصول مقصد کے لئے گئے اور بہت ہزاروں پر منتیں مانیں۔ لیکن امید بر نہ آئی۔ آخر انہوں نے مؤلف سے اپنی مشکل بیان کی تو میں نے ان کو کہا کہ تم حضور پر نور حضرت بابا صاحب سے کیوں عرض نہیں کرتے۔ آج تمام زمانے میں آپ سا کوئی درویش عارف خدا پرست عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نظر نہیں آتا۔ انہوں نے آپ سے بڑی عاجزی اور کمال انکساری سے عرض کی تو آپ نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو فرزند عطا فرمایا جس کا نام انہوں نے غلام محی الدین رکھا۔ اور اس کی خوشی سے حضور کے حسب الارشاد آپ کے مرشد کامل حضرت سید جلال شاہ گیلانی قادری نوری اور ان کے بزرگان آبائے اجداد حضرت سید عبدالوہاب ثانی اور حضرت سید صالح محمد گیلانی۔ حضرت سید محمد ظریف شاہ۔ حضرت سید عبدالواسع۔ حضرت سید علیہم اللہ کے مزارات پر ایک بڑا عالیشان اور خوشنما گنبد بنوایا ہے جو اب ۱۳۵۱ھ میں چھ ہزار روپیہ کی لاگت سے تیار ہوا ہے۔ قابل دید عمارت ہے۔

Marfat.com

مناقب

تعالےٰ اللہ چہ شانِ فضل نوراست | بہر جا داستانِ فضل نورست
کلید گنج اسرارِ الٰہی ! | لب گوہر فشانِ فضل نوراست
گلِ توحیدِ حق را نغمہ پرداز | ہزاراں بلبلانِ فضل نوراست
زاوجِ آسمان و عرش و کرسی | فزوں تر قصر شانِ فضل نوراست
عرب پروانۂ شمع صفاتش | عجم مدح خوانِ فضل نوراست
متاعِ عشق و مستی ہمچو منصور | سراسر وردِ کانِ فضل نورست
کند فضل الٰہی باغبانی | عجب تر بوستانِ فضل نورست
حسین و ہم حسن عالی جنابے | بہارِ بوستانِ فضل نورست
جناب حضرت معصوم شاہے | غلام آستانِ فضل نورست
بر لاہور احمد بیچارہ مسکین | ہمیشہ مدح خوانِ فضل نورست

شیخ فضل النور پیر خوش جمال
مظہر نورِ خدا مردِ کمال !
معدن عرفان بحر عشق حق
از گناہ معصوم عبدِ ذوالجلال

آں جناب شیخ فضل النور آں فضل خدا
ہادیِ راہِ ہدیٰ صدر العلیٰ نور الہدا
آنکہ ہست ادخاک بوس آستانِ گنج بخش
بندۂ سید جلال و مدح خوانِ گنج بخش

Marfat.com

عاشق حق حلقہ در گوش غلام گنج بخش
جانفشان و بیخود و سرمست جام گنج بخش
مرشد کامل شہ اقلیم تسلیم و رضا
یا الٰہی از طفیلش حاجتِ من کن روا

(نقل بمطابق اصل)

وصال

بروز جمعرات آپ کا وصال ہُوا۔ اس روز سے پیشتر پانچ یوم بارش ہوتی رہی اور جمعہ کے روز آپ کو سید محمد معصوم شاہ صاحب نے غسل دیا۔ جو آپ کے مریدوں میں سے ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین اور درویش شامل تھے۔ آپ کے جنازے پر بہت بڑا ہجوم تھا۔ نماز جنازہ حضرت سید محمد معصوم شاہ صاحب نے پڑھائی۔ آپ کے جنازہ کو دربار معلیٰ گیلانیہ کے گرد طواف کرا کر دروازے کے آگے رکھا آناً فاناً بادل کی گھٹا چھائی اور رحمت کی بوندیں برسنے لگیں۔ جب آپ کو قبر مبارک میں رکھا تو جمعہ مبارک کی آذان ہوئی۔ جب دفن کر چکے تو خوب زور کی بارش رات دن ہوئی۔

تاریخ وصال

شیخ فضل النور آں پیر کمال — شمع بزم حضرت سید جلال
مرشد کامل غلام گنج بخش — بہرہ ور از فیض عام گنج بخش
روز پنجشنبہ او در رفتہ از جہاں — بست و یک ذیقعد وقت ظہراں
چوں ز دنیا شد وصال آنحضور — سال وصلش آید صوفی فضل نور

۱۳۵۲ھ

(نقل بمطابق اصل)

Marfat.com

شیخ المشائخ حضرت ابوالحسن پیر سیّد محمد معصوم شاہ گیلانی قادری نوری

از: ناھد حسین انجم

حضرت کی ولادت باسعادت ۱۹۰۰ء میں سیّد فضل شاہ کے گھر اُنکے آبائی گاؤں ساده چک شریف (تحصیل وضلع گجرات) میں ہوئی۔ سادہ چک شریف گجرات شہر سے تین میل جانب مشرق اینٹوں کی پختہ سڑک کے ذریعے ملا ہوا ہے۔ مزار تک جانے کے لئے گجرات شہر سے تانگے جاتے ہیں۔ سادہ چک اس اعتبار سے بھی تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ یہاں حضرت کے مرشد کے علاوہ آپ کے خاندان کی چھ سات برگزیدہ ہستیاں جن میں سید میراں عبدالوہاب (حضرت کے جد الجد) سیّد صالح محمد۔ سیّد علیم اللہ شاہ سید جلال شاہ۔ سیّد عبدالواسع اور شیخ فضل نور نوری محواستراحت ہیں۔

حضرت کا شجرہ نسب حضرت سیّدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی سے ملتا ہے۔

حضرت پیدائش سے تھوڑا عرصہ بعد والد ماجد کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے۔ اس ناگہانی صدمہ کے تین ساڑھے تین سال بعد والدہ ماجدہ بھی جہانِ فانی سے کوچ فرما گئیں۔ حضرت کی والدہ بڑی عابدہ اور زاہدہ خاتون تھیں۔ چنانچہ وصال سے پہلے ہی انہیں یہ علم ہو گیا کہ اب وہ جلد ہی اپنے رب العزت سے ملنے والی ہیں۔ اس لئے انہوں نے حضرت کی تایا زاد بہن جو ان دنوں موضع بمبانوالہ ضلع سیالکوٹ میں مقیم تھیں۔ وصیت فرمائی کہ میرے لعل کو میرے بعد بحفاظت پرورش کرنا یہ تمہارے باپ اور چچا کی نشانی ہے۔ جوان ہو کر یہ تمہارے خاندان کا نام روشن کرے گا اور ولی کامل کے عظیم رتبہ تک پہنچے گا۔ چنانچہ آپ کی تایا زاد بہن نے اپنی چچی کے ان الفاظ کو نبھانے کے لئے مقدور بھر کوشش کی اور اپنے عظیم بھائی کو دینی تعلیم سے روشناس کرانے کے لئے اس وقت کے جیّد عالم دین مفتی امام الدین کے پاس بھیج دیا۔ مفتی صاحب چونکہ حضرت کے بزرگوں سے پہلے ہی بڑی عقیدت رکھتے تھے اس لئے انہوں نے انتہائی مشقت سے اپنے

Marfat.com

ہونہار شاگرد کو قرآن پاک باترجمہ پڑھایا۔ علاوہ ازیں مروجہ علوم متداولہ وغیرہ بھی پڑھائے۔
وہاں سے فارغ ہونے کے بعد حضرت نے مرشد کی تلاش شروع کر دی اور روحانی مراکز کی زیارت کے بعد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مؤذن حضرت شیخ فضل نور نوری کے دست حق پرست پر بیعت کی اور مرشد کی خدمت میں رہ کر سلوک کے تمام منازل طے کئے جلد ہی مرشد نے دستارِ خلافت سے نوازا اور کشف المحجوب کی ایک جلد مرحمت فرمائی۔ اسکے ساتھ ہی حضرت کو کتاب ہذا کا درس دینے کی بھی تلقین فرمائی۔ مرشد کے حکم کے مطابق حضرت ہفتہ میں دو بار دربار حضرت داتا گنج بخش میں انتہائی سادہ پیرائے میں کشف المحجوب کا درس دیتے جس سے سینکڑوں عقیدتمندوں کے دل روحانیت سے بھرپور ہو گئے۔ سجادہ نشین دربار عالیہ تو آپ کی روحانیت کے اس حد تک قائل ہو گئے کہ اپنا حجرہ تک حضرت کے لاہور میں قیام کے لئے وقف کر دیا۔

بچپن ہی سے آپ بڑے خاموش طبع تھے۔ کھیل کود، ناچ گانوں، قوالی اور موسیقی سے سخت نفرت فرماتے۔

مریدوں اور معتقدین کا کہنا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں حضرت کو خلافِ شرع کام کرتے نہیں دیکھا یہی وجہ تھی کہ آپ سب کو نماز کی ادائیگی کے لئے سختی سے تلقین فرماتے اور بے نمازی سے میل جول پسند نہ کرتے۔

دیگر اولیائے کرام کی طرح حضرت کو بھی دینی تبلیغ کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ اس شوق کی تکمیل کے لئے حضرت نے پنڈی بھٹیاں، گجرات اور لاہور میں ۲۵ مساجد اور تین عیدگاہیں تعمیر کرائیں۔ ان میں نوری مسجد نزد لاہور ریلوے اسٹیشن خاص طور پر قابل ذکر ہے۔
اس کا نقشہ مسجد نبوی سے مشابہہ ہے اور اس کا گنبد دور ہی سے ہر آنے جانے والے کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔ حضرت نے نوری مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں بہت سی صعوبتیں برداشت کیں۔ مگر اس کے باوجود پائے استقلال میں لغزش نہ آنے پائی۔
اس مسجد میں بچوں کو کلام اللہ کی تعلیم مفت دی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں مریضوں کے علاج کے لئے ایک طبی مرکز بھی قائم کیا گیا ہے۔ جہاں تمام طبی سہولتیں بلا امتیاز مفت

Marfat.com

فراہم کی جاتی ہیں۔

تبلیغِ دین کے علاوہ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ امام اہلسنت والجماعت اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور مفتی احمد یار خاں گجراتی کی کتابوں کی از سرِ نو اشاعت تھا۔ اس ضمن میں حضرت نے ۱۹۴۵ء میں نوری کتب خانہ کے نام سے اپنا مکتبہ بھی قائم کیا۔ جسے حضرت کے فرزند اصغر سید محمد حسن شاہ صاحب بطریق احسن چلا رہے ہیں۔ اس مکتبہ سے شائع شدہ کتابوں کے مطالعہ سے سینکڑوں فرزندانِ توحید کے سینے روشن ہوئے ہیں۔

حضرت جہاں ایک بلند پایہ عالم دین، ولی اللہ، سچے عاشق رسول اور روحانیت کا سرچشمہ تھے۔ وہاں ایک زبردست مصنف بھی تھے۔ آپ کی تصانیف میں مواعظ القرآن والحدیث (تین جلدوں میں) ارشاد حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ۔ سحری روٹی منظوم (پنجابی) گلدستہ ہدایت، گلدستہ شریعت منظوم (پنجابی) ہدایت نامہ بے نمازاں معصوم ہدایت وخطبہ نوری نوری بیان شامل ہیں۔

یوں تو حضرت سے بہت سی کرامات منسوب ہیں جنہیں طوالت کے خوف سے یہاں درج نہیں کیا جا رہا البتہ قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے ایک چھوٹا سا واقعہ پیشِ خدمت ہے۔ جو حضرت کے کامل ہونے کا بین ثبوت ہے۔ حضرت کے خلیفہ جناب رؤف احمد نوشاہی سے ایک واقعہ منقول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت کا ایک مرید ڈھاکہ میں ملازم تھا اس کا لڑکا اور بیوی لاہور میں مقیم تھے۔ ایک روز اتفاق سے لڑکا کسی ناگہانی مصیبت کی وجہ سے سخت پریشان ہوا اسی عالم میں اسے خیال آیا کہ کیوں نہ میں اس مشکل گھڑی میں یہیں سے اپنے اباجی کو آواز دوں اگر ان کا مرشد کامل ہوا تو وہ میری آواز ضرور سن لیں گے۔ چنانچہ لڑکے نے باآواز بلند اپنے والد کو اباجی کہہ کر پکارا ڈھاکہ میں اسی لمحہ یہ آواز اس کے والد نے اس انداز میں سنی جیسے کسی نے بذریعہ ٹیلی فون اسے مطلع کیا ہو وہ اپنے لڑکے کی آواز سنتے ہی سمجھ گیا کہ میرا لڑکا ضرور کسی نہ کسی مشکل میں پھنسا ہوا ہے۔ اسی لئے اس نے مجھے پکارا ہے۔ چنانچہ وہ ایک

Marfat.com

ہفتہ کی رخصت لے کر فوراً لاہور آگیا۔ لاہور میں اس کے کسی عزیز اور رشتہ دار کو اس کی آمد کا پیشگی علم نہ تھا۔ چونکہ اس کی آمد غیر متوقع تھی۔ اس لیے سب نے بغیر اطلاع لاہور آنے کا سبب پوچھا تو اس نے تمام ماجرا کہہ سنایا۔ یہ سُن کر وہاں موجود لوگوں نے حضرت کے ولی باکرامت ہونے کا اعتراف کیا۔

آپ کو دو بار حج بیت اللہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ بالآخر متشرع درویش ۲۹ رشوال ۱۳۸۸ھ ہفتہ اور اتوار کی درمیانی شب پونے سات بجے بمطابق ۱۸ رجنوری ۱۹۶۹ء معصوم منزل نوری مسجد اسلام گنج عقب داتا دربار واصل الی اللہ ہوئے۔ لاہور میں نماز جنازہ اتوار کو نماز فجر کے بعد ۶ بجے صبح ادا کی گئی۔ یہ فریضہ مولانا محمد سعید احمد نے انجام دیا۔ اس کے بعد آپ کی وصیت کے مطابق میت کو گجرات لے جایا گیا۔ جہاں ہزاروں کی تعداد میں اس مرد قلندر کا آخری دیدار کرنے کے لئے لوگ جمع ہوگئے۔ دوسری نماز جنازہ مفتی احمد یار خان نے پڑھائی تیسری نماز جنازہ حضرت کے آبائی گاؤں چک سادہ شریف میں حضرت کے استاد کے فرزند میاں رحمت اللہ نے پڑھائی۔ اور جسد پاک کو مرشد کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

حضرت کے خلفاء میں سیّد محمد حسین شاہ صاحب گیلانی (فرزند اکبر) سیّد محمد حسن شاہ صاحب گیلانی (فرزند اصغر) سید نواب شاہ صاحب، سیّد علی شاہ صاحب اور صاحبزادہ رؤف احمد نوشاہی شامل ہیں۔

Marfat.com

لاہور میں

سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگ

شیخ طاہر بندگی مجددی لاہوری قدس سرہٗ

شیخ موصوف لاہور کے باشندے تھے۔ وہ شہر لاہور کے اندر محلہ شیخ اسحاق میں رہتے تھے جہاں اب موتی بازار اور چونہ منڈی اور جمعدار خوشحال سنگھ کی حویلی ہے۔ آپ بڑے پایہ کے عالم تھے۔ بے شمار لوگوں کو آپ کی شاگردی کا فخر حاصل تھا۔ تذکرۂ مجددیہ کی تحریر کے مطابق آپ شیخ احمد سرہندی کے مرید تھے۔ گزارہ حدیث و تفسیر قرآن نقل کرنے پر تھا۔ اور تمام وقت شاگردوں کو دینی تعلیم دینے میں صرف فرماتے تھے۔

آپ ۵ محرم ۱۰۴۰ھ (مطابق ۶ اگست ۱۶۳۰ء) جمعرات کے دن فوت ہوئے۔ مزار میانی صاحب میں مشہور ہے۔

ابن حامد بسال فوت نوشت
"نکتہ سنج بلیغ" "و نیک سرشت"
۱۶۳۰ء ۱۰۴۰ھ

نمونۂ مکتوب شیخ طاہر۔ تاریخ لاہور انگریزی میں جج محمد لطیف مرحوم نے تذکرۂ مجددیہ سے اُن کا ایک فارسی مکتوب بطور نمونہ درج کیا ہے۔ میں اس کا اُردو ترجمہ لکھتا ہوں۔

حضرت من (مجدد الف ثانی) سلامت

احقر الخدمت محمد طاہر عرض کرتا ہے کہ میں جب آستانۂ عالیہ سے لاہور

Marfat.com

متوجہ ہوا تو ہر قدم پر اپنے آپ میں کہتا تھا کہ اے نادان اپنے مقصود کو چھوڑ کر کہاں جا رہا ہے۔ مگر غیب سے ندا آتی تھی کہ چلا چل۔ الغرض کشاں کشاں اس شہر تک پہنچایا گیا اور مسجد کے ایک گوشے میں حیران بیٹھا۔ ناگاہ حضرت خواجہ نقشبند کی روح پُرفتوح ظاہر ہوئی اور باعث ہوئی۔ (اس امر کی) کہ جس کام کے لئے تجھے مامور کیا گیا اس میں مشغول ہو۔ اس لئے بموجب انکے اور آپ کے حکم کے چند آدمیوں کو مشغول کیا۔ اب مجلس گرم ہے۔ اور عالیشان مشائخ فوج در فوج تشریف لاتے ہیں۔ اور بڑی مہربانی فرماتے ہیں۔ خصوصاً حضرت خواجہ بزرگ یعنی خواجہ نقشبند کی روح اور غوث الاعظم اور حضرت خواجہ فرید گنج شکر حلقہ ذکر اور نماز میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔

خواجہ خاوند المشہور بحضرت ایشاں قدس سرہٗ

خواجہ موصوف ولی مادرزاد اور قطب الارشاد، صاحبِ حال وقال، جامعِ کمال ظاہری و باطنی، مظہرِ جمال صوری و باطنی تھے۔ طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں آپ کا مرتبہ عالی اور درجہ معلٰی تھا۔

آپ کا نسب شریف والد کی طرف سے خواجہ علاء الدین عطار سے ملتا ہے جو شاہ بہاء الدین نقشبند کے خلیفہ تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام میر سید شریف بن خواجہ ضیا بن خواجہ میر محمد بن تاج الدین حسین بن خواجہ علاؤ الدین عطار ہے۔ اور یہ خوارزم کے سادات عظام سے تھے۔ ان کا نسب پاک ایک طرف سے حضرت آقا سے اور دوسری جانب سے شیخ فرید الدین عطار سے ملتا ہے۔

Marfat.com

خواجہ خاوند محمود اگرچہ بظاہر مرید خواجہ ابواسحاق سفید نقشبندی کے تھے مگر علاوہ ازیں خواجہ شاہ بہاءالدین نقشبند سے نسبت اویسیہ رکھتے تھے چنانچہ محمد معین الدین کتاب رضوانی میں فرماتے ہیں کہ حضرت ایشاں کو خواجہ بہاءالدین سے جو نسبت ہے وہ اویسی ہے۔ جو اوّل امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خواجہ حسن بصری کو ہوئی۔ ان سے خواجہ حبیب عجمی کو۔ ان سے داؤد طائی کو۔ ان سے معروف کرخی کو۔ ان سے سری سقطی کو۔ ان سے جنید بغدادی کو۔ ان سے ابو علی رودباری کو۔ ان سے ابو علی کاتب کو۔ ان سے ابو عثمان مغربی کو۔ ان سے شیخ ابو القاسم گرگانی کو۔ ان سے ابو علی فارمدی کو۔ ان سے خواجہ یوسف ہمدانی کو۔ ان سے خواجہ عبدالخالق غجدوانی کو۔ ان سے خواجہ بہاءالدین نقشبند کو۔ اور ان سے خواجہ خاوند محمود رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کو پہنچی۔

منکرِ اولیاءاللہ کو سزا

حضرت ایشاں کو بیس سال کے سن میں ذوق و شوق الٰہی دامنگیر ہوا۔ بخارا سے وخش آئے ایک دن باقی بیگ حاکم وخش کی مجلس میں جانا ہوا۔ وہ سخت مزاج تھا۔ اُس نے خواجہ کو دیکھ کر کہا کہ یہ لوگ جو خواجہ زادہ کہلاتے ہیں فی الحقیقت خلقت کو گمراہ کرتے ہیں۔ ناک کان کاٹ کر ان کی تشہیر کرنا چاہیئے۔ میں باقی بیگ نہیں اگر یہ کام نہ کروں۔ یہ بات سُن کر حضرت ایشاں نے فرمایا کہ مجھے امید ہے۔ کہ ایک دن تیرے ناک کان کاٹے جائیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک سبب پیدا کر دیا اور وہ یہ کہ عبداللہ خاں شاہ بخارا کا میر شکار اپنے شکاری جانور لے کر وخش آیا۔ اُس سے کوئی خطا ہوئی (جو معلوم نہیں ہو سکی۔ ناجی) باقی بیگ نے اسے پٹوایا۔ اور وخش سے نکال دیا۔ اُس نے بادشاہ کے خاص باز کو راہ میں مار ڈالا اور بادشاہ (عبداللہ خان) کے پاس فریاد کرتا ہوا پہنچا کہ باقی بیگ نے ناحق مجھے پٹوایا ہے اور غصّے سے بادشاہی باز کو بھی مار ڈالا

Marfat.com

ہے۔ بادشاہ نے دو سپاہی بھیج کر باقی بیگ کو پکڑ بلایا اور حکم دیا کہ اسکے دونوں کان ناک سمیت کاٹ دئے جائیں۔ چنانچہ وہ قطع کر دئے گئے۔ اور یہ منکر اولیاء اپنی سزا کو پہنچا۔

سیاحت جب عبداللہ خاں شاہ بخارا اور اس کا بیٹا عبدالمومن خان فوت ہو گئے۔ اور ہمایوں بادشاہ ہؤا۔ تو حضرت ایشاں اشارہ غیبی سے بخارا سے کابل آئے۔ یہاں کچھ عرصہ مقیم رہ کر کشمیر پہنچے اور جمیل خاں حاکم کشمیر کے ہاں منزل گزین ہوئے۔ یہاں صدہا آدمیوں نے حاضر ہو کر بیعت کی۔ آپ بڑا عرصہ یہاں تشریف فرما رہے۔ چنانچہ آپ کی اولاد اور مرید ہزاروں کی تعداد میں کشمیر میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ آپ کی اولاد سے ہی ایک شخص خواجہ احمد نام نے آپ کی لاہور میں رحلت کے دوسو اٹھارہ سال بعد ۱۲۷۰ھ میں لاہور آکر آپ (حضرت ایشاں) کے روضہ پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھی اور اپنی طرف سے فضل الدین صحاف کو متولی مقرر کر کے کشمیر واپس چلے گئے۔ (خیر یہ بات بطور جملہ معترضہ مفتی غلام سرور نے بیان کر دی ہے) الغرض حضرت ایشاں کشمیر سے ہندوستان آئے۔ لاہور۔ دہلی اور اکبر آباد وغیرہ میں قیام فرمایا اور جلال الدین اکبر۔ جہانگیر اور شاہجہان بادشاہ آپ کو بڑے احترام سے ملے۔ حتیٰ کہ شاہی بیگمات اور مستورات آپ سے پردہ نہ کرتی تھیں۔

کرامتِ باراں ایک دفعہ حضرت ایشاں کشمیر سے روستاق کی طرف تشریف لے گئے۔ گرمی کا موسم تھا اور ماہِ رمضان۔ ہمراہیوں کو بڑی تکلیف ہوئی۔ پیاس سے جان لبوں پر آگئی۔ چلنے کی طاقت نہ رہی۔ آخر آپ سے التجا کی کہ بارش کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے منہ آسمان کی طرف کر کے ہونٹوں کو حرکت دی۔ اسی وقت بادل نمودار ہؤا۔ تقاطر شروع ہؤا۔ ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ سورج ڈوبنے تک ابر محیطِ آسمان رہا۔ حتیٰ کہ آپ کے ساتھی منزل پر بہ آرام پہنچ گئے۔

اسی طرح آپ کی کرامت ہے، جبکہ آپ کشمیر میں حاجی باندی کے گھر مہمان

Marfat.com

تھے۔ موسلا دھار بارش اُس وقت ہوئی جبکہ امساک باراں کی وجہ سے وہاں قحط سے لوگ تنگ تھے۔ اس سے لوگوں کی تنگ حالی رفع ہوگئی۔

شرف بیگ کی موت وحیات

ایک شخص شرف بیگ برادرِ جمیل بیگ کابل گیا۔ حضرت ایشاں نے اسے ایک کام بتایا مگر اُس نے پرواہ کی۔ اس سے خواجہ صاحب کی طبیعت ملول ہوئی اور اس ملال کی وجہ سے شرف بیگ تپ میں مبتلا ہوگیا۔ بیماری نے تین مہینے تک پیچھا نہ چھوڑا آخر عوض بیگ اپنے اس بیمار بھائی کو لے کر حضرت ایشاں کی خدمت میں لے آیا اور اسے آپ کے پاؤں میں ڈال دیا اور دعائے صحت کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے تکبیر کہی اور فرمایا کہ اگر خدا نے چاہا تو شفا ہو جائے گی۔ حاضرین مجلس نے سمجھا کہ خواجہ صاحب نے صحت کے لئے دعا نہیں فرمائی۔ چونکہ اس کا گھر حضرت خواجہ کی خانقاہ کے متصل تھا تو رات کو شرف بیگ کے گھر سے ماتم اور واویلا کا شور اٹھا اور خبر آئی کہ وہ مرگیا ہے۔ اسی اثنا میں عوض بیگ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے زمین پر گر گیا اور بڑی آہ وزاری سے کہا کہ خواجہ بہاء الدین نقشبند مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ میں بھی امیدوار ہوں کہ میرا بھائی زندہ ہو جائے گا۔ خواجہ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا کہ گھر جاکر دیکھو کہ شاید شرف بیگ زندہ ہو۔ یہ بات ہو رہی تھی کہ شرف بیگ کے گھر سے واویلا کی آواز بند ہوگئی اور خبر آئی کہ اُس نے آنکھیں کھول دیں اور زندہ ہوگیا اس کے بعد ایک دو دن میں وہ بالکل شفایاب ہوگیا۔

ملا صالح کا خاتمہ بالخیر

کتاب رضوانی کے مؤلف رقم طراز ہیں کہ ایک دن حضرت خواجہ عید کے دن نماز پڑھنے تشریف لے گئے کہ دس گھڑی دن تک عالم کے انتظار میں رہے۔ اسی اثنا میں گفتگو ہوئی کہ نماز عید کا آخری وقت کب تک ہے۔ خواجہ نے فرمایا کہ زوال تک۔ ملا صالح لاہوری

Marfat.com

جو بڑے عالم بلقب ابر مشہور تھے۔ اس بات پر بگڑے اور بے ادبانہ باتیں زبان سے نکالیں۔ حضرت ایشاں نے فرمایا۔ کہ اے ابر تم اپنی زندگی کے سورج کو ممات کے ابر کے نیچے آجانے سے نہیں ڈرتے؟ چنانچہ جب ابر صاحب نماز عید کے بعد گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کو روانہ ہوئے تو راستے میں گھوڑے سے نیچے گر پڑے اور گردن ٹوٹ گئی اور بڑی مشکل سے گھر پہنچے۔ جان گئے کہ یہ حضرت ایشاں کی شامت سے ہے۔ اسی وقت نور الدین قاضی اور امیر حسین شیخ الاسلام لاہوری کو تقصیر کی معافی کے لئے خدمتِ خواجہ میں بھیجا۔ انہوں نے ملّا مذکور کی صحت کے لئے فاتحہ پڑھنے کی التجا کی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جو تیر چھوٹ چکا اور اس کا زخم ملّا صالح کی جان کو پہنچ چکا۔ وہ واپس نہیں آسکتا۔ میں راضی ہو جاؤں گا مگر خواجگان راضی نہیں ہوتے۔ پس چاہیئے کہ ملّا صالح کی سلامتیٔ ایمان کے لئے فاتحہ پڑھیں۔ یہ کہہ کر آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور بعد دعا فرمایا کہ ملّا صالح دنیا سے ایمان بسلامت لے گیا۔ قاضی اور شیخ الاسلام محفل سے ناامید لوٹے اور دوسرے دن ملّا صالح جان بحق تسلیم ہو گئے۔

قطعۂ تعمیرِ خانقاہ ملّا ذہنی شاعر کشمیر کا بیان ہے کہ حضرت ایشاں نے جو خانقاہ تعمیر کی تھی میں نے اس کا تاریخی قطعہ لکھ کر جیب میں ڈالا اور حضرت ایشاں کو سنانے کے لئے حاضر ہوا۔ مگر اس وقت بڑے ہجوم کی وجہ سے تاریخ عرض کرنے کا موقع نہ ملا اور دوسرے وقت تک ملتوی رکھ کر واپس لوٹا۔ چند قدم گیا تھا کہ آپ نے آواز دی کہ اے اخوند تو نے جو جیب میں رکھا وہ مجھے نہ دیا۔ اسی وقت لا کہ اس سے بہتر اور کونسا موقع ہوگا۔ میں فوراً لوٹ آیا اور قطعہ تاریخ پیش کیا۔ آپ نے ملاحظہ فرما کر بڑی تعریف کی اور ظاہری اور باطنی خلوت سے سرفراز فرمایا۔ وہ قطعہ یہ ہے

حضرت خواجہ آں شہ دیندار　　　کنزِ ازل یافت دولتِ سرمد

Marfat.com

طرفہ شاہے کہ دادش ایزد پاک — از فنا تاج و از بقائے سند
ذاتِ قدسش کہ زندہ می دارد — دینِ یزدان و سنتِ احمد
در ہمہ کار و در ہمہ حالت — یابد از شاہِ نقشبند مدد
خانقاہ لطیف کرد بنا — کہ براں می برد سپہر حسد
آسمان گل کش و قضا معمار — خشتش از قرصِ مہر و ماہ سزد
در فضایش کہ نو بہارِ صفا است — بوئے صدق نسیم مہر و زد
خاکِ آں توتیائے پیر و فیض است — کہ جبالش بروز دید آرد

گفت تاریخ سالِ آں ذہنی
"خانقاہے عجب لطیف آمد"

ناؔمی کے حساب سے اس مصرع سے ۱۱۰۱ھ برآمد ہوتا ہے کیا خانقاہ حضرت ایشاں نے اپنی رحلت سے ۳۶ برس پہلے تعمیر کی؟

کتاب رضوانی میں لکھا ہے کہ جب حضرت ایشاں کی وفات کے دن آئے تو آپ نے پندرہ دن پہلے عصر کی نماز کے بعد اپنے مرید نواب افتخار خاں عالی جاہ کو فرمایا کہ میں پندرہ دن بعد دار البقا کی طرف رحلت کر جاؤں گا۔ سولھواں دن پہنچا تو بروز سہ شنبہ (منگل) نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد چند بار مولانا جامی کا یہ شعر پڑھا ؎

الٰہی غنچۂ اُمید بکشا!
گلے از روضۂ جاوید بنما

وفاتِ خواجہ

پھر عشاء سے پہلے سجدہ میں سر رکھا اور جانِ عزیز جان آفرین کو سونپ دی۔ جب غسل کے لئے نعشِ مبارک کو صندلین تختے پر لٹایا تو قضا کار تہ بند کا پیچ ڈھیلا پڑ گیا اور قریب تھا کہ کھل جائے۔ نہلانے والا اس بات سے غافل تھا کہ خواجہ نے دونوں ہاتھ ملا کر پیچ کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور کشفِ عورت نہ ہونے

Marfat.com

دیا۔ یہ حالت دیکھ کر تمام حاضرین نے مان لیا کہ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللہِ لَا یَمُوْتُوْنَ ۵
(کہ اللہ کے ولی نہیں مرتے) اس موقع پر شاہجہان بادشاہ کی طرف سے جو لاہور میں موجود تھا۔ میراں سید جلال الدین صدر الصدور تجہیز و تکفین خواجہ کے لئے حاضر تھے۔ انہوں نے لحد میں نعش کو لٹانے کے بعد جب روئے مبارک سے پردہ کفن زیارت کے لئے اٹھایا تو دیکھا کہ مبارک ہونٹ ہلتے ہیں۔ گویا آپ کچھ پڑھ رہے ہیں۔ بعد دفن نواب سعید خان نے عظیم الشان گنبد مزار پُرانوار پر تعمیر کیا۔

خان دوران کی موت

خواجہ معین الدین نے کتاب رضوانی میں یہ بھی لکھا ہے کہ مزار پر روضۂ عالیہ کی تیاری کے بعد شاہجہان بادشاہ کشمیر کو چلے گئے اور حاکم لاہور نواب خان دوران مقرر ہوا۔ اسے حضرت خواجہ سے بیر تھا۔ اُس نے مزار کے گنبد کو مسمار کرنا چاہا۔ اور مجھے کہ حضرت خواجہ کا کمترین فرزند ہوں بلایا اور کہا اس سے پہلے خاندانِ نقشبندی کے کسی بزرگ کے مزار پر گنبد نہیں ہے تم نے بزرگوں کے طریق کے خلاف عمل کیا اور والد کے مرقد پر گنبد بنا لیا ہے۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ اسے گرا دوں۔ میں نے کہا کہ صاحبِ مزار کو مردہ نہ جانو۔ اگر ہمت ہے تو مسمار کر دو۔ اس کے چند روز بعد خان دوراں لاہور سے سوار ہو کر اپنے دیہات کی جاگیر کی طرف چلا۔ دوپہر کے وقت شالامار کے باغ میں اترا۔ حضرت ایشاں کی خانقاہ کے خادم نے چند انگور خانقاہ کے باغ سے اسے بطورِ پیش کش پیش کئے۔ مگر اُس نے ازراہِ تکبر و غرور خود کوئی انگور نہ کھایا۔ سب نوکروں ہی کو دے دیئے۔ اور ازراہِ تمسخر خادم خانقاہ کو کہا کہ معین الدین پسر خاوند محمود کہتا ہے۔ کہ میرے باپ کو مردہ نہ جانو۔ اگر وہ مردہ نہ تھا تو اسے خاک سپرد کیوں کیا۔ خادم نے کچھ جواب نہ دیا اور واپس آگیا۔ جب خان دوران دوپہر کے بعد سوار ہوا اور شہباز خان کے تالاب کے پاس پہنچا تو اس کے بیٹے نے جو اس سے عناد رکھتا تھا اور موقع کی تلاش میں تھا جب اپنے باپ (خان دوران) کو

Marfat.com

تالاب کے قریب تنہا پایا تو تلوار نکال کر اس کا کام تمام کر دیا اور وہ دوستانِ خدا کا دشمن اپنے کردار کی سزا کو پہنچا۔

نوٹ: تاریخ لاہور (انگریزی) میں خان دوراں کا سال وفات ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۳ء لکھا ہے یعنی حضرت ایشاں سے ایک سال بعد مگر اس کا بیٹے کے ہاتھوں مقتول ہونا نہیں لکھا۔ نامی

اولاد حضرت ایشاں

آپ کے چھ فرزند دلبند تھے۔ (۱) خواجہ تاج الدین خاوند جو جامع علم و عمل اور صاحب حال و قال تھے اور عمر بھر مرتکب کبیرہ نہ ہوئے۔ (۲) خواجہ خاوند اگر جو پدر بزرگوار کے بعد سجادۂ مشیخت پر بیٹھے اور زورِ ولایت سے صاحب مقامات بلند تھے۔ (۳) خواجہ خاوند محمود (۴) خواجہ خاوند معین الدین جامع کتاب زنبوانی جو علوم حدیث و فقہ۔ اصول و فروع میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے شاگرد تھے اور طریقت میں اپنے والد ماجد سے فیض یافتہ تھے (۵) خواجہ خاوند قاسم (۶) خواجہ بہاء الدین خاوند جو والد بزرگوار کی وفات کے بعد شاہی منصب ترک کر کے مزار پُرانوار پر مجاور ہو گئے اور عمر بھر مجاورت میں رہے۔

خلفاء حضرت ایشاں

آپ کے سولہ خلیفے ہیں جو بعد تربیت و تکمیل مختلف اقالیم دور و دراز پر ہدایتِ خلق کے لئے حسب الارشاد مامور ہوئے (اول) فرزند خواجہ احمد (دوم) خواجہ عبدالرحیم نقشبند جو خواجہ حسن عطار بن علاء الدین عطار کی اولاد سے تھے (سوم) خواجہ سید یحییٰ جو شاہ شجاع کرمانی کی اولاد سے تھے (چہارم) خواجہ محمد امین وحیدی (پنجم) خواجہ عبدالعزیز وحیدی (ششم) خواجہ ترسون المشہور بہ خواجہ باقی (ہفتم) خواجہ شادمان کابلی (ہشتم) مرزا ہاشم برادر خواجہ دیوانہ بلخی جو سبحان قلی خان بادشاہ بلخ کے پیر تھے (نہم) خواجہ لطیف درخشی (دہم) مرزا ابراہیم برادر میر نعمان جو شیخ احمد مجدد الف ثانی کے اعاظم خلفاء سے تھے (یازدہم) خواجہ باندی کشمیری (دوازدہم) خواجہ حاجی

Marfat.com

طوسی (سیزدہم) حاجی ضیاء الدین (چہاردہم) خواجہ ابوالحسن سمرقندی (پانزدہم) مولانا پایندہ بہارتی (شانزدہم) خواجہ معین الدین فرزند دلبند حضرت ایشاں مؤلف کتاب رضوانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

تاریخ وفات حضرت ایشاں۔ آپ ۱۲ شعبان ۱۰۵۲ھ (مطابق ۲۶ اکتوبر ۱۶۴۲ء) کو واصل بحق ہوئے۔ کتاب رضوانی میں یہ قطعۂ تاریخ درج ہے ؎

سرِ خواجگان خواجہ خاوند محمود — ز دنیا سفر کرد و جنت گزید
پئے سالِ او ہاتفِ غیب گفت — "بابِ بزرگان بجنت رسید"

از مفتی صاحب: شہِ محمود خاوندِ دو عالم — کہ ذاتش بود مسجد ابنِ مسعود
شد از دنیا بخلدِ جاودانی — بفضل ایزد و الطافِ معبود
ندا شد بہر سالِ انتقالش — کہ "قطب اصفیا خاوند محمود"

ایضاً: چو شد زیرِ زمین افسوس افسوس — ز دنیا آفتابِ عشقِ محمود ۱۰۵۱ھ
وصالش "منبعِ فیض" است سرور — دوبارہ "آفتابِ عشقِ محمود"

ایضاً: شاہِ محمود چوں ز دارِ فنا — رفت و شد وصل با خدا محمود
ہست "محمود شاہ رحمت" سال ۱۰۵۲ھ — نیز "مخدوم پارسا محمود" ۱۰۵۲ھ

مزارِ پرانوارِ حضرت ایشاں لاہور سے مشرقی جانب شالامار باغ کے متصل واقع ہے۔
بتاریخ وصالش ابن حامد — "چراغ انجمن افروز گفتا" (ناؔمی) ۱۶۴۲ء

جج محمد لطیف صاحب مرحوم کی تصریح:۔ جج صاحب موصوف تاریخ لاہور (انگریزی) کے صفحہ ۱۳۹ میں رقم طراز ہیں۔ کہ

خواجہ محمود کا بلند گنبد بیگم پورہ کے مغرب کی طرف شالی مار سڑک پر ہے۔

کتاب رضوانی کی تحریر کے مطابق خواجہ محمود المشہور حضرت ایشاں بخارا کے باشندہ تھے انہوں نے تعلیم شاہی کالج میں پائی تھی فارغ التحصیل

Marfat.com

ہوئے تھے۔ آپ کی پارسائی اور زہد کی شہرت دور و نزدیک پہنچی۔ اور ہرات، کابل اور قندھار میں آپ کے ہزاروں اشخاص مرید ہوئے۔
آپ اکبر کے عہد میں کشمیر آئے۔ جہانگیر اور اس کے جانشین آپ کو آگرہ لے آئے۔ شاہجہان کے عہد میں آپ لاہور میں رہے اِس شاہنشاہ نے سریر آرا ہو کر ایک لاکھ طلائی ٹکے آپ کی نذر کئے جن سے آپ نے ایک نفیس باغ لگایا موجودہ روضہ آپ نے خود تعمیر کیا تھا۔ وزیر خاں وزیر شاہجہان آپ کی بہت عزت کرتا تھا اور بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی دعا سے نور جہان نے سخت مرض سے شفا پائی۔ نواب خان بہادر خان لاہور اور مقیم بیگم کے عہد میں مقبرہ خلق کثیر کی زیارت گاہ تھا۔ ہر ہفتے علماء یہاں جمع ہوتے تھے۔ غرباء کو روٹی کے علاوہ فی کس ایک روپیہ بھی ملتا تھا۔ یہاں تسبیح خانے اور مساجد نمازیوں سے بھرپور رہتی تھیں۔ مگر سکھا شاہی میں سب غیر آباد ہو گئیں۔ وہ منبر جس پر خواجہ محمود مسجد میں وعظ فرمایا کرتے تھے ابھی تک موجود ہے۔ آپ میاں میر کے ہم عصر تھے اور ان میں باہم مذہبی بحث ہوتی رہتی تھی۔

شیخ حامد لاہوری نقشبندی قُدس سرّہٗ

شیخ موصوف حضرت شاہ آدم بنوری کے بڑے خلفا میں سے ہیں۔ آپ بڑے متقی اور زاہد تھے۔ مرشد علیہ الرحمۃ ہی کے پاس ان کے طالبوں اور مریدوں کو تلقین کرتے تھے شیخ حامد کم گو، کم خواب، کم خور تھے۔ بے ضرورت بات نہ کرتے اور اغیار کی صحبت سے متنفر رہتے۔
آپ بروز پنجشنبہ ۲۲ر جمادی الآخر ۱۰۵۴ھ (مطابق ۹ر اکتوبر ۱۶۴۴ء) کو فوت ہوئے۔

منظوم تاریخ ؎

چونکہ حامد حامدِ دین خدائے ذوالاکرام | حمد گویاں شد رواں سوئے جنات النعیم

سال وصل او چو جستم از خرد　　گفت "حامد شیخ کامل" کن رقم (سرور)
١٠٥٤ھ

ہاتف غیبی اں مرا القا نمود ناما　　از "حامد فرشتہ خو" تاریخ او رقم نما (ناظمی)
١٦٤٤ء

مفتی صاحب مرحوم نے مزار کا پتہ نہیں لکھا۔ شیخ حامد عہدِ شاہ جہاں میں واصل بحق ہوئے۔

شیخ سعدی بلخاری مجددی لاہوری قدس سرہٗ

ماخذِ حالات کتب

شیخ موصوف کا شمار جلیل القدر مشائخ میں ہے۔ آپ شیخ آدم بنوری کے کامل خلیفہ تھے جامع علوم ظاہری و باطنی۔ لڑکپن سے ہی پیرِ روشن ضمیر کے زیر سایۂ عاطفت پرورش پائی اور استحکام ظاہری اور جمعیت باطنی بہم پہنچائی۔ شیخ محمد عمر پشاوری نے جو شیخ سعدی کے احباب میں سے ہیں۔ کتاب جواہر الاسرار میں شیخ موصوف کے احوال و اقوال تولد سے لے کر وفات تک لکھے ہیں اور اس میں آپکے بے شمار خوارق و کرامات درج فرمائی ہیں۔ اسی طرح شرف الدین کشمیری مجددی نے بھی کتاب روضۃ السلام میں آپ کے مناقب و خوارق تحریر کیے ہیں۔ اس جگہ "یکے از ہزار و اندکے از بسیار" نقل کیے جاتے ہیں۔

پیدائشی سعید روح

١۔ شیخ سعدی بیان کرتے تھے کہ جب میری عمر آٹھ برس کی تھی تو میں اپنے گاؤں کے نزدیک کنویں کے کنارے وضو کر رہا تھا کہ مولانا حاجی سعد اللہ وزیر آبادی جو شیخ آدم بنوری کے خلفاء میں سے تھے اور بنور جا رہے تھے اس راہ سے گذرے جب مجھے پوری احتیاط سے وضو کرتے دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور اپنے دوستوں سے کہا کہ اس خرد سالی میں یہ لڑکا کیسی احتیاط سے وضو کر رہا ہے۔ پس ایک لمحہ میری طرف متوجہ رہ کر آگے بڑھ گئے۔ میں نے اُن کے بعض ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ کون سے بزرگ ہیں اور کیا نام ہے۔ انھوں نے بتایا کہ حاجی سعد اللہ نام ہے اور بنور

Marfat.com

جا رہے ہیں کہ اپنے پیر روشن ضمیر سے ملیں۔ میں یہ سُن کر جاذب حقیقی کے جذب سے انکے عقب میں چل پڑا اور راہ میں مولانا کے کسی فقیر سے اختلاط اور آمیختگی نہ کی۔ اور بے خورد خواب ان سے علیحدہ مشغول رہا۔ جب بغداد پہنچے اور حضرت شیخ کی ملازمت سے مشرف ہوئے تو شیخ نے مولانا حاجی سے ہر ایک فقیر کا حال الگ الگ دریافت کیا۔ آخر جب میری باری آئی تو مولانا نے عرض کیا کہ یہ لڑکا بھی ہمارے ساتھ آیا ہے اور اس کے عجیب و غریب حالات ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ نہ کہو کہ یہ لڑکا ہمارے ہمراہ آیا ہے بلکہ کہو کہ ہم اس کے ہمراہ آئے ہیں۔ یہ لڑکا ازلی سعادتمند اور مقبول خدا ہے اگر قیامت کے دن تمہیں خدا نہ بخشے گا تو اس کے سبب سے بخشے گا۔ پھر شیخ میری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے۔ عرض کیا کہ سعدی۔ آپ نے مبارک دیتے ہوئے فرمایا کہ جہاں جاؤ اور جہاں رہو سعد (نیک) ہو۔ دنیا میں بھی سعد ہو اور عقبیٰ میں بھی سے

چرخ تا سالِ عمر او بشمرد   سعد اختر ز تو سعادت بُرد

یعنی چرخِ پیر نے عمر بھر دیکھا کہ سعد ستارے نے تجھی سے سعادت حاصل کی۔ پس بیشمار عنایات اور تلطفات بسیار فرمائے اور اپنے ہمراہ مجھے حرم محترم میں لے گئے اور اہل حرم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آج ایک چھوٹی عمر کا لڑکا ہمیں ملا ہے جسے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور خیر النساء فاطمۃ الزہرا نے اپنی فرزندی میں قبول کیا ہے۔ پھر آپ نے مجھے اپنی بیعت سے مشرف کر کے خاص خدمات پر مامور فرمایا۔

اولیاء کی روحانیت سے فیضیاب

(۲) صاحب روضۃ السلام، حاجی محمد امین بدخشی مجددی کی کتاب کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ شیخ سعدی مادرزاد ولی تھے اور حضرت سید الانام کے اویسی۔ لڑکپن ہی میں ہر مشکل توجہ سے حل فرماتے۔ جنات ان کے نام نامی اور اسم گرامی سے بھاگتے تھے اور ان کے پاس آ کر ہر آسیب زدہ اچھا ہو جاتا تھا۔ اولیاء میں سے جسکی

Marfat.com

روحانیت کی طرف توجہ کرتے وہ فی الفور حاضر ہو کر کفایت فرماتے۔ مشائخ عظام کی روحانیت سے بھی مستفید اور ان کی خلافت سے ممتاز ہوئے۔

حضرت فاطمہ کی عطا

(۳) صاحب تواریخ بدخشی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ شیخ سعدی فرماتے تھے کہ جب میں اپنے پیر روشن ضمیر کے ہمراہ شہر سہارنپور گیا تو ایک رات مسجد کے صحن میں بیداری اور نیند کے درمیان دیکھا کہ اُس شہر پر نور چمکا اور اس کے گرد پھرا اس حالت میں ایک نبی کی اولاد سے ایک عفیفہ میرے نزدیک آئیں اور کہا کہ حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسجد کے باہر کھڑی تمہیں بلاتی ہیں۔ پس میں وہاں گیا تو دیکھا کہ خاتونِ قیامت انبیاء علیہم السلام کی بیٹیوں کے ساتھ مقام پیشوائی اور امامت کے مقام پر کھڑی ہیں۔ پس میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے فرزند میں نے چاہا کہ اپنی طرف سے تحفہ دوں اور اسم اعظم سکھاؤں اور اجازت بخشی اور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ہوا میں پرواز فرما کر میری آنکھوں سے غائب ہو گئیں۔

پیر نے بادشاہی کا تختہ اُلٹنے سے روک دیا

(۴) نیز فرمایا کہ شاہجہان بادشاہ نے جب بعض گمراہوں کے کہنے سے حضرت شیخ آدم کو ہندوستان سے اخراج کا حکم دیا تو تمام اصحاب و احباب شیخ نے کہا کہ اس بادشاہ کو تنبیہ اور توبیخ کرنا چاہیے۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ بادشاہ اسلام رفاہِ خاص و عام کا باعث ہے۔ اسکے حق میں بُرا ارادہ نہ کرنا چاہیئے کیونکہ وہ معذور اور ہمارے باطنی حالات سے آگاہ نہیں۔ جب دوست آنجناب سے مایوس ہوئے تو باہمی مشورہ سے میری طرف رجوع کیا کہ میں بادشاہ کی تنبیہ کی طرف متوجہ ہوں مگر مجھے شیخ کی ناراضمندی کا اندیشہ ہوا۔ مگر شیخ ابوالفتح نے جو شیخ کے بڑے خلفاء سے ہیں کہا کہ میں شیخ کی رضامندی اور خوشنودی کا ذمہ لیتا ہوں اگر وہ آزردہ ہونگے تو میں انہیں خوش کر لوں گا۔ پس میں نے اپنے

Marfat.com

ایک دوست کو اپنا رفیق بنایا اور باغ کامران میں جا بیٹھا اور توجہ کر کے اس کام پر تیار رہا اور بادشاہ کو تخت اور اس کے سب اعیان و ارکان سمیت جو اسے گمراہ کرنے کا موجب ہوتے ہیں اپنی ہتھیلی پر اٹھا لیا اور چاہا کہ انہیں زیر و زبر کر دوں تو ایک رکاوٹ آ گئی۔ اور مجھے تصرف سے روک دیا۔ دوسری دفعہ ہاتھ بڑھا تو دیکھا کہ ایک بڑا حصار بادشاہ کے گرد برپا ہے اور وہاں کسی کی دسترس نہیں۔ غیرت نے جوش مارا اور تیسری بار میں نے دستِ تصرف دراز کیا اور چاہا کہ حصار کو پھاند کر جاؤں اور بادشاہ کا کام تمام کر دوں۔ اسی وقت حضرت شیخ کی ذات بابرکات خود ظاہر ہوئی اور مجھے کمر سے پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ اے فرزند ان امور میں تحمل کرنا چاہیئے لہٰذا میں اس ارادہ سے باز آیا اور غایتِ شرم اور حجاب سے تین دن تک زیارت سے مشرف نہ ہوا۔ اس کے بعد جب حاضر ہوا تو آپ نے تبسم فرما کر کہا کہ اس معاملے میں تمہارا گناہ نہیں بلکہ ابوالفتح کا ہے کہ تمہیں اس بات پر آمادہ کیا۔

شیخ نے بادشاہ کے قتل سے روک دیا

(۵) شیخ محمد امین بدخشی فرماتے ہیں کہ لاہور میں جب نواب سعد اللہ خاں اور دوسرے حاسدوں نے بادشاہ کا مزاج شیخ آدم کی بابت مکدر کر دیا اور شیخ لاہور سے اپنے وطن کی طرف روانہ ہو گئے تو یہ بات شیخ سعدی پر بہت گراں گزری اور بادشاہ کی خرابی کی طرف متوجہ ہوئے اور غیب سے تلوار ہاتھ میں لے کر چاہا کہ بادشاہ کو ماریں کہ ناگاہ شیخ آدم ظاہر ہوئے اور شیخ سعدی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اس بات میں تحمّل لازم ہے کیونکہ بادشاہ مسلمان اور خلقت کا خیر اندیش ہے۔

جہان کو ڈوبنے سے بچایا

(۶) محمد شرف الدین مجددی صاحب لب وطن السلام نے لکھا ہے کہ جب شیخ آدم بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے تو شیخ اپنے والدین کی زیارت کرنے کو گھر تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ وہاں رہ کر

Marfat.com

میر منصور بدخشی کے ساتھ، جو پہلے امرائے شاہی سے تھے اور پھر تارک ہو کر شیخ آدم کے مرید اور خادم بن گئے تھے، مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب جہاز پر تشریف لے گئے تو ایک طوفان عظیم برپا ہوا اور اہلِ جہاز پر بڑی مصیبت آئی۔ اور وہ جہاز سمیت غرق ہونے لگے۔ اسی حالت میں میر منصور شیخ سعدی کی خدمت میں آئے اور مدد کی استدعا کی۔ فرمایا کہ اس جہاز میں اہلِ جہاز کی دوں ہمتی سے زنا اور لواطت کا ارتکاب ہوا ہے اس لیے جہاز گرفتارِ حادثہ ہے مگر میں خدائے ارحم الراحمین سے توقع رکھتا ہوں کہ اس حادثۂ عظیم سے وہ نجات پا جائیں گے جونہی آپ نے یہ کلمہ زبان مبارک سے ارشاد فرمایا طوفان رفع ہو گیا اور جہاز سلامت ساحل پر پہنچ گیا۔ جب مکہ معظمہ میں منصور شیخ آدم کی خدمت میں حاضر ہوا اور جہاز کی خرابی کی حالت بیان کی تو آپ نے فرمایا کہ اگر شیخ سعدی اس جہاز میں نہ ہوتے تو اہلِ جہاز اس جان گزا بلا سے جان بر نہ ہوتے۔

سردی سے بچاؤ کے لئے حلوا

(۷) شیخ محمد امین بدخشی فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ سعدی بلخاری نے فرمایا کہ مناسکِ حج ادا کرنے کے بعد جب میرا ارادہ حضرت شاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا پختہ ہوا تو حضرت شیخ آدم پیر روشن ضمیر نے مجھے اپنی روانگی سے پیشتر مدینہ منورہ کی طرف روانہ کر دیا۔ راستہ میں مجھے ایک وقت غسل کی حاجت ہوئی تو میں نے ایک نہر میں جس کا پانی بہت سرد تھا غسل کیا۔ صبح کی سردی اور ٹھنڈے پانی نے اثر کیا اور مجھے بدن میں کپکپی شروع ہو گئی۔ اسی اثنا میں غیب سے ایک شخص پیدا ہوا جس نے نہر کے پانی سے نکل کر تر و تازہ گرم گرم حلوا مجھے دے کر فرمایا کہ کھا لے صحت یاب ہو جائے گا۔ جب میں نے وہ کھا لیا تو صحت بحال ہو گئی اور چل کر مدینے پہنچ گیا۔

عمر میں اضافہ

(۸) شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ کچھ دن بعد حضرت شیخ آدم بھی مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ اُس وقت میں سخت بیماری میں مبتلا تھا میں انکی خدمت

Marfat.com

میں حاضر نہ ہو سکا۔ آخر شیخ میری عیادت کو تشریف لائے اور مجھے حالتِ نزع میں دیکھ کر کچھ فرمائے بغیر لوٹ گئے۔ اسی رات میں نے حالتِ بے ہوشی میں جو نیند اور بیداری کے درمیان تھی دیکھا کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ الملک الاکبر حضرت صدیق اکبر اور عمر اور سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ تخت نورانی پر تشریف لائے ہیں اور میں چاروں کے سامنے دست بستہ کھڑا ہوں کہ ناگاہ قلم دوات کاغذ غیب سے موجود ہوا اور حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یا ابوبکر! عمر سعدی جو فاطمہ کا فرزند معنوی ہے ختم ہو گئی ہے اب ہم نے از سر نو اسے پچیس سال اور عمر عطا کر دی ہے۔ اس کاغذ پہ یہ تحریر کر دو۔ پھر قدرے سکوت کے بعد فرمایا کہ ہم نے پنج سال اور اسے بخشتے ہیں تاکہ وہ پچپن ۵۵ سال اور دنیا میں رہے اور طالبانِ حق کی ہدایت میں مصروف ہو۔ ابھی یہ واقعہ پورا نہ ہوا تھا اور میں اسی عالم بے ہوشی میں بستر پر پڑا تھا کہ حضرت پیر میری عیادت کو تشریف لے آئے۔ اور میرے سرہانے کھڑے ہو کر شیخ حامد کو فرمایا کہ اس رات سعدی کو حضرت شاہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ نے پچپن برس اور عمر عنایت فرمائی ہے ورنہ اس کی عمر ختم ہو چکی تھی میں حضرت شیخ کی آواز سن کر نیند سے بیدار ہوا۔ اُن کے قدموں پر سر رکھا اور اپنے آپ کو صحیح اور تندرست پایا۔

مزار شیخ آدم (۹) محمد یحییٰ زنگی رحمۃ اللہ علیہ، جو شیخ آدم کے خلفا میں سے تھے، اور بخطاب سیر الاعظم مخاطب، اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ آدم (متوفی مدینہ منورہ ۱۰۵۳ھ مدفون نزدیک روضۂ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی رحلت کے بعد شیخ سعدی ایمائے ربانی سے لاہور تشریف لے آئے اور اسی جگہ متوطن ہو گئے تو خلق خدا کی ہدایت میں مصروف ہو گئے اور ہزارہا طالبانِ خدا کو خدا تک پہنچا دیا۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ میرے مرید آسمان کے تاروں کی طرح ان گنت ہیں۔ ان میں سینکڑوں کامل تکمیل کے بعد رتبہ، ارشاد و اجازت تک پہنچ گئے۔

Marfat.com

حضرت شیخ سعدی کے چار فرزند ارجمند تھے (۱) خواجہ محمد سلیم (۲) خواجہ محمد غنی (۳) خواجہ محمد یوسف (۴) خواجہ محمد عارف - چاروں خانۂ دین کے ستون تھے جو پدر عالی قدر کی دستگیری سے ظاہری اور باطنی کمالات تک پہنچے اور تمام مشائخ متاخرین سے بڑھ گئے۔

تاریخ وفات

مفتی غلام سرور مرحوم فرماتے ہیں کہ میں نے جو پہلے سُنی سنائی تاریخ ۱۰۸۷ھ لکھی تھی اور جو صاحب تحقیقات چشتی نے اپنا کر اپنی کتاب میں درج کر لی - وہ شیخ شرف الدین کی تصنیف روضۃ السلام کے مطالعہ سے غلط ثابت ہوئی - صحیح یہ ہے شیخ سعدی لاہوری بروز چہار شنبہ سوم ماہ ربیع الثانی ۱۱۰۸ھ (مطابق ۲۰ / اکتوبر ۱۶۹۶ء) فوت ہو کر لاہور میں متصل محلہ عزیز پیر جواب مزنگ کے نام سے مشہور ہے دفن ہوئے - منظوم تاریخ ؎

شد چو سعدی از جہاں اندر بہشت — دل بسالِ رحلت آں شیخ پیر
گفت "سعدی تاج نعمت" کن رقم ۱۱۰۸ھ — نیز "سعدی عارفِ اکبر فقیر" ۱۱۰۸ھ (سرور)
ہم "شہنشاہِ ولایت" شد عیاں ۱۱۰۸ھ — سالِ وصلِ آں شہِ روشن ضمیر
از تو تاریخ نامی! اے پر سند — گو "شرافت شعاہ سعدی" است (نامی) ۱۶۹۶ء

شیخ حاجی محمد سعید لاہوری قدس سرہٗ

حاجی صاحب موصوف "سلسلۂ نقشبندیہ، قادریہ اور شطاریہ کے جلیل القدر شیخ ہیں چنانچہ تشریف الشرفا و نسب نامۂ حضرات گیلانی کے مصنف فرماتے ہیں کہ حاجی محمد شریف نے خلافتِ قادریہ، سید محمود بن سید علی حسینی الکروی ساکن مدینہ منورہ سے مدینہ میں حاصل کی - اور شیخ اشرف لاہوری سے آپ کا سلسلۂ عالیہ شاہ محمد غوث گوالیاری تک پہنچتا ہے اور نقشبندیہ کی اجازت حافظ سعد اللہ مجددی سے پائی اور آپ نقشبندی کہلاتے تھے۔

Marfat.com

احمد شاہی لوٹ

جب احمد شاہ ابدالی درانی بادشاہ ملک ہندوستان کی تسخیر کے لئے لاہور آیا تو تمام لاہوری اپنا اثاث البیت لے کر فوج شاہی کی غارتگری کے خوف سے جابجا چلے گئے۔ اور لکھی محلہ اور عبداللہ واڑی کے محلہ دار جہاں حضرت حاجی سکونت پذیر تھے، آپ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ لاہور کے تمام باشندے بادشاہی فوج کی لوٹ مار کے خوف سے بھاگ رہے ہیں اور ہم صرف آپکی اعانت کے بھروسے تا حال یہاں مقیم ہیں اگر ہماری حمایت آپ کو منظور ہو تو بہتر ورنہ ہم بھی اپنی کوئی پناہ گاہ ڈھونڈ لیں۔ حضرت حاجی نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ سارا شہر لاہور احمد شاہ کی فوج کی لوٹ مار سے نہیں بچ سکے گا مگر میں نے خداوند تعالیٰ سے درخواست کی ہے کہ لکھی[1] محلہ اور عبداللہ[2] واڑی غارت سے محفوظ رہے۔ چنانچہ یونہی واقع ہوا۔ احمد شاہ کے لشکریوں نے تمام شہر میں لوٹ مار کا بازار گرم کیا اور جو کچھ ملا لوٹ لیا۔ اور یہ دونوں محلے اللہ کے حفظ و امان میں رہے اور اس کا سبب یہ ہوا کہ جب احمد شاہ لاہور پہنچا تو لوگوں سے حضرت حاجی کی کرامتوں کا حال سن کر معتقد ہو گیا اور حاضر خدمت ہو کر مرید بن گیا اور اپنے نامور امراء کو بھی حاضر کر کے مرید کیا اور حکم دیا کہ لکھی محلہ اور عبداللہ واڑی میں جہاں حضرت حاجی سکونت پذیر ہیں۔ تاخت و تاراج نہ کی جائے۔ اور اس امر کے لئے پہرے دار بھی مقرر کر دیئے۔ پس اس دن سے حضرت حاجی پیر افغان مشہور ہوئے اور اب

---

[1] (تاریخ انگریزی لاہور) کے صفحہ ۹۴ میں لکھا ہے کہ لکھی محلہ وہاں آباد تھا جہاں کرنیل ہال کی کوٹھی باغ رتن چند کے پیچھے ہے۔ چونکہ یہاں لکھپتی تواجے اور پراچے رہتے تھے اس لئے یہ محلہ اس نام سے مشہور ہوا۔ بُرچھا گردی میں جو لوٹ مار کا سلسلہ چلا تو اس محلہ کے مکیں کچھ تو جموں چلے گئے اور کچھ شہر کے اندر آ بسے۔ رنجیت سنگھ کے عہد میں خشت کشوں نے عمارات گرا کر بیچ دیں اور محلے کا نشان مٹ گیا۔

[2] محلہ واڑی کا محل وقوع حضرت شاہ چراغ کی خانقاہ کے جنوب کی طرف تھا جہاں اب گورنمنٹ ٹیلی گراف آفس ہے۔

Marfat.com

تک ایسے ہی مشہور ہیں۔

کہتے ہیں کہ جب احمد شاہ ابدالی کابل واپس چلا گیا تو ایک لاہوری شخص نے حضرت حاجی کی خدمت میں عرض کیا کہ میری ایک لڑکی تھی جسے احمد شاہ کے لشکری لوٹ کر لے گئے ہیں۔ میری اور کوئی اولاد نہیں اس بیٹی کے لئے بڑا بیقرار ہوں اگر اس میں میری مدد فرمائیں تو آپ کی عنایت سے بعید نہیں۔ یہ سُن کر آپ مراقبہ میں چلے گئے اور سر اُٹھا کر سائل سے کہا کہ آنکھیں بند کرے۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ جب آنکھیں کھولیں تو لڑکی کو اس حالت میں اپنے پاس کھڑی پایا کہ اس کے ہاتھ میں روغن کا برتن اور چار پیسے تھے۔ سائل مراد پا کر بڑا خوش ہوا۔ اور اس لڑکی سے اس کی سرگزشت دریافت کی۔ اس نے کہا کہ بادشاہ کے لشکری جب مجھے لاہور سے پکڑ کر کابل لے گئے اور ایک بادشاہی امیر نے مجھے اپنی لونڈی بنا لیا اور اپنے گھر میں رکھا۔ میں اس وقت کابل میں تھی۔ گھر کے مالک نے مجھے روغن کا برتن اور چار پیسے دیئے کہ بازار سے روغن خرید کر لے آ۔ جب میں بازار پہنچی تو یہی شیخ کہ یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ مجھے ملے اور کہا آنکھیں بند کرو۔ میں نے بند کرلیں ایک لمحے کے بعد کان میں آواز آئی کہ آنکھیں کھول دے۔ جب کھولیں تو اپنے آپ کو تمہارے پاس پایا۔ اس کے سوا اور مجھے کچھ معلوم نہیں کہ میں کس طرح آئی۔

سلسلہ مشائخ قادری

مخفی نہ رہے کہ حاجی محمد سعید دو دفعہ حرمین شریفین تشریف لے گئے اور شرف حج و زیارت روضۂ مطہرہ نبوی سے مشرف ہوئے اور بہت سے مشائخ طریق سے فائدہ عام اور فیض تام حاصل کیا۔ چنانچہ آپ کی بیعت کا سلسلہ خاندانِ عالیہ قادریہ سے چند درمیانی واسطوں سے سید عبدالقادر گیلانی سے اس طرح پہنچتا ہے کہ آپ مرید شیخ سید محمود کردی کے (جن سے مکہ معظمہ میں بیعت فرمائی) اور یہ (سید محمود) سید جلال الدین کے۔ اور یہ مرید سید شہاب الدین کے۔

Marfat.com

اور یہ سید جمال الدین کے۔ اور یہ سید شمس الدین ابوالعرفا کے۔ اور یہ شہاب الدین احمد کے۔ اور یہ سید قاسم کے۔ اور یہ عبدالباسط کے۔ اور یہ سید بہاؤ الدین ابوالعباس کے۔ اور یہ سید بدر الدین ابوالحسن کے۔ اور یہ سید علاء الدین کے۔ اور یہ سید شرف الدین یحیٰی تاتاری کے۔ اور یہ مرید سید ابو صالح نصر کے۔ اور یہ مرید قطب الآفاق سید عبدالرزاق بن غوث الاعظم محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے۔

سالِ رحلت حضرت حاجی ۱۱۶۶ھ (مطابق ۱۷۵۳ء) میں فوت ہوئے۔ آپ نے عمر طویل پائی جو ایک سو دس برس سے زیادہ ہے۔ یعنی آپ ۱۰۵۶ھ سے ۱۱۶۶ھ تک زندہ رہے۔ آپ نے شاہجہان۔ اورنگ زیب۔ اعظم شاہ۔ شاہ عالم۔ معز الدین۔ جہاندار شاہ۔ فرخ سیر۔ رفیع الدرجات۔ رفیع الدولہ۔ نکوسیر۔ ابراہیم۔ محمد شاہ اور احمد شاہ مغلیہ بادشاہوں کا زمانہ پایا۔ یعنی تیرہ ۱۳ کا۔ گو ان میں سے رفیع الدرجات۔ رفیع الدولہ۔ نکوسیر۔ ابراہیم کا عہد ایک سال ہی میں ختم ہو گیا۔ آپ آخری بادشاہ کی حکومت کے آخری سال واصل بحق ہوئے۔

حضرت حاجی کی زندگی میں آپ کا نواسہ شیخ عبدالرحیم جو ان کا اکمل خلیفہ تھا فوت ہو گیا اور سید فضل علی لاہوری مرید و خلیفہ شیخ عبدالرحیم بھی چل بسا۔ مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ حضرت حاجی کا مزار لاہور میں زیارت گاہ خلق ہے اور سید محمد لطیف جج فرماتے ہیں کہ مزار حضرت چراغ شاہ کی خانقاہ کی جنوبی سمت ہے محلہ عبداللہ واڑی میں۔

منظوم تاریخ رحلت:

چوں سعید آں اسعدِ دورِ زماں — رفت از دنیا و در جنت رسید

رحلتش گو "شیخ نورِ فضلِ نور" ۱۱۶۶ھ — نیز "بحرِ معرفت حاجی سعید" (سرور)

شد چہ تاریخ بہ ناحی پدید ۱۱۶۶ھ — "مرضِ الموت محمد سعید" ۱۱۶۶ (ناحی) ۱۷۵۳ء

نوٹ:۔ سلطنتِ مغلیہ کی کمزوری کی وجہ سے سلطنتِ ہندوستان کے اعضا

Marfat.com

ہو گئے اور احمد شاہ ابدالی اور پھر زمان شاہ کے لئے میدان صاف ہو گیا اور انہوں نے لاہور کو لوٹ مار کے لئے چن لیا۔ شیخ محمد سعید کی زندگی میں جو احمد شاہ کا حملہ ہوا وہ غالباً ۱۷۴۸ء تھا۔ دوسرا حملہ ۱۷۴۹ء تھا۔ تیسرے حملہ کا سال ۱۷۵۲ء ہے اس میں میر معین الملک نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ احمد شاہ نے اس کی قدر کی اور اسے رستم ہند کا خطاب اور اپنا فرزند خاں کہہ کر نوازا اور روپیہ لے کر واپس چلا گیا۔ چوتھا حملہ ۱۷۵۵-۵۶ء میں ہوا۔ لاہور آ کر اُس نے اپنے بیٹے تیمور شاہ کو لاہور کا چارج دیا اور قندھار کو لوٹ گیا۔ پانچویں دفعہ احمد شاہ لاہور ۱۷۶۱ء۔ چھٹی بار ۱۷۶۲ء ساتویں دفعہ ۱۷۶۴ء اور آٹھویں بار ۱۷۶۷ء میں ہوا۔ اس دفعہ وہ لہنا سنگھ کو کام سپرد کر کے کابل کو چلا گیا اور ادھر ۱۷۷۳ء کے وسط میں مر گیا۔ اسکے بعد لاہور پر بھنگی سرداروں کی حکومت رہی جس میں ۱۷۹۷ء ۱۲۱۱ھ میں پھر زمان شاہ کے حملے سے خلل پڑا۔ اسی محلے کی لوٹ مار کی ہجو اور تاریخ میں حضرت مراد شاہ نے نظم لکھی ہے جس سے چند شعر از تاریخ جلیلہ ص ۱۹۹ درج ذیل ہیں ؎

چہ تدبیرے زہیر آسماں رفت — کہ ہوش و طاقت از پیر و جواں رفت
پس از چل سال ایام جہالت — یکیں آمد کہ تمکین مکاں رفت
برائے غارت و تاراج پنجاب — چو دزد آہستہ تر آمد رواں رفت
ز دست جور آں غول بیاباں — عجب حالت بجانِ شیریاں رفت
بسالِ رفتنش در جمع یاراں! — چو از تاریخ حرفے درمیاں رفت
مراد از جودتِ طبع رسائے — بگفتا "ناگہاں شاہ زماں رفت"

۱۲۱۱ھ (مطابق ۱۷۹۷ء)

زمان شاہ سال بعد پھر آیا اور رنجیت سنگھ کو لاہور کی حکومت کا پروانہ دے گیا۔

Marfat.com

سیّد منور شاہ لاہوری سہروردی نقشبندی قدس سرہٗ

سیّد صاحب موصوف سیّد گیلانی، حضرت غوث الاعظم کی اولاد سے شیخ ارشاد اور صاحب طریقت ہیں۔ زُہد، ورع اور پرہیز گاری میں فائق تھے دنیا اور اہلِ دنیا سے کوئی غرض نہ تھی۔ اور خاندان عالیہ نقشبندیہ سہروردیہ کے کامل پیروں سے بہت فائدہ حاصل کیا۔

آپ کا شجرہ نقشبندیہ نہیں ملا۔ ہاں شجرہ سہروردیہ آپ کے مریدوں، سید حسین شاہ اور شیخ وہاب دین سے (مفتی صاحب مرحوم نے) یوں نقل کیا ہے کہ آپ اپنے والد سیّد صابر کے مرید تھے اور یہ اپنے والد میر عبدالرزاق کے۔ اور یہ اپنے پدر میر عبدالرحیم کے۔ اور یہ اپنے والد میر صدرالدین کے۔ اور یہ اپنے والد میر حیدر کے۔ اور یہ مرید شاہ نصیب الدین غازی کشمیری کے۔ اور یہ شیخ داؤد خاکی کے۔ اور یہ مخدوم حمزہ کشمیری کے۔ اور یہ سید جمال الدین بخاری کے مرید تھے جو سیّد عبدالوہاب بخاری دہلوی کے بھائی تھے۔

اور آپ بڑے شوق و ذوق سے رات دن یادِ خدا میں مصروف رہتے اور اپنے مریدوں کو سلسلۂ نقشبندیہ کے طریق پر تلقین فرماتے تھے اور آپ پر حال قلوب اس قدر مکشوف تھا کہ جو حاجتمند اور سائل حاضرِ خدمت ہوتا اسے اظہارِ حال کی ضرورت نہ پڑتی اور اپنے دلی سوال کے مطابق جواب پالیتا۔

سیّد منور شاہ جامع الکمالات کی وفات ۱۲۶۴ھ (مطابق ۱۸۴۸ء) میں ہوئی۔ مزار مبارک شیخ محمد طاہر لاہوری کے مزار کی چار دیواری میں ہے۔ اُس وقت آپ کی اولاد سے سیّد احمد شاہ آپ کے فرزند علم اور خُلق میں مشہور لاہور میں موجود تھے۔

منظوم تاریخ ؎

پرتو افگن چو شد منور شاہ | در جہاں ہم چو ماہ پارۂ نور!
گشت تاریخِ رحلتش روشن | از دو منور ولی ستارۂ نور (سرور)

Marfat.com

القا ہُوا یہ ناحی حامد کو بے مثال   "فیاض خوش مزاج" ہے تاریخ انتقال

نوٹ :- اسی سال رنجیت سنگھ کی حکومت کے خاتمے ۱۸۴۸ء اور سکھوں میں خانہ جنگی سے تباہی کے بعد لاہور میں انگریزی راج شروع ہوا۔

شیخ محمود شاہ نقشبندی مجددی لاہوری قدس سرہٗ

مفتی غلام سرور حدیقۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ یہ بزرگ خدا پرست عابد و زاہد لاہور میں سکونت پذیر تھے۔ آپ کو طریق احمدیہ مجددیہ میں شیخ عبدالکریم مجددی سے فیض پہنچا تھا۔ اور شیخ عبدالکریم شاہ غلام علی دہلوی سے فیض یاب تھے لاہور کے طالبان خدا اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفید ہوتے تھے۔ آپ تمام عمر گوشہ نشین رہ کر مشغول عبادت و ریاضت رہے۔ آخر ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء میں فوت ہو کر متصل مقبرۂ سید گھوڑے شاہ سہروردی مدفون ہوئے۔ روضۂ منورہ زیارت گاہ خلق ہے۔

منظوم تاریخ ؎

بتاریخ او ناحی خوش بیاں   "سیادت نشاں شاہ محمود" گفت ۱۲۸۰ھ

از ناحی حامد زمانہ!   "تن بریاضت" است تاریخ

یہ ہندوستان کی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے چھ برس بعد کا واقعہ ہے۔ لاہور میں سکھا شاہی کے خاتمے کے بعد انگریزی راج ۱۸۴۸ء میں قائم ہو چکا تھا یعنی شاہ محمود کی وفات سے ۱۶ برس پہلے۔

Marfat.com

لاہور میں

سلسلۂ سہروردیہ کے بزرگ

حضرت عبد الجلیل المعروف بہ قطب العالم چوہڑ شاہ بندگی قریشی حارثی الہکاری لاہوری

آپ جلیل القدر سہروردی مشائخ میں سے ہیں۔ نسب شریف چار واسطہ سے سلطان التارکین حمید الدین ابوالمغیث حاکم بادشاہ کیچ مکران سے ملتا ہے کہ شیخ عبد الجلیل بن شیخ ابوالفتح بن شیخ عبد العزیز بن شیخ عبد الجلیل بن شیخ شہاب الدین بن شیخ نور الدین بن سلطان التارکین حمید الدین حاکم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

شیخ عبد الجلیل، کرامات ارجمند، مقامات بلند کے مالک، فرد یگانہ اور قطب خانہ تھے۔ آپ کا سلسلۂ ارادت اپنے والد بزرگوار ابوالفتح کے علاوہ دوسرے بزرگوں سے بھی سیر و سیاست کے دوران میں تھا۔ آپ نے ان سب سے کامل فیض اور فائدہ تام حاصل کیا۔ دنیا بھر کی سیاحی کے بعد آپ قصبۂ مومبارک واپس آکر جو شیخ حمید الدین حاکم کا مسکن و مدفن تھا کچھ عرصہ مکین رہے اور پھر ایمائے ربّانی سے وطن کو چھوڑ کر لاہور کی طرف روانہ ہوئے۔ جب نصف راستہ طے کر چکے تھے تو خواب میں دیکھا کہ شیخ فرید الدین گنج شکر فرما رہے ہیں کہ یا شیخ مناسب یہ ہے کہ آپ اجودھن میں ہمارے روضہ پر آئیں اور اپنا حصہ جو ہمارے پاس ہے لیں اور پھر لاہور جائیں۔ چنانچہ شیخ اجودھن تشریف لے گئے اور چالیس دن

Marfat.com

حضرت گنج شکر کے روضہ مطہرہ میں خلوت گزین رہے۔ اور آپ سے خلافت چشتیہ کا خلعتِ فاخرہ حاصل کیا۔

اس کے بعد لاہور تشریف لاکر شہر مذکور کے متصل کوٹ کروڑ میں منزل گزین ہوئے۔ یہ ایک موضع تھا لاہور کے باہر جانب گوشہ کنگنی مشرق اور جنوب کے درمیان کہ اس وقت اس کا نشان بھی باقی نہیں۔

ایک دن شیخ دریا کی سیر کو تشریف لے گئے جو اس طرف بہتا تھا۔ جب راوی کے نزدیک پہنچے تو دیکھا کہ ایک دوغ فروش عورت دریا کو عبور کر کے لاہور کی طرف آرہی ہے۔ شیخ نے اُس سے پوچھا کہ اس دہی کی کیا قیمت ہے۔ اُس نے جو قیمت بتائی وہ شیخ نے خادم کو فرمایا کہ دے دو جب قیمت ادا کر دی گئی تو شیخ نے عورت کو ارشاد فرمایا کہ دہی کے برتن کو زمین پر دے پٹکو۔ چنانچہ اُس نے ویسا ہی کیا۔ جب برتن ٹوٹ گیا۔ وہیں میں سے ایک زہر ناک سانپ برآمد ہوا۔ عورت حیران ہوئی اور اپنے گھر جا کر اپنے شوہر راموں پسر ہانڈو کو جو گاؤں (ہانڈو) کا رئیس تھا۔ وہ علی الصباح شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کفر سے توبہ کر کے مشرف بہ اسلام ہو کر آپ کا مرید ہو گیا۔ شیخ نے اسے شیخ جلال کے نام سے موسوم فرمایا اور وہ ایک کامل ولی بن گیا۔ شیخ جلال موصوف کا مزار موضع ہانڈو میں ہے۔ میں جب حضرت اشرف اپنے خال محترم کے ساتھ شیخ جلال کی اولاد کے پاس گیا تھا تو انہیں اس مورث اعلیٰ کا مزار درست کرنے کو کہا تھا۔ اُمید نہیں کہ انہوں نے توجہ کی ہو۔ کیونکہ اب اُن میں بعض بزرگوں سے بدعقیدہ ہو گئے ہیں اور یہ بات ہم پیروں کی غفلت کا نتیجہ ہے۔

شیخ جمال الدین ابا بکر نے جو شیخ عبدالجلیل کے بھائی اور خلیفہ تھے۔ شیخ موصوف کے احوال میں ایک کتاب بنام تذکرۂ قطبیہ تالیف کی ہوئی ہے۔ اس میں فرماتے ہیں کہ مجھے آنحضرت کی بیعت سے مشرف ہونے کا یہ سبب ہوا کہ میں ایک دن آپ کی خدمت

Marfat.com

میں حاضر ہوا۔ میرے ہاتھ میں ایک خشک لکڑی تھی۔ دل میں خیال آیا کہ اگر میرے ہاتھ کی یہ خشک لکڑی آپ کی کرامت سے چند بالشت بڑھ جائے تو میں آپ کا مرید بن جاؤں۔ شیخ نے نورِ باطنی سے میرے دلی خیال کو معلوم کر لیا اور فرمایا کہ خدائے جل شانہٗ اس بات پر قادر ہے کہ خشک لکڑی کو لمبی کر دے۔ اسی وقت وہ چند بالشت دراز ہو گئی۔ میں اسی وقت اٹھا اور آپ کے پاؤں پر سر رکھ کر مرید ہو گیا۔

حضرت شیخ عبدالجلیل کتاب دلائل الخیرات مؤلفہ ابو عبداللہ سلیمان بجزولی رحمۃ اللہ علیہ کا بڑے ذوق و شوق سے ورد رکھتے تھے۔ یہ ذکر درود شریف میں بہت عمدہ کتاب ہے۔ آپ ایک بار صبح اور ایک دفعہ وقتِ شام اسے ختم فرماتے تھے اور جس مرید پر زیادہ مہربان ہوتے اُسے اس کی مداومت کا حکم فرماتے اور اس سے اس کی مشکلیں بوجہ احسن حل ہوتیں۔

واقعہ وفات۔ شیخ عبدالجلیل اس طرح درج تذکرۂ قطبیہ ہے کہ ماہ رجب ۹۱۰ھ کی یکم تاریخ تھی (جو یکشنبہ ۸ دسمبر ۱۵۰۴ء کے مطابق ہے۔ ناقل) اور آپ کی پُرانوار مجلس میں شیخ یونس، شیخ جلال، شیخ مولا نجار، شیخ میٹھ سیاہ پوش، شیخ موسےٰ آہنگر، ملا قرآن، شیخ زین العابدین اور دوسرے چند نامدار خلفاء اور اولیاء کبار حاضر تھے کہ ناگاہ آنحضرت نے سجدہ میں سر رکھ دیا اور جان، جان آفرین کو تسلیم کر دی۔ وقتِ غسل سلطان سکندر لودھی جو اُس وقت لاہور میں تھا حاضر اور شریک غسل ہوا جب غسل سے فارغ ہوئے تو تین دفعہ اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک شیخ کی زبان حق ترجمان سے صادر ہوا۔ بعض لوگوں نے خیال کیا کہ ابھی آپ زندہ ہیں۔ اس کے بعد دو گھڑی تک آپ کے لب مبارک حرکت کرتے رہے۔ آخر نماز جنازہ پڑھ کر آپ کو آپکی عالی جاہ خانقاہ میں جو لاہور شہر سے باہر ہے دفن کر دیا۔ آنحضرت کا مزار پُرانوار زیارت گاہ خلق ہے۔ اور صاحب تذکرۂ قطبیہ شیخ ابابکر نے شیخ جامع الکرامات کی تاریخ وفات لفظ شیخ ۹۱۰ھ سے اخذ کی ہے۔ از مؤلف:-

Marfat.com

شہ عبدالجلیل آں قطبِ عالم | بروئے او کشاد از فضلِ حق باب
جنابش افضلِ دنیا و دین است | تو سالِ رحلتش از "فضل" دریاب ۹۱۰ھ
دگر از دل بہ سرورِ سالِ وصلش | ندا آمد کہ "مہتابِ جہاں تاب" ۹۱۰ھ

ایضاً

چو عبدالجلیل از جہاں رخت بست | بگو سالِ وصلش بطرزِ جمیل (سرور)
یکے "تاجِ عرفانِ امجد مجید" ۹۱۰ھ | دگر مہدیٔ حق خلیل و جلیل؟
پئے عیسوی سال اسے ابنِ حامد | بگو "فضل حق شاہ عبدالجلیل" (نامی) ۱۵۰۴ء

نوٹ: (از نامی) مفتی غلام سرور مرحوم نے یہ چند واقعات تذکرۂ قطبیہ سے اخذ کئے ہیں جس کے مؤلف اپنے عہد کے مشہور فاضل ہوئے ہیں جیسا کہ عہدِ جہانگیر کے مصنف مولوی محمد غوثی نے کتاب اذکارِ ابرار میں بیان کیا ہے یہ کتاب ۱۰۱۴ھ عہد جہانگیر کی مصنفہ ہے۔ شیخ ابوبکر سلطان سکندر لودھی کے ساتھ آگرہ میں جا رہے تھے اور اس شہر کے محلہ جوگی پورہ میں آپ کا مزار ہے۔ میں دو دفعہ آپ کے مزار کی زیارت کے لئے آگرہ جا چکا ہوں اور یہ دیکھ کر مایوس ہوا کہ وہ محفوظ نہیں ہے۔

راوی کا بہاؤ

آپ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبدالجلیل کے خلیفہ سید مولانا بایزید ہاشمی قریشی فرزند قاضی رفیع الدین ساکن ماتھلہ کا مزار جو کوٹ کرڈو اور شیخ کاکو کے مزار کے درمیان ہے بر لبِ دریا واقع ہے۔ یعنی میکلوڈ روڈ پر۔ اس بات کو موجودہ نسل سن کر حیران ہوگی مگر یہ حقیقت ہے۔ حضرت عبدالجلیل کی خانقاہ کے شمال و جنوب کی سمت واقع نشیبی زمین کی طرف بنظرِ غائر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یہاں کسی زمانے میں دریا بہتا تھا۔ اوپر جو مفتی صاحب مرحوم نے گوجری کا دریا عبور کر کے (موضع ہانڈو سے) آنا بیان کیا ہے اس سے مراد اسی طرف کا دریا ہو سکتا ہے۔

چونکہ تذکرۂ قطبیہ اور تاریخ جلیلہ میں حضرت عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی کے مفصل حالات درج ہو چکے ہیں اس لئے میں یہاں زیادہ لکھنا تحصیل حاصل سمجھتا ہوں اور لکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔

Marfat.com

میرے خالِ محترم پیر محمد اشرف عالم شاہ مرحوم رئیس رتنہ پیراں نے (یہ موضع جو پہلے ضلع امرتسر کے حدود میں شامل تھا اور پھر سیالکوٹ میں اور اب شیخوپورہ میں ہے) اپنی مملوکہ اراضی سے لاہور قلعہ گوجر سنگھ میں واقع چاہ چوہڑ شاہ بندگی والی زمین، جو اس وقت بیس لاکھ روپیہ کی مالیت کی ہے، وقف فرما کر مجھے متولی مقرر کیا تھا۔ تاکہ میں اس کی آمدنی سے بزرگوں کا نام زندہ رکھنے کے لیئے اُن کے آثار کو قائم رکھوں اور اپنی خداداد قابلیت سے کام لے کر اُن کے حالات شائع کروں چنانچہ میں نے اس سلسلہ کو دلی شوق و ذوق سے پورا کیا اور کر رہا تھا کہ محکمہ اوقاف نے اوقاف اشرف پر قبضہ کر لیا (عرس بھی نہیں کیا) اور میں اس سلسلہ مفیدہ کو جاری رکھنے سے معذور ہو گیا۔ اب میں نے بزرگانِ لاہور کے حالات جو لکھنے شروع کیئے ہیں تو بسم اللہ حضرت عبد الجلیل کے اسم مبارک سے ہی کی ہے اور "قدرتاً" سلسلۂ سہروردیہ کے لاہور میں تشریف لانے والے پہلے بزرگ آپ ہی ہیں (ناحی نزیل یا کیبٹن نزد فرزندم محمد ابوبکر بی۔ ایس۔ سی (قطن) (کاٹن انسپکٹر مورخہ ۵۔ اپریل ۱۹۶۱ء)

حضرت عبد الجلیل کے دو اور لاہوری مرید و خلفاء کا ذکر تذکرۂ قطبیہ میں ہے ۱

سیّد عثمان المشہور شاہ جھولا لاہوری رحمۃ اللہ الباری

سیّد عثمان ذوق و شوق اور جذب و استغراق والے پیرِ روشن ضمیر تھے۔ مقام اوچ سے آکر لاہور مکین ہوئے۔ اور خلق کثیر کو اپنی ارادت سے سرفراز فرمایا اور مقبول انام ہوئے۔ چھوٹے بڑے، وضیع و شریف نے آپ کا اتباع کیا۔ علمائے عہد نے بھی آپکے

---

۱ حضرت عبد الجلیل چوہڑ شاہ بندگی اور اُنکے خلفا کرام نیز اولاد امجاد کے مفصل حالات کے لئے "تاریخ جلیلہ" مؤلفہ ناحی صاحب قبلہ ملاحظہ فرمائیں (قسیم افضل)

Marfat.com

آ گئے سر تسلیم خم کرنے کے سوا چارہ نہ دیکھا۔

نسب

آپ کا آبائی نسب چند واسطوں سے حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین اوچی قدس سرہٗ سے ملتا ہے۔ یعنی آپ سید محمود اوچی بن سید بہاء الدین بن سید حامد بن سید محمد شاہ بن سید رکن الدین المخاطب بہ ابوالفتح بخاری اوچی بن سید حامد بخاری المقلب بہ نوبہار صاحب دستار بن سید ناصر الدین بن سید جلال الدین مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے فرزند دلبند تھے۔ یہ تمام حضرات سلسلہ سہروردیہ میں اپنے آبائے کرام کے مرید تھے۔

جھولہ ہونے کا سبب

سید عثمان موصوف کے شاہ جھولہ بخاری مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے۔ کہ جب آپ اوچ سے لاہور کی طرف شتر سوار آ رہے تھے تو اونٹ کو تیز چلانے کی وجہ سے آپکے بازو ہل رہے تھے تو آپ نے اپنے بازوؤں کو مخاطب فرما کر کہا تم اتنی حرکت کیوں کرتے ہو شاید تمہیں جھولہ ہو گیا ہے۔ اس کہنے پر واقعی بازو رعشہ زدہ ہو گئے اور آخری دم تک یونہی رہے۔ پنجابی میں جھولہ رعشہ کو کہتے ہیں۔

سید عثمان کی وفات آپ کی اولاد کے شجرۂ قدیمہ کے مطابق ۱۸ ربیع الاول ۹۱۲ھ کو سلطان سکندر لودھی کے عہد میں واقع ہوئی۔ مزار پر انوار قلعہ لاہور کے اندر تہ خانہ میں ہے۔ یہ جگہ قلعہ اکبری کی تعمیر سے پہلے شہر لاہور کی آبادی کے اندر واقع تھی آپ شیخ حسینی پنج پیر کے نام سے مشہور رہیں۔

قطعہ تاریخ از مفتی غلام سرور مرحوم لاہوری:۔

میر عثمان چو گشت راہی خلد — یافت از حق بباغ خلد مکاں
گو وصالش "امیر عثمان" بود! — "معدن جود سید عثمان"
۹۱۲ھ — ۹۱۲ھ (مطابق ۹ اگست ۱۵۰۶ء)
بسال عیسوی تاریخ چاہو! — تو نامی سے ستو عثمان مہ لرح
۱۵۰۶ء

Marfat.com

شیخ موسےٰ آہنگر سہروردی لاہوری قدس سرہٗ

شیخ موسےٰ، حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی کے خلفاء میں سے نامدار ولی اور بیدار دل مریدین میں سے با اقتدار ہوئے ہیں۔ ابتداء میں آپ شیخ شہر اللہ بن یوسف سجادہ نشین روضۂ عالیہ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے مرید تھے۔ جب وہ فوت ہو گئے تو شیخ عبدالجلیل کی خدمت میں حاضر ہو کر پایۂ تکمیل کو پہنچے۔ حضرت عبدالجلیل کے تذکرہ نویس (شیخ جمال الدین ابابکر) فرماتے ہیں کہ جب شیخ شہر اللہ ملتانی کے آخری وقت شیخ موسےٰ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ علوم باطن کے چند دقائق و حقائق جناب کی خدمت میں ابھی حل کرنے باقی ہیں۔ ان کے متعلق کچھ وہ ارشاد فرمائیں جو اس کمترین کی بہبودی کا موجب ہو۔ شیخ شہر اللہ نے فرمایا۔ کہ ان کی تکمیل قطب العالم عبدالجلیل لاہوری کی خدمت میں حاضر ہونے سے ہوگی۔ لہٰذا وہاں جاؤ اور اپنا نصیب حاصل کرو۔ پس شیخ موسےٰ شیخ شہر اللہ کی وفات کے بعد لاہور کی جانب روانہ ہوئے اور خانقاہ شیخ عبدالجلیل کے باہر فقراء کے زمرہ میں خاموش بیٹھ رہے۔ شیخ عبدالجلیل نے نور باطن سے شیخ موسیٰ کا حال معلوم کیا اور حجرہ کے اندر سے فرمایا کہ شیخ موسیٰ نو وارد ملتان سے خانقاہ میں آیا ہے۔ اسے میرے پاس لاؤ۔ خادموں نے آواز دی کہ شیخ موسےٰ کہاں ہے۔ آئے۔ پس وہ حاضر خدمت ہوئے اور کئی سال شیخ عبدالجلیل کے پاس رہے اور اپنے کام کو تکمیل تک پہنچایا۔ ان کا بڑے اولیاء میں شمار ہوا۔ حضرت شیخ نے بھی ان کی جدائی گوارا نہ کی۔ اور اپنی خانقاہ کے پاس دو بیگھہ زمین انہیں مرحمت فرمائی جہاں انہوں نے اپنا مکان تعمیر کیا اور کسب حلال کے لئے لوہارا کام شروع کیا۔

ایک دن شیخ موسےٰ لوہارا کام کرنے میں مشغول تھے کہ ایک عورت اپنا تکلہ سیدھا کرانے کے لئے آئی اس کا نام ہردو تھا۔ وہ خوبصورتی میں بے نظیر تھی۔ اس نے واجبی اُجرت

Marfat.com

پر تکلہ شیخ کے حوالے کر دیا۔ آپ نے اُسے بھٹی میں ڈال دیا۔ ایک ہاتھ میں دھونکنی تھی اور دوسرے میں چمٹا۔ اور نظر اُس عورت کی طرف۔ آپ اس کی صورت گر کی صنعت کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ جب اس حالت میں ایک گھڑی گزر گئی تو عورت جھلائی اور بولی کہ تو کیسا دوکاندار ہے کہ بیگانی عورت کو گھور رہا ہے اور خدا سے نہیں ڈرتا۔ تکلہ آگ میں ڈالے ہوئے۔ ایک گھڑی گزر چکی ہے اور میرے جمال پر مفتون ہو گیا ہے۔ یہ بات سُن کر اس بیدار دل شیخ موسیٰ نے آہنی دوک (تکلہ) آگ سے نکالا اور سلائی کی طرح اپنی آنکھوں میں پھیر کر فرمایا اے ماں اگر میں نے تجھے دیکھا ہے تو میری آنکھ جل جائے اگر تیرے پیدا کرنے والے (خالق) کو دیکھا ہے تو یہ لوہے کا تکلہ سونا بن جائے۔ چنانچہ اسی وقت وہ تکلہ خالص سونا بن گیا۔ جب اُس عورت نے یہ ظاہری کرامت دیکھی تو دنیا سے دل برداشتہ ہو کر اور جام عشق الٰہی کی مستانی ہو کر دیوانہ وار کوچہ و بازار میں پھرنے لگ گئی اور گھر بار سے اس کا دل اچاٹ ہو گیا اور سو جان سے مالکِ حقیقی کی عاشق ہو گئی۔ اسی حالت میں چند برس بسر ہوئے۔ گھر والوں نے اسے پکڑ کر زنجیر بستہ کر دیا۔ اُس نے کسی تدبیر سے اس قید سے رہائی پائی اور پھر کوچہ و بازار میں سر و پا برہنہ پھرنے لگی۔ آخر ایک دن اپنی میٹھی جان، جان سپار کو سونپ دی۔ لوگ اس کے کفن دفن کا انتظام کرنے لگے۔ شیخ موسےٰ اس کے سرہانے پر آئے اور فرمایا کہ اس کشتۂ الٰہی کی تجہیز و تکفین میں مصروف نہ ہو شاید کہ یہ زندہ ہو۔ ابھی آپ نے یہ لفظ منہ سے نکالے ہی تھے کہ مسمات ہر وکے جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ جی اٹھی شیخ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور تمام عمر آپ کی خدمت میں بسر کر دی۔ جب فوت ہوئی تو شیخ موسیٰ کے روضہ میں اسے دفن کیا گیا چونکہ دوسرا چھوٹا سا مزار جو آپ کے روضہ کے متصل ہے اسی پاکدامن عفیفہ کا ہے۔

کہتے ہیں کہ جب شیخ موسیٰ نے اپنے مرشد حضرت عبدالجلیل قطب العالم کی عطا کردہ زمین میں اپنا روضہ تعمیر کرنا چاہا تو معماروں کو بلا کر اسکی بنیاد رکھی۔ ان میں چند ہندو معمار بھی تھے

Marfat.com

انہیں ایام میں وہ دن بھی آگئے جب ہندو جا کر دریائے گنگا میں نہاتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا کہ نہ جاؤ۔ جب غسل کا دن آئے تو مجھے بتانا۔ چنانچہ وہ دن آیا تو ہندوؤں نے آپ کو اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا کہ اس حوض میں (جو روضہ میں ہے) جا کر ڈبکی لگاؤ گنگا پہنچ جاؤ گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بعد غسل جب انہوں نے غوطہ مار کر سر نکالا تو حوض میں موجود تھے۔

شیخ موسےٰ آہنگر کہ شیخ مسلم تھے (از قوم لودلہ جو اپنے آپ کو حضرت صدیق اکبر کی اولاد سے بتاتے ہیں۔ ناؔمی) بقول صحیح ۹۲۵ھ ۱۵۱۹ء میں فوت ہوئے یعنی ابراہیم لودھی کے عہد میں، آپ کا مزار پر انوار لاہور میں برنگ سبز (میکلوڈ روڈ پر حضرت عبدالجلیل کی خانقاہ سے جنوب کی طرف حضرت اشرف کی وقف کردہ زمین کے متصل ہے)

تاریخ وفات از مفتی غلام سرور لاہوری سے

چو نور طور عرفاں شیخ موسےٰ — شد از دنیا بخلد جاودانی

بسرور شد عیاں تاریخ سالش — "زہے سلطانِ زماں موسیٰ ثانی"
۹۲۵ھ (مطابق ۱۵۱۹ء)

ایضاً

چو از دنیا بجنت رفت آخر — ولیٔ جامع اوصاف موسےٰ

وصالش شد رقم "سر خداوند" — دوبارہ "راہبر کشاف موسےٰ"
۹۲۵ھ ۹۲۵ھ

پئے سالِ رحلت تو اے ابنِ حامد — بگو "شیخ موسیٰ ولایت ولی" (ناؔمی)
۱۵۱۹ء

سید جھولن شاہ المشہور گھوڑے شاہ بخاری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

سید جھولن شاہ موصوف، سید عثمان جھولہ (نمبر۲) کے فرزند (سید شاہ محمد) کے بیٹے ہیں۔ شجرہ جدی سید جلال الدین مخدوم جہانیاں سے ملتا ہے جو سید عثمان کے حال میں درج ہو چکا ہے۔ آپکا نام بہاؤ الدین تھا۔ مادر زاد ولی تھے۔ پانچ برس ہی کے سن میں آپ سے

Marfat.com

کرامات ظاہر ہونی شروع ہوئیں۔ بچپن میں آپ کو گھوڑوں سے دلی رغبت تھی۔ جو شخص آپ کی خدمت میں آ کر مٹی کا گھوڑا پیش کرتا فوراً فیضِ مراد ہو جاتا۔

جب آپ کی ولایت کا شہرہ نزدیک و دور پہنچا تو لوگ حصول مراد کے لئے جوق در جوق آنے شروع ہوئے۔ اس بات کی اطلاع آپکے والدِ بزرگوار کو ہوئی تو ان کو رنج ہوا اور دعا کی کہ خدایا یہ لڑکا تیرے اسرار کا کاشف اور استار کا مظہر ہو گیا ہے اسلئے اسکا دنیا سے اُٹھ جانا بہتر ہے۔ دعا کا تیر نشانے پر بیٹھا اور سیّد معصوم شاہدِ حقیقی سے جا ملا۔

سیّد جھولن شاہ کی وفات حسب شجرہ نسب سیّد حاکم شاہ محمد شاہ، جو سیّد جھولن شاہ کے حقیقی بھائی سیّد عماد الملک کی اولاد سے لاہور میں سکونت پذیر ہیں ۱۱ ربیع الاول ۱۰۰۳ھ (مطابق ۴ نومبر ۱۵۹۴ء کو اکبر بادشاہ کے عہد میں) ہوئی۔ مزار پُر انوار زمین حاجی نالہ بیرون لاہور شالامار کی قدیم سڑک پر مقبرۂ محمد شاہ کے مقابل زیارت گاہ خلق ہے۔ آپکی وفات کے بعد سیّد شہباز بن عماد الملک ۷ رجب ۱۰۱۲ھ کو اور سیّد گھوڑے شاہ بن عارف شاہ بن عماد الملک ۲۲ رجب المرجب ۱۰۵۱ھ کو وفات پا کر مزار جھولن شاہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ اور جو صاحبِ تحقیقات چشتی نے لکھا ہے کہ حضرت جھولن شاہ کا نام شاہ محمد حنفیہ ہے اور ارادت سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے محسن شاہ سے اور ان کی جان محمد چشتی لاہوری سے وہ محض غلط ہے۔

تاریخ وفات جھولن شاہ از مفتی غلام سرور مرحوم ؎

شاہ جھولن چوں ز دنیا رخت بست | سالِ وصلِ آں ولیٔ بحر و بر!
"عالم اسرار جھولن شاہ" داں | نیز "جھولن شاہ شاہِ نامور" ۱۰۰۳ھ
تم سے تاریخ پوچھیں گر ناجی ۱۰۰۳ھ | تو کہو "مرشدِ معظم" ہے!

سیّد شاہ محمد بن سیّد عثمان جھولہ بخاری والدِ بزرگوار کی وفات کے بعد ۱۵۹۴ء اُچ سے پنجاب کی طرف روانہ ہوئے اور کلانور کے پاس واقع موضع چک سرواں میں مقام کیا۔ وہاں کے

Marfat.com

زمیندار سارنگ نے آپکے مویشیوں کو پانی پلانے کی اجازت نہ دی۔ خدام سے یہ واقعہ سن کر آپ نے اپنے دودستی نیزہ کو زمین پر مارا تو چشمۂ آب پھوٹ نکلا اور سارنگ کے کنوئیں کا پانی خشک ہو گیا۔ یہ کرامت دیکھ کر سارنگ حاضرِ خدمت ہوا۔ طالب معافی ہو کر مرید بنا اور دین و دنیا میں معزز و ممتاز ہوا۔ اب تک وہاں اس کی اولاد کے کئی گاؤں آباد ہیں۔

سید شاہ محمد ۱۱ ربیع الثانی ۱۱۰۱ھ (مطابق ۱۸ ستمبر ۱۶۰۲ء) کو فوت اور موضع ملکہ ضلع لاہور میں مدفون ہوئے۔ آپ کے پانچویں فرزند (سید عماد الملک، سید بہاء الدین جھولن شاہ المشہور گھوڑے شاہ، سید شاہ عالم بھاون شاہ اور نورنگ شاہ) صاحب کرامت بزرگ ہوئے ہیں۔

تاریخ رحلت از مفتی صاحب مرحوم:

شہ محمد چوں ز دنیا رخت بست ۔۔۔ گشت "اعظم" سال ترحیلش عیاں
۱۱۰۱ھ
باز شد پیدا ز دل "شیخ امیں" ۔۔۔ "صاحب فضل" است ہم اے مہرباں
۱۱۰۱ھ
"شہ محمد عارف ربانی" است ۔۔۔ سال وصل آں شہ والا مکاں
۱۱۰۱ھ
بہر تاریخ رحلت سید ۔۔۔ گفت ناجی "صوفی ذی اقتدار"
۱۶۰۲ء

شیخ حسن کنجد گر المشہور حسو تیلی لاہوری قدس سرہٗ

شیخ حسن موصوف، شاہ جمال لاہوری کے خلیفہ ہیں۔ پہلے لاہور میں غلہ فروشی کی دکان کرتے تھے۔ ایک دن شاہ جمال لاہوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعائے خیر چاہی۔ انہوں نے نصیحت کی کہ غلہ پورے تول تولا کرو۔ چنانچہ آپ نے کم وزنی ترک کر دی اور پورا تولنے لگے بلکہ یہ طریقہ اختیار کر لیا کہ جو گاہک آتا۔ ترازو اس کے ہاتھ میں دے دیتے کہ خود تول لو۔ چنانچہ جو زیادہ تول کر لے جاتا اُس کا غلہ گھر جا کر کم نکلتا اور جو پورا تولتا اُس کا بڑھ جاتا۔ کئی سال

Marfat.com

آپ کا یہی معمول رہا۔ اور کاروبار میں اس قدر ترقی ہوئی کہ آپ نے باٹ سونے کے بنائے۔
ایک دن یہ باٹ لے کر شاہ جمال کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا کہ آپ کی توجہ سے اس قدر کشائش اور برکت ہوئی ہے کہ سنگھاسے ترازو بھی سونے کے بنائے ہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ انہیں لے جا کر دریا میں پھینک دو۔ آپ تعمیل حکم کے لئے فوراً دریا پر گئے اور باٹ دریا میں ڈال دئے۔ دو روز بعد دیہات سے غلہ فروش لاہور آتے ہوئے دریا سے گزرے تو وہ سنہری باٹ ان کے پاؤں کے نیچے آگئے۔ اُن کو معلوم تھا کہ یہ باٹ شیخ حسن کے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے لاکر انہیں دے دیئے۔ شیخ حسن پھر یہ باٹ شاہ جمال کے پاس لے گئے کہ دریا سپرد کئے ہوئے پھر میرے پاس آگئے۔ شاہ صاحب نے فرمایا یہ راستی کا امتحان تھا۔ جب تو نے کم تولنا چھوڑ دیا تو مال میں برکت آئی اور جو تو نے حلال کمائی سے پیدا کیا اور دریا میں بھی ڈالا تو بھی ضائع نہ ہوا اور تیرے پاس لوٹ آیا۔

یہ بات سُن کر حسن اسی وقت تارکِ دنیا ہو گئے اور اپنی دوکان فی سبیل اللہ لٹا دی اور شاہ جمال کی ارادت اختیار کر کے زہد و ریاضت میں مشغول ہو گئے اور چند سال میں کمال کو پہنچ کر ولایت کے درجہ پر فائز ہوئے۔ آپ کی کرامات زبان زدِ خلائق ہیں۔ بقول صحیح ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء میں فوت ہوئے۔ مزار لاہور میں مشہور ہے۔

تاریخ وفات از مفتی صاحب مرحوم ؎

رفت از دہر در بہشتِ بریں	چو حسن شیخ متقی مخدوم
رحلتش ہست "شیخ اہل اللہ" ۱۰۱۲ھ	نیز "محسن حسن ولی مخدوم"
ز تو گر بپرسند ناجی بگو	کہ "بخشش نشان" ۱۰۱۲ھ ۱۶۰۳ء است تاریخ او

تاریخ لاہور انگریزی کے صفحہ ۲۰۲ میں مرقوم ہے کہ حسن تیلی کا مزار کلب ہاؤس کے شمال کو قلعہ گوجر سنگھ کے جنوب کو اس سڑک کی بائیں طرف ہے جو میو ہسپتال سے گورنمنٹ ہاؤس

Marfat.com

کو جاتی ہے مزار چار دیواری کے اندر ہے۔ دروازہ جنوبی سمت ہے۔ یہ بزرگ بڑے پرہیزگار تھے۔ لوگ انکے بڑے عقیدتمند ہیں۔ سیر العارفین کی تحریر کے مطابق آپ مادھولال حسین کے ہمعصر تھے۔ آپ کی دوکان چوک جھنڈا میں موجود ہے۔ لوگ اسکی عزت کرتے ہیں اور آپ کے مسکن پر ہر روز چراغ جلاتے ہیں۔ آپ شاہ جمال کے مرید تھے۔ جن کا مزار اچھرہ میں ہے۔ آپ اورنگ زیب کی وفات سے چار برس بعد ۱۱۲۲ھ میں فوت ہوئے۔ لاہور کے تیلی مزار کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ہر سال عرس ہوتا ہے جس میں خلق کثیر حاضر ہوتی ہے۔

حضرت میراں محمد شاہ المشہور بموج دریا بخاری قدس سرہٗ

حضرت موج دریا بخاری جلیل القدر بخاری سادات سے سہروردی بزرگ ہیں۔ آپ کا نسب ان واسطوں سے سید جلال الدین شریف اللہ سرخ بخاری اوچی سے ملتا ہے آپ (میراں محمد شاہ) بن سید صفی الدین بن سید نظام الدین بن سید علم الدین ثانی بن سید جلال الدین بن سید علم الدین اول بن سید ناصر الدین بن سید جلال الدین مخدوم جہانیاں بن سید احمد کبیر بن سید شیر شاہ جلال الدین الاعظم امیر سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ میراں محمد شاہ اپنے وقت کے شیخ، مقتدائے زمانہ، عالی قدر ولی اور بلند مرتبہ بزرگ تھے۔ اوچ میں متمکن تھے کہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ ہندوستان نے آپکو مدعو کیا اور آپ اس سے چتوڑ گڑھ میں ملے اور اس جگہ کے قلعہ کی فتح کے لئے دعا سے امداد فرمائی اور مقبول خلق ہوئے۔ بادشاہ نے بڑی جاگیر علاقہ پرگنہ پٹیالہ میں نذر کی۔ فرامین عطائے جاگیر بادشاہی مُہروں سے مزین تا حال آپ کی اولاد کے پاس موجود ہیں۔ چونکہ بعض دیہات جاگیر لاہور میں تھے۔ اس لئے آپ لاہور میں سکونت پذیر ہوئے اور فرمایا۔ کہ ہمارا لنگر تین جگہ جاری کیا جائے۔ ایک لاہور کی خانقاہ

Marfat.com

ہیں۔ دوسرا موضع خان فتا متصل پھالیہ میں تیسرا پسیانوالہ میں۔ چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق لنگر جاری ہوئے اور طالبانِ حق، درویشوں مسکینوں کو با فراغت روٹی ملنے لگی۔

ایک دن ایک منکر نے میراں محمد شاہ موج دریا بخاری کی مجلس میں کہا کہ پنجابی کا مقولہ ہے کہ سیّد سُنّی نہیں کاٹھ دی کُنّی نہیں۔ یعنی سیّد سُنّی نہیں اور دیگ لکڑی کی نہیں ہوتی۔ اور یہ بھی کہا کہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں آگ سیّد کو نہیں جلاتی تھی۔ ایک دفعہ ایک سیّد صاحب آگ میں جا پڑے مگر ان کا ایک بال بھی نہ جلا۔ اب ممکن نہیں کہ کوئی ایسا صحیح النسب سیّد موجود ہو۔ حضرت موج دریا بخاری یہ سُن کر جلال میں آ گئے اور لکڑی کی ایک دیگ منگائی اور دونوں پاؤں کو چولھا بنا کر اس میں آگ جلوائی اور اس میں چاول پکائے اور منکر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ دیکھ سیّد سُنّی ہے اور دیگ لکڑی کی اور آگ نے سیّد کے پاؤں کو نہیں جلایا۔

اولاد:- یہ ثابت ہے کہ حضرت میراں محمد شاہ کے تین فرزند ارجمند مصدرِ جلال اور مظہر کمال تھے۔ بڑے سیّد صفی الدین اپنے جدّ بزرگوار کے نام پر موسوم ہوئے۔ دوسرے سیّد بہاء الدین جو بزرگ اور متقی تھے۔ ان دونوں کی والدہ حضرت بی بی کلاں بنت سیّد عبد القادر ثالث بن عبد الوہاب بن سیّد محمد غوث بالا پیر گیلانی تھیں۔ اور ماں باپ کی طرف سے ان کا حسب و نسب صحیح تھا۔ تیسرے سیّد شہاب الدین المشہور شہاب الدین نہار دمزار درگھٹی والا، جو بی بی نور رنگ کے بطن سے تھے اور بٹالہ میں سکونت پذیر ہوئے کیونکہ انکی والدہ اسی جگہ مکین تھیں اور سابق الذکر ہر دو صاحبزادوں کی والدہ ماجدہ لاہور میں سکونت پذیر ہیں۔ مگر ایک قلمی کتاب میں حضرت موج دریا بخاری کے چار بیٹوں کا ذکر ملتا ہے اس نے فتح اللہ شاہ المشہور فتح شاہ بخاری مدفون امرتسر بیرون دروازہ لوہگڑھ و لاہوری، کو آپ کا چوتھا بیٹا بتایا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تاریخ ولادت و وفات:- حضرت موج دریا بخاری کی ولادت باسعادت ۹۴۰ھ

میں ہوئی۔ اور سالِ رحلت ۱۰۱۳ھ/۱۶۰۴ء ہے عمر ۷۳ برس۔
مفتی غلام سرور مرحوم نے جو تاریخیں کہیں وہ حسب ذیل ہیں ؎

سیّدِ پاک بحرِ عرفانی — موج دریا ولیٔ والا جاہ
"سیّدِ دین، پیر روشن دل" — ہست تولید او عیاں چوں ماہ
۹۴۰ھ
سالِ وصلش چو از خرد جستم — گفت دل "خواجۂ محمد شاہ" ۱۰۱۳ھ
بہر تاریخ وصالش نامی حامد بگفت — "موج دریائے بخارا عزت بزم اُمم" است سال ۱۶۰۴ء

سیّد محمد لطیف مرحوم نے تاریخ لاہور میں جو قطعے نقل کئے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔
(۱) جنوبی سامنے کے دروازے پر "روضہ مقدسہ زبدۃ الواصلین قدوۃ العارفین مقبولِ بارگاہ ایزد باری میراں سیّد محمد شاہ موج دریا بخاری نور اللہ مرقدہٗ۔ در عہد اکبر شاہ تعمیر یافت۔
(۲) روضہ کی دیواروں پر۔

ز روضاتِ جہاں بردار دل را — ز جسمِ خلق واں ایں آب و گِل را
رخِ وَجَّھْتُ وَجْہِیَ در خدا کن — دل خود را ازیں دنیا جدا کن
کہ آخر کارِ دنیا ناتمام است — درونِ خاک ہر کس را مقام است
بتوفیقِ خدائے لطف گستر — بارواحِ بزرگانِ مطہّر
بسعی سیّد رحمت شاہ بخاری — مرتب گشت اسفیداج کاری
خرد تاریخ او در گوشِ ہر کس — بگفتا "روضہ والا مقدس"
۱۲۵۳ھ (مطابق ۱۸۳۷ء)

(۳) شمالی دیوار کے اوپر یہ شعر لکھا ہے۔
محمدِ عربی کابروئے ہر دو سراست — کسے کہ خاکِ درش نیست خاک بر سر او

نوٹ: سیّد صاحب موصوف یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ اس روضہ کی بڑی عزت کرتا تھا۔ اس نے چالیس روپیہ ماہوار مرمت کے لئے لگا رکھے تھے۔ علاوہ دیگر نذرانوں کے۔

Marfat.com

سید سلطان جلال الدین بن سید صفی الدین بخاری قدس سرہٗ

حضرت جلال الدین موصوف، حضرت موج دریا بخاری کے سگے بھائی ہیں۔ آپ علوم ظاہری اور باطنی کے جامع تھے اور صوری اور معنوی کمال حاصل تھا۔ عابد و زاہد اور تارکِ دنیا تھے۔ دنیا اور اہلِ دنیا سے کچھ سروکار نہ تھا۔ تجرید و تفرید میں یگانہ روزگار تھے حضرت موج دریا کی طرف اُن کو بہت رغبت اس لئے نہیں تھی کہ اُن کا کچھ تعلق دنیا سے بھی تھا۔ آپ رات دن ویران جگہوں میں مصروف عبادت رہتے تھے۔

وفات و مزار آپ نے ۱۰۱۶ھ / ۱۶۰۷ء میں واصل بحق ہوئے۔ مزارِ گوہر بار مقبرۂ بی بی حاج تاج (بیبیانِ پاکدامن دختران حضرت سید احمد توختہ ترمذی) کے دیوار بدیوار جانب غرب ہے۔ عوام الناس اسے حضراتِ بیبیاں کے استاد کا روضہ کہتے ہیں۔ آپ کی اولاد موضع بھوگیوال متصل لاہور میں سکونت پذیر ہے۔

تاریخ وفات از مفتی صاحب مرحوم ؎

شد جلال الدین چو از دنیا بخلد — وصلِ آں روحِ جہاں جانِ بہشت
"خواجہ کشاف" او عاشق مقتدا است ۱۰۱۶ھ — ہم "جلال الدین سلطانِ بہشت" ۱۰۱۶ھ
گر ز نامی بپرسی اے ہشیار — ہست تاریخ وو "مظہر اسرار" ۱۶۰۷ء

سید عماد الملک بن سید شاہ محمد جھولہ بخاری قدس سرہٗ

سید عماد الملک موصوف لاہور کے مشائخ عظام اور ساداتِ ذوی الاکرام میں سے بڑے باکرامت بزرگ ہیں۔

آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ ایک شخص سنگِ پارس کا ایک ٹکڑا بغرض امتحان لے

Marfat.com

آپ نے فرمایا کہ میرے سجادہ کے نیچے رکھ دو وہ اُسے رکھ کر چلا گیا۔ مدت کے بعد اُس نے اُکمردہ مانگا۔ فرمایا جہاں رکھا تھا۔ وہاں سے اٹھا لو۔ جب اُس نے سجادہ اُٹھایا تو دیکھا کہ وہاں کئی سنگ پارس پڑے ہیں۔ حیران ہو کر عرض کیا کہ میں نہیں پہچان سکتا کہ میرا کونسا ہے۔ آپ نے اُسکا ٹکڑا اٹھا کر اسے دے دیا۔ اس نے یہ کرامت دیکھ کر آپ کے پاؤں پر سر رکھ دیا۔ اور مرید ہو گیا۔

وفات :۔ سیّد عماد الملک ۱۰۲۹ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کا عالیشان روضہ سیّد جھولن شاہ المشہور گھوڑے شاہ بخاری کے مزار کے سامنے تعمیر ہوا۔ جب پنج سنگھ نے تعصب سے اسے مسمار کر دیا۔ تو آپ کی نعش مبارک کو وہاں سے نکال کر حضرت شاہ بلاول قادری کے مزار کے متصل علیحدہ چبوترے پر دفن کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ والی مسجد ابھی تک باقی ہے۔ شیخ محمود شاہ مجدّدی نے اس مسجد کے پاس اپنا روضہ تعمیر کیا۔ اصل حال یہ ہے جو مذکور ہوا۔ اور بعض حیوان صفت عوام جو اس مسجد کو مسمات سوُدن طوائف کی مسجد کہتے ہیں وہ جھوٹ بکتے ہیں۔

تاریخ وفات از مفتی صاحب مرحوم سے

چو از دنیا بفردوسِ بریں رفت	عمادی الملک معصوم زمانہ
ز دل سالِ وصالش جلوہ گر شد	"عمادی الملک مخدوم زمانہ" ۱۰۲۹ھ
اگر پرسند ناتی سالِ رحلت	بگوئی برمحل "خورشید طلعت" ۱۶۲۹ء

سیّد شہاب الدّین نہر ابن میراں محمد شاہ موج دریا بخاری قدس سرّہٗ

سیّد شہاب الدین موصوف کو سعادت، ولایت اور کرامت میراث میں ملی تھی۔ آپ اپنے وقت کے قطب اور مردِ یگانہ تھے۔ ساری عمر ذوق و شوق اور ہدایت خلق میں بسر کی اور آپ سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں۔

Marfat.com

ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ آپ کے عہد میں ایک شخص شیر شاہ نام حاکم تھا۔ جو اپنے آپ کو صحیح النسب سیّد جانتا تھا اور ہندوستان کے سادات سے کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ اپنے طبعی غرور سے سیّدوں کے امتحان کے لئے اس نے ایک شیر پنجرے میں بند کر رکھا تھا۔ اور ایک چوبی تیر اور لوہے کی زنجیر بنا رکھی تھی۔ علاوہ ازیں ایک لوہے کا تنور بھی تیار کیا ہوا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ جو صحیح النسب سیّد ہونے کا مدعی ہو وہ شیر کے سامنے جائے۔ تپتے ہوئے تنور میں داخل ہو اور لکڑی کے تیر سے لوہے کی زنجیر میں چھید کر دے۔ جو اسکے پاس آ کر سیادت کا دعوٰی کرتا۔ وہ اسے ان سخت امتحانات میں پڑنے کا مطالبہ کرتا۔ اور جو اس سے انکار کرتا وہ اسے قید کر دیتا۔ چنانچہ کئی سیّد اسکے پاس مقید تھے۔ آخر کار اسکے اس ظلم کی اطلاع شاہ شہاب الدین کو بٹالہ میں ہوئی۔ آپ اپنے خادم سمیت جس کا نام محمد رفیع لوہار تھا شیر شاہ کے پاس چونڈ پہنچے۔ پہلے شیر کے پنجرے کے پاس جا کر دروازہ کھولا اور شیر کو کان سے پکڑ کر باہر نکالا اور کہا کہ حیف ہے کہ تجھ جیسا دلیر شیر پنجرے میں بند رہے۔ اپنی جگہ چلا جا۔ چنانچہ اُس نے اپنی راہ لی پھر لکڑی کا تیر لیا اور زور کرامت سے چلا کر زنجیر کو شگافتہ کر دیا۔ شیر شاہ نے کہا ابھی ایک امتحان باقی ہے۔ حکم دیا کہ تنور گرم کریں اور اس میں شہاب الدین داخل ہو۔ آپ نے فرمایا کچھ مضائقہ نہیں۔ لہٰذا اسی وقت تنور گرم کیا گیا۔ حضرت شاہ نے محمد رفیع لوہار کو اپنا رومال دے کر فرمایا کہ تنور میں داخل ہو جا اور کہہ یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ۔ محمد رفیع اسی وقت تنور میں چلا گیا اور بسلامت نکل آیا۔ شیر شاہ نے جب یہ کرامت اپنی آنکھ سے دیکھی تو آپکے پاؤں میں سر رکھ دیا اور مرید ہو گیا۔ اپنے مال و اموال سے کنارہ کش ہوا اور جن سادات کو قید کر رکھا تھا۔ اُن کو آزاد کر کے اپنا مال دے دیا۔ اور شاہ موصوف کی ارادت میں باقی عمر گذار کر چونڈ میں فوت اور دفن ہوا۔ اسے دین و دنیا کی سعادت حاصل ہو گئی۔

وجہ خطاب نہرا۔ کہتے ہیں نہرا کے معنے ہیں شیر۔ چونکہ آپ نے شیر کو قفس سے

Marfat.com

آزاد کیا تھا۔اس لئے بخطاب نہرا مخاطب ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ چونکہ آپ بہت خوبصورت اور رعب دار تھے اور کوئی آپ سے علم ظاہری اور باطنی میں گفتگو نہیں کرسکتا تھا۔اس لئے آپ کے والدِ بزرگوار نے آپ کو اس خطاب سے سرفراز فرمایا۔

تاریخ ولادت و وفات :۔

سیّد شہاب الدین نہرا کی ولادت ۹۶۵ھ میں اور وفات ۱۰۴۱ھ میں واقع ہوئی اور بعض ۱۰۴۰ھ کہتے ہیں۔آپ کا مزار پُرانوار موضع بھوگی وال لاہور میں زیارت گاہِ خلق ہے۔اولاد کو حکم نہیں ہے کہ مزار پر گنبد بنائے یا قبر کا تعویذ پختہ کرے۔اسی لئے مزار کچا ہے۔پہلے جس کسی نے قبر پر عمارت بنانے کا ارادہ کیا مبتلائے بلا ہوا۔ از مولف :۔

شہاب الدین نہرا سیّدِ پاک — کہ بود از سیدانِ دین اعلےٰ
اگر خواہی ز نامش سالِ تولید — بگو "شاہِ شہاب الدین نہرا" ۹۶۵
"شہاب الدین ہادیٔ حقیقت" — رقم کن وصل آں شاہِ معلےٰ
"شہاب الدین ولی لاثانی" آمد ۱۰۴۱ — وگر ترحیلِ آں پیر مزکی
زتو گر پرسند ناجی! بگو — کہ تاریخ فوت است "فیضِ خلائق" ۱۰۴۱

سیّد عبد الرزاق المشہور بہ سیّد مکی قدس سرہٗ

سیّد عبد الرزاق موصوف، حضرت میراں محمد شاہ موج دریا بخاری کے خاص مریدوں میں سے ہیں۔آپ تارک الدنیا، زاہد، متقی، جامع کمالاتِ ظاہری و باطنی تھے۔آپ سبزواری سیّد ہیں پہلے غزنی سے پشاور آئے۔وہاں کچھ عرصہ قیام کیا پھر دہلی پہنچے اور شاہی سپاہ میں بھرتی ہوئے۔آخر کار جاذبِ حقیقی کے جذب سے میراں محمد شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دنیا اور اہلِ دنیا سے ترک اختیار کیا اور اُن سے نفرت ہو

Marfat.com

گئی۔ تمام رات پیر روشن ضمیر کی خدمت میں رہتے اور سارا دن حجرہ میں عبادت میں گزار دیتے۔

تاریخ وفات: آپ ۱۰۴۸ھ ۱۶۳۸ء میں فوت ہوئے۔ مزار پُر انوار لاہور میں ہے نیلا گنبد سے مشہور۔ تاریخ از مفتی صاحب مرحوم ؎

چو در خلدِ معلّٰے شد ز دنیا	جناب شیخ عالم عبدِ رزاق
وصالش "محسنِ فیض" است دیگر	"شہِ مہدی مکرم عبدِ رزاق" ۱۰۴۸ھ
چو تاریخ پرسند ناحی! بگو	"سخاوت شعار" ۱۶۳۸ء، "خوش اخلاق ہست" ۱۶۳۸ء

سیّد شاہ جمال قادری وسہروردی لاہوری قُدِّس سرّہٗ

سیّد شاہ جمال ایک شیخ تھے جامعِ کمالاتِ ظاہری و باطنی اور صاحب جمال صوری و معنوی علاوہ ازیں آپ مظہر جلال اور مصدرِ کمال بھی تھے۔ سلسلہ عالیہ سہروردیہ شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی سے یوں ملتا ہے۔ کہ آپ مرید شیخ لکرا بیگ کے اور یہ مرید شاہ شرف کے اور یہ شاہ معروف کے۔ اور یہ جعفر الدین کے۔ اور یہ فہیم الدین کے۔ اور یہ شیخ جمال کے۔ اور یہ شیخ عارف صدر الدین کے اور یہ مرید و فرزند شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے اور یہ شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی کے کہ حضرت ابوبکر صدیق اکبر کی نسل سے تھے ؎

عمر نام است و از نسل ابوبکر	زہے نام و زہے نسل مبارک (ناحی)

شاہ جمال حسینی سیّد ہیں۔ آپ کی اولاد تا حال سیالکوٹ میں سکونت پذیر ہے۔ آپکے ایک بھائی تھے شاہ کمال نام وہ بھی صاحب کمال تھے ان کا روضہ بھی لاہور میں ہے۔

دمدمہ شاہ جمال کے متعلق لکھا ہے کہ آپ نے یہ پانچ منزل بلند تعمیر کیا تھا۔ اسکے پاس ہی سلطان بیگم دختر اکبر بادشاہ نے باغ۔ مکانِ سیرگاہ، تالاب اور بارہ دری بنوائی

Marfat.com

تھی بادشاہ زادی نے کہلا بھیجا کہ ایک فقیر کے لئے زیبا نہیں کہ شاہی عمارات سے بالاتر عمارت تعمیر کرے لہٰذا اسے خود پست کردے تو خیر ورنہ ہم گرا دیں گے۔ یہ سُن کر شاہ جمال ہنسے اور فرمایا کہ بہت اچھا ہم اس رات خود ہی اس دمدمہ کو پست کر دیں گے مگر یاد رہے کہ یہ فقیر خانہ قیامت تک قائم رہے گا اور شاہی باغ وغیرہ برباد ہو جائیں گے۔

چنانچہ جب رات ہوئی تو مجلس سماع میں آپ کو وجد آیا جسکے اثر سے دمدمہ کی پانچ منزلیں زمین میں غرق ہو گئیں اور اوپر صرف دو رہ گئیں جو اب تک موجود ہیں۔ یہ بات بھی مشہور ہے کہ اس دمدمہ کی تعمیر ہی کے وقت معمار شاہی عمارات کی تعمیر میں مصروف تھے اور شاہ جمال کو میسّر نہیں آتے تھے۔ آخر وہ آمادہ ہوئے کہ رات کو آپ کا کام کریں گے۔ چنانچہ مشعلیں جلا کر دمدمے کا کام کیا جانے لگا۔ ایک دفعہ تیل ختم ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ چراغوں میں پانی ڈال کر دیئے روشن کرو چنانچہ آپکی کرامت سے پانی نے تیل کا کام دیا۔

دودمل کے ہاں دو بیٹے۔ حضرت شاہ جمال کا ایک ہندو کھتری دودمل نام معتقد لاولد تھا۔ اور اکثر آپ کے پاس بغرض دعا آیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ چند تازہ خربوزے بطور تحفہ لایا۔ آپ نے قبول فرمائے اور دو اس کے حوالے کر گئے خود نماز عصر پڑھنے لگے۔ اُس نے خیال کیا۔ کہ شاید آپ نے مجھے یہ خربوزے چھلکا اتارنے کے لئے دیئے ہیں۔ چنانچہ اُس نے ایک کو تراشا ہی تھا کہ آپ نماز سے فارغ ہو گئے اور کہا۔ تو نے یہ کیا کیا!! میں نے تو اس لئے دیئے تھے کہ تم اپنی بیوی سے مل کر کھاؤ گے تو خداوند تعالیٰ تمہیں دو بیٹے عطا کرے گا۔ اب تو نے ایک تراش لیا ہے۔ خوب ہوا۔ اب ایسے ہی یہ خربوزے لے جاؤ اور میاں بیوی مل کر کھاؤ۔ ایک لڑکا مسلمان پیدا ہو گا اور ایک ہندو۔ چنانچہ دودمل نے حسب الارشاد شیخ خربوزے استعمال کئے تو بیوی کو اسی رات حمل ہو گیا۔ اور نو ماہ بعد واقعی دو لڑکے پیدا ہوئے ایک مسلمانی ختنہ کردہ اور دوسرا نامختون۔ دودمل مختون بیٹے کو شیخ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے اسے اپنا بیٹا بنا لیا اور

Marfat.com

بہ اسم فخر الدین موسوم فرمایا۔ اور تربیت فرما کر ظاہری اور باطنی دولت سے سرفراز کیا (مفتی صاحب خزینۃ الاصفیا مؤلفہ ۱۲۸۰ھ میں لکھتے ہیں کہ) چنانچہ تاحال لاہور میں فخر الدین کی اولاد سے شیخ سلام الدین اور نبی بخش وغیرہ موجود ہیں اور اپنے آپ کو سید شاہ جمال سے منسوب کرتے ہیں۔ اور جو مکان شاہ جمال نے فخر الدین کی سکونت کے لئے خریدا تھا وہ اب تک محلہ جوڑے موری میں موجود اور مکانِ شاہ جمال مشہور ہے (یہ اب سے سو برس پہلے کی بات ہے۔ ناقل)

وقوعِ حادثہ سے پہلے اطلاع

ایک دن شیخ فخر الدین اپنے مکان میں بال بچوں سمیت بیٹھے تھے کہ شاہ جمال آ گئے اور آواز دی کہ فخر الدین بال بچے اور اسباب لے کر باہر آجاؤ۔ چنانچہ آ گئے تو اسی وقت مکان گر گیا۔ فرمایا مجھے پتہ لگ گیا تھا کہ مکان گرنے والا ہے۔ لہٰذا میں خانقاہ سے آکر یہاں بروقت پہنچ گیا۔ الحمد اللہ کہ تم نے اللہ کے فضل سے خلاصی پائی۔

بے کفن روٹی کہنے والے کو کفن

حضرت شاہ جمال کے وصال کے تیس سال بعد آپکے عرس پر ایک منہ پھٹ فقیر آیا اُسے لنگر سے ۲ دو روٹیاں دی گئیں۔ اُس نے کہا تم عجیب آدمی ہو۔ کہ بے کفن روٹیاں دیں (مطلب یہ کہ سالن بغیر) سجادہ نشین کے منہ سے نکلا کہ اچھا تمہیں کفن بھی مل جائے گا۔ چنانچہ اُسی وقت اُسے ہچکی لگی اور زمین پر گر کر مر گیا۔ چنانچہ اسکی قبر اسی خانقاہ میں عبرت آموزِ خلق ہے اولیاء کے غضب سے اللہ کی پناہ۔

واقعہ رحلت شاہ جمال

جہاں آپ کا تعویذ مزار ہے اس کے نیچے حجرہ میں آپ چلہ کاٹا کرتے تھے۔ آخری چلہ میں حسب معمول دروازہ مسدود کئے بیٹھے تھے۔ کہ تیس دن کے بعد بارش کے صدمہ سے حجرہ کے آگے کی دیوار گر پڑی۔ خادموں نے چاہا کہ حجرے کا دروازہ کھول کر آپکو باہر نکالیں تو ناگاہ اندر سے آواز

Marfat.com

آئی کہ جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ میری قبر اوپر بنا دو اور اس حجرے کو میرا مدفن تصور کرو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ یہ واقعہ ۹ ربیع الثانی ۱۰۴۹ھ (مطابق ۹ اگست ۱۶۳۹ء) میں بعہد شاہجہان وقوع پذیر ہوا (نامی) آپ نے سو برس سے زیادہ عمر پائی۔

تاریخ وفات شاہ جمال سہروردی :-

رفت از دنیا بخلدِ جاوداں — چوں جمال الدین کمال المعرفت

رحلتش "فیاضِ محسن" شد عیاں — ہم "ولی، حق جمال المعرفت" (سرور) ۱۰۴۹ھ

بگو نامیا سالِ ترحیلِ شاہ ۱۰۴۹ھ — کہ "شاہ جمال است نصرت پناہ" (نامی) ۱۶۳۹ء

یا "ولی الحق جمال معرفت" ۱۰۴۹ھ

سید محمود المشہور شاہ نورنگ جھولنہ بخاری قدس سرہٗ

سید محمود موصوف حضرت شاہ محمد بن سید عثمان لاہوری کے پانچویں صاحبزادے ہیں۔ اور سید جھولن شاہ المشہور گھوڑے شاہ کے سگے بھائی۔ آپ فقر و تجرید و تفرید میں عالی شان اور مرتبہ بلند رکھتے تھے، ساری عمر اہلِ دنیا سے مستغنی اور بے نیاز رہے۔ آپ طالبانِ حق کے لئے رہنمائے حق تھے۔ اور جن کو دنیا مطلوب ہوتی انکی طرف رغبت نہ فرماتے آپکی دعا بیماروں اور دردمندوں کے لئے اکسیر اعظم تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ہماری وفات کے بعد جو بیمار ہماری قبر کی خاک کھائے یا مدفن سے کنکری لے کر گلے میں باندھے گا تو اللہ شافی کے حکم سے شفا پائے گا۔ چنانچہ اب تک یہ رسم باقی ہے اور اکثر اوقات لاہور اور اس کے گرد و نواح کے باشندے آپکے مزار پرانوار سے سنگریزے لاکر بیماروں کے گلے میں باندھتے ہیں۔ آپکی وفات ۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء میں بعہد شاہجہان بادشاہ ہوئی مزار بیرون لاہور موضع محمود بوٹی میں ہے جو آپکے نام نامی پر موسوم اور مشہور ہے۔ تاریخ رحلت

شاہ محمود سیدِ عالی — رحلت از دہر در جناں فرمود

Marfat.com

گفت تاریخ رحلتش سرور
ہم "شہِ مستقیم محمود است"
پئے تاریخ او ہاتف بگفتا نامی حامد ۱۰۵۳ھ
"شمع عشاق سیدِ محمود"
سال ترحیل آں شہِ باجود
کہ "نورِ خاندان نورنگ جھولہ شاہ" گو

شیخ جان محمد سہروردی لاہوری قدس سرہٗ

شیخ جان محمد موصوف ایک فاضل و عالم جامع کمال ظاہر و باطن مرد تھے جب لاہور شہر کے باہر آبادی تھی تو آپ مسجدِ قصاب خانہ میں درس دیا کرتے تھے آپ طریقہ عالیہ سہروردیہ میں حضرت شیخ اسماعیل المشہور میاں وڈہ مدرس کے مرید تھے۔ آپ نے ہزاروں کو فی سبیل اللہ سبق پڑھایا۔ مگر کبھی کسی سے کچھ نہ لیا۔ چکی پیس کر قوتِ حلال پیدا کرتے تھے۔

عطائے تعویذ ایک دن حضرت شیخ اسماعیل نے آپ سے پوچھا کہ گزارے کی کیا صورت ہے۔ عرض کیا کہ اللہ کا شکر ہے۔ آسودگی سے گزر ہوتی ہے۔ فرمایا میں نے حق تعالیٰ سے معلوم کیا ہے۔ کہ چکی پیس گزارہ کرتے ہو۔ اب اس کام کو چھوڑ دو۔ پھر ایک تعویذ دیا کہ اسے گھر میں رکھو جب دنیا کی نعمتوں سے سیر ہو جاؤ تو یہ تعویذ مجھے واپس دے دینا۔ چنانچہ تعویذ گھر لے جا رکھا۔ تین ہی دن میں ریل پیل ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور تعویذ پیر روشن ضمیر کی خدمت میں لا کر حاضر کر کے عرض کیا کہ فی الحال میں دنیا کی نعمتوں سے مالا مال ہو گیا ہوں اگر یہ تعویذ لکھنے کی اجازت دیں تو حضور کی عین عنایت اور رحمت ہے۔ چنانچہ آپ (حضرت اسماعیل) نے اجازت دے دی۔

وہ تعویذ صاحب خزینۃ الاصفیاء نے شیخ احمد دین سجادہ نشینِ مزار محمد اسماعیل سے لے کر درج کر دیا ہے۔ جو یہ ہے۔

ہ ہ ہ ہ ہ لے لے مرمعہ

٦ ٢	٨ عــہ

مالِ دُنیا سے سیر ہو کر دولت عقبیٰ کی طرف مائل۔ ایک شخص نے شیخ جان محمد کی خدمت میں حاضر ہو کر فقر و فاقہ کی شکایت کی کہ عسرت و تنگی سے پریشان ہوں۔ میرے حال پر رحم فرما کر دعا فرمائیں۔ آپ نے ارشاد کیا کہ ہر نماز کے بعد رو بقبلہ ہو کر سو دفعہ کلمۂ سبحان اللہ پڑھو۔ اور ایک ہفتہ کے بعد مجھے اطلاع دو۔ چنانچہ اُس نے یہ عمل کر کے ہفتہ بعد بتایا کہ اس تسبیح کی برکت سے مجھ پر اسبابِ فتوحات پیدا ہو گئے ہیں اور لازوال دولت پر فائز ہو گیا ہوں۔ فرمایا ایک ہفتہ اور یہی تسبیح پڑھو۔ چنانچہ ہفتہ بعد حاضر ہو کر وہ عرض پرداز ہوا کہ زمین کے خزانے جہاں بھی ہیں مجھ پر ظاہر ہو گئے ہیں مگر میرا دل اب ان کی طرف مائل نہیں میں چاہتا ہوں کہ آپ کے وسیلے سے دولت عقبیٰ سے بہرہ ور ہوں پس وہ سب کچھ ترک کر کے حضرت جان محمد کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر کمالاتِ ظاہری اور باطنی پر فائز ہوا۔

وفات شیخ جان محمد۔ آپ ۱۰۸۲ھ (مطابق ۱۶۷۱ء) میں بعہد عالمگیر۔ نامی) فوت ہوئے مزار پر انوار بیرون لاہور جانب مشرق متصل مسجد قصاب خانۂ قدیم ہے۔

تاریخ وفات

شد ازیں دنیا چو در خلد بریں	پیر دیں جان محمد جانِ جاں
"شیخ دینِ حق" بگو تاریخ او	نیز فرما از زباں "عرش آستاں" ۱۰۸۲
"یارِ حق جانِ محمد قطبِ حق" ۱۰۸۲ھ	خواں وصالِ او دوبارہ اے جواں (سرور)
پئے تاریخ فوتش ابن حامد	بگو "جان محمد شیخ خواجہ" (نامی) ۱۶۷۱ء

شیخ محمد اسماعیل مدرس سہروردی لاہوری المشہور بہ میاں وڈّا قدس سرہٗ

شیخ محمد اسماعیل اہلِ یقین کے شیخ، مقاماتِ بلند اور کرامات ارجمند کے مالک اسلامی بزرگ تھے۔ دینی علوم کے بڑے عالم اور درس و تدریس قرآن میں استادِ کامل تھے۔

Marfat.com

سلسلہ ارادت سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں شیخ عبدالکریم کے شاگرد اور مرید تھے۔ یہ مرید مخدوم طیب کے۔ اور یہ مخدوم برہان الدین کے۔ اور یہ مرید شیخ چنن کے! اور یہ شیخ میلون کے۔ اور یہ شیخ حسام الدین متقی ملتانی چشتی سہروردی کے۔ اور یہ سید شاہ عالم کے۔ اور یہ سید برہان الدین قطب کے۔ اور یہ سید ناصر الدین کے۔ اور یہ سید جلال الدین مخدوم جہانیاں کے۔ اور یہ مرید شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی کے۔ اور یہ فرزند و مرید شیخ صدرالدین عارف ملتانی کے۔ اور یہ مرید شیخ بہاءالدین (زکریا ملتانی) کے۔

ولدیت و قومیت شیخ اسماعیل کے والد بزرگوار کا نام فتح اللہ بن عبداللہ بن سرفراز تھا۔ قوم کھوکھر زمیندار۔ آپ کی سکونت موضع چنہہ میں تھی۔ جو دریائے چناب کے کنارے واقع ہے۔ آپ کی ولادت ۹۹۵ھ کے بعد ہوئی۔ والدین عہد اکبری میں اس موضع سے اٹھ کر موضع لنگر مخدوم میں جا رہے۔ اور شیخ اسماعیل کو، جبکہ وہ پنج سالہ تھے، شیخ عبدالکریم سہروردی کے سپرد کیا کہ انہیں تعلیم دینی دیں۔ بارہ برس کے ہوئے تو استاد نے انہیں درویشوں کے لئے آٹا پیسنے پر لگا دیا۔ ایک دن جبکہ استاد صاحب اپنے حجرے میں مشغول درس تھے۔ تو شیخ موصوف حسب معمول آٹا پیس کر بروقت شریک درس نہ ہوئے لہذا استاد صاحب نے ایک درویش کو بھیجا کہ انکے وقت پر آٹا پیس کر باورچی خانہ میں پہنچانے اور درس میں شریک نہ ہونے کا سبب معلوم کرے۔ درویش مذکور جب چکی والے حجرے میں آیا تو دیکھا کہ شیخ موصوف کو علوم ظاہرہ کی کچھ خبر نہیں مشغول حق ہیں اور چکی خود بخود چل رہی ہے۔ وہ حیران ہو کر لوٹا۔ اور شیخ عبدالکریم کو اس واقعہ کی خبر دی۔ چنانچہ وہ خود موقع پر آئے۔ اور دیکھا کہ شیخ اسماعیل سر بمراقبہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہیں اور چکی غیبی طاقت سے آٹا پیس رہی ہے۔ یہ دیکھ کر استاد صاحب بہت خوش ہوئے۔ اور شاگرد کے اس شغل پر آفرین کہی۔ اور اس کو اسی حال میں چھوڑ کر اپنے حجرے میں آ گئے۔ ایک گھڑی بعد شیخ اسماعیل عالم صحو میں آئے۔ آٹا اکٹھا کیا، مطبخ میں پہنچا اور استاد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ آج سے آٹا پیسنے

Marfat.com

کی خدمت تمہیں معاف ہے کیونکہ یہ خدمت تجھے سپرد کرنا عالم بالا کے فرشتوں کو تکلیف دینا ہے۔

لاہور کو روانگی جب شیخ اسماعیل نے علم باطنی میں کمال حاصل کر لیا تو مرشد علیہ الرحمۃ سے رخصت حاصل کر کے لنگر مخدوم سے روانہ ہوئے اور دس کوس کے فاصلے پر ایک شیشم کے درخت کے نیچے ڈیرہ جمالیا۔ یہاں چند ماہ کے عرصے میں ایک سو چالیس درویشوں نے اُن سے علم حاصل کر لیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر اشارۂ غیبی سے آپ لاہور وارد ہوئے۔ اس وقت آپکی عمر ۴۵ برس کی تھی۔ اقامت محلہ تیل پورہ میں فرمائی۔ اسی مقام پر آپ کا مزار واقع ہے۔ یہاں آپنے تلقین و تدریس کا کام شروع کیا۔ پہلے چالیس روز حضرت سید پیر ہجویری داتا گنج بخش کے مزار پر معتکف رہے۔ پھر اپنے مقام پر تشریف لا کر مشغول درس ہوئے۔ اور خلق کثیر طلب علم کے لئے آپ کے گرد جمع ہو گئی۔

مسجد سے ہندو جوگی کا اخراج اس محلہ تیل پورہ علاقہ گنج پور میں ایک پرانی مسجد تھی جس میں ایک ہندو جوگی صاحب استدراج متمکن تھا۔ جب شیخ اسماعیل یہاں تشریف لائے تو آپ نے اسے کہا کہ یہ مسلمانوں کا عبادت خانہ ہے تجھے یہاں رہنا حرام ہے ہمیں یہاں رہنا اور درس دینا ہے۔ جوگی نے انکار کیا۔ آپ نے اسے مکرر کہا تو وہ بولا کہ یہ مسجد ہمارے ساتھ مانوس ہے۔ اگر میں یہاں سے جاؤں گا تو یہ بھی ساتھ چلے گی۔ یہ کہہ کر وہ جوگی مسجد سے نکلا تو مسجد میں ایک جنبش سی پیدا ہوئی۔ شیخ اسماعیل نے اپنا دستی عصا اس کی دیوار پر مارا اور فرمایا کہ حرکت نہ کر چنانچہ وہ ساکن ہو گئی جوگی نے جب یہ کرامت ملاحظہ کی تو اُس نے آپکے قدموں میں سر رکھ دیا اور چل دیا۔ آپنے اس جگہ سلسلۂ درس و تدریس شروع فرمایا۔ اسکے بعد شاہجہان کی ایک دائی نے اس مسجد کو از نو تعمیر کیا اور وہی آج تک آپکی خانقاہ کے احاطہ میں کھڑی ہے۔ اور سلسلۂ درس قائم و دائم ہے۔

کرامت حفظِ قرآن آپ کی زبان کی تاثیر اور برکت سے چند ماہ میں ان پڑھ اشخاص قرآن حفظ کر لیتے تھے۔ ایک دن درس دے رہے

Marfat.com

تھے کہ ایک اُمّی شخص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ میرا نکاح ہوا ہے اور میری زوجہ حافظہ قرآن ہے وہ مجھے پاس آنے نہیں دیتی کہ میرے دل میں قرآن محفوظ ہے اور تم جاہل ہو۔ تمہاری صحبت سے قرآن کی بے ادبی ہوگی۔ للہذا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ مجھے قرآن مجید حفظ کرا دیں۔ آپ نے فرمایا یہاں چھ مہینے رہو۔ قرآن یاد ہو جائیگا۔ اُس نے مکرر عرض کیا کہ اتنی مدت تک میں کس طرح صبر کروں۔ چھلنی میں پانی رہ سکتا ہے نہ عاشق کے دل میں صبر۔ جب اُس نے رو رو کر اپنی حالتِ بے خودی ظاہر کی تو آپ کو اس پر رحم آگیا اور فرمایا کہ صبح کی نماز میں میرے پاس بیٹھنا جب آخری رکعت کے بعد دائیں طرف سلام کے لئے رُخ کروں تو آگے آجانا انشاء اللہ تعالیٰ مقصد حاصل ہو جائیگا۔ چنانچہ اُس نے تعمیل ارشاد کی اور اُس وقت نہ صرف وہ بلکہ اور بھی جتنے تھے انہیں قرآن حفظ ہو گیا اور بائیں طرف والے ناظرہ خواں ہو گئے۔ اور سائل مذکور شکریہ ادا کر کے مرید بن گیا۔

سلسلۂ درس میانوڈہ جاری

شیخ اسماعیل قدس سرہٗ نے فرمایا تھا کہ حفظ قرآن کا فیض میرے وصال کے بعد میری خاکِ قبر سے بھی جاری رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ شیخ موصوف کی وفات کے بعد آپکے یکے بعد دیگرے بھائی شیخ محمد صالح پچپن ۵۵ سال، حافظ محمود بیالیس ۴۲ برس، حافظ معز الدین پینتیس ۳۵ سال اور حافظ شرف الدین ۶۰ ساٹھ برس علم قرآنی کے درس و تدریس میں یہاں مصروف رہے۔ جب حافظ شرف الدین ۱۲۷۰ھ میں فوت ہو گئے تو اُن کے فرزند ارجمند حافظ احمد الدین نے اس کار خیر کی سر انجام دہی کے لئے کمر ہمت باندھی۔ اور اس وقت بھی ڈیڑھ سو بینا اور نابینا طالب علم اس مدرسہ میں تعلیم علوم قرآنی حاصل کر رہے ہیں اور دو وقت کا کھانا اور دوسرے ضروری اخراجات انہیں مدرسہ کی طرف سے ملتے ہیں۔

حافظ احمد دین سجادہ نشین کا سلسلہ آبائی اس طریق سے شیخ محمد اسماعیل کے بزرگوں سے ملتا ہے کہ آپکے تیسرے دادا دو بھائی تھے۔ ایک سرفراز اور دوسرے شہنواز۔ شیخ محمد اسماعیل

Marfat.com

تھے۔ فرزند شیخ فتح دین بن عبداللہ بن شہنواز کے۔ اور حافظ احمد دین ہیں بیٹے شرف الدین بن معزالدین بن محمود بن محمد بن صالح بن حیات بن سرفراز کے۔

حافظ اللہ بخش لویرہ شیخ اسماعیل کے ایک کامل خلیفہ اللہ بخش تھے۔ جب وہ پہلی دفعہ مرید ہونے کے لئے آئے تو آپ نے انکے جسم کی فربہی (موٹاپا) میں انکے پستان کی کلانی دیکھ کر تبسم فرماتے ہوئے کہا اللہ بخش لویرہ (بزبان پنجابی معنے شیر دار) آپ کے یہ فرماتے ہی اُن کے پستان میں دودھ بھر آیا اور وہ فی الحقیقت لویرہ (شیر دار) اور اسی خطاب سے مخاطب ہوگئے۔ اور ان کا گاؤں بھی لویرہ مشہور ہے۔

خلفاء میاں صاحب اگرچہ شیخ محمد اسماعیل کے خلفاء ان گنت ہیں لیکن تبرکاً چند ایک کے نام لکھے جاتے ہیں۔ پہلے اکمل خلیفہ محمد صالح آپ کے ہم جدی ہیں اور انکے سوا میاں جان محمد لاہوری، جان محمد ثانی، شیخ محمد ہاشم، شیخ عبدالحمید و عبدالکریم قصوری اور اخوند محمد عثمان، اخوند محمد عمر، امانت خان، حافظ محمد نوشاہی اور مولوی تیمور لاہوری آپ کی وفات کے بعد تدریس و تلقین کی مجلس آرا ہوئے۔

وفات:۔ آپ ۵ شوال ۱۰۸۵ھ (مطابق ۲۳ دسمبر ۱۶۷۴ء ناقی) کو عہد عالمگیر میں جان بحق تسلیم ہوئے۔ آپ کا مزار پرانوالہ لاہور کے مشہور ترین مزارات میں سے زیارت گاہ خلق ہے قطعہ تاریخ وفات مزار کے دروازہ پر یہ لکھا ہے ؎

شنو تاریخ آں دریائے معنے ۔۔۔ کہ عمرش گشت در عشق خدا صرف
دل و جاں کرد قربان الٰہی! ۔۔۔ کہ "اسماعیل ثانی بود بے حرف"
۱۰۸۵ھ

از مؤلف سرور ؎

جناب شیخ اسماعیل مرحوم ۔۔۔ ولئ حق قبول لایزالی
چو جستم سالِ تولیدش ندا شد ۔۔۔ "خلیل اللہ اسماعیل والی"
۹۹۵ھ
بسالِ ارتحالِ آں شہ دیں ۔۔۔ خرد فرمود "شیخ دین عالی"
۱۰۸۵ھ

Marfat.com

ایضاً

جناب شیخ اسماعیل مرغوب — کہ نورش بود از مہ تا بماہی!
بتولیدش "شہ مخدوم" فرما — دگر "فیاض محبوب الٰہی"
"مکرم خواجہ مہدی قطب" فرما — اگر سالِ وصالِ او بخواہی (سرور)
سالِ وفات نامیا — "گو رہبرِ خدا پرست"
۱۶۷۴ھ

سیّد زندہ علی لاہوری قدس سرّہٗ

سیّد زندہ علی بن سیّد عبدالرحیم بن صفی الدین بن میراں محمد شاہ موج دریا بخاری بڑے عابد زاہد اور متقی سیّد تھے۔ نجابت اور شرافت موروثی تھی اور سلسلۂ ارادت بھی اپنے آبائے کرام سے قائم تھا۔ والدِ ماجد کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔

کرامت آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی گئی ہے کہ حضرت موج دریا بخاری کا جہاں مقبرہ ہے اس جگہ کے کنوؤں کا پانی بہت شور و تلخ تھا اور وہاں کے لوگ آپکے خادموں، لوڈا اور لوڈا کے وسیلے سے حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے کہ پانی میٹھا درکار ہے کوشش فرمائیں فرمایا نیا کنواں کھودو۔ انشاءاللہ تعالیٰ میٹھا پانی نکلے گا۔ چنانچہ کندہ کیا گیا تو اس سے آبِ شیریں برآمد ہوا اور خدا کی قدرت سے چند سالوں میں اُس سرزمین کے تمام چاہات میٹھے پانی سے مالا مال ہو گئے اور شوری اور تلخی کا نام و نشان نہ رہا۔

تاریخ ولادت و وفات سیّد زندہ علی ۱۰۵۰ھ میں پیدا اور ۱۱۱۱ھ میں فوت ہوئے۔ مزار حضرت موج دریا کی چاردیواری کے باہر "خانقاہ زندہ امام" کے نام سے مشہور ہے۔ قطعہ تاریخیں:-

پیر زندہ علی ولیٔ خدا — مرشد رہنمائے خواص و عوام

Marfat.com

گو "زہے آفتاب عالم تاب" ۱۰۵۰ھ — سالِ تولیدِ آں ذوی الاکرام
باز لفظ "معظم" آمد یاد ۱۰۵۰ھ — بہر تولیدِ آں ذوی الاکرام
"خازنِ جنت است تر حیلش — نیز "نورِ بہشت" زندہ امام ۱۱۱۱
یعنی آپ ۱۱۱۱ھ ۱۶۹۹ء میں اورنگ زیب سے آٹھ برس پہلے فوت ہوئے۔
لبم بوسید ناگہ! ہاتفِ غیب — چو "ظلِ رحمتِ سبحان" بگفتم ۱۶۹۹ء

مولوی جان محمد لاہوری قدس سرہٗ

شیخ جان محمد، شیخ اسماعیل میاں وڈہ کے کامل خلیفہ اور مرید اور طریقت، شریعت، فقہ اور حدیث میں کامل عالم اور مقتدائے زمانہ تھے۔ لاہور کے بیرونی محلہ پرویز آباد میں سکونت تھی۔ لڑکپن میں میاں وڈہ کے دوسرے خلیفہ شیخ عبدالحمید سے پڑھتے تھے۔ ایک دن انکے ساتھ میاں صاحب موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے اُس وقت وہ خوش وقت تھے۔ شیخ جان محمد سے مخاطب ہوکر فرمایا۔ اے لڑکے! اگر تو ہمارے ساتھ تکرار احادیث کرے تو عالم و فاضل ہو جائے۔ وہ شرم و حیا کی وجہ سے چپ رہے۔ شیخ عبدالحمید نے کہا۔ کہو کہ اگر تحصیل علم کے لئے جناب میری طرف توجہ فرمائیں تو میں حاضر ہو جاؤنگا۔ چنانچہ شیخ جان محمد نے ایسا ہی عرض کر دیا۔ میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور دعائے خیر کی۔ جو قبول ہوئی اور شیخ جان محمد نے چند مہینوں میں استعداد کلی حاصل کر لی۔ شیخ عبدالحمید نے جب دیکھا کہ اس نے مجھ سے قوتِ علمی زیادہ حاصل کر لی ہے اور طائرِ ہمت زیادہ بلند پرواز ہے تو اپنے سے الگ کر کے انہیں شیخ تیمور کے حوالے کیا جو وقت کے عالم کبیر تھے اور انہوں نے تھوڑے عرصہ میں تحصیل تامہ حاصل کر لی اور دستار فضیلت باندھی۔
ایک دن میاں صاحب کلاں مراقبہ میں تھے کہ شیخ جان محمد کا خیال آیا اور اپنی طرف کھینچ

لیا۔ چنانچہ وہ اس کشش سے فی الفور حاضر خدمت ہو گئے اور حجرہ پہنچ کر آواز دی۔ تو آپ نے بلا تامل اندر بلا لیا۔ بغلگیر ہوئے اور نعمتِ فراواں عطا کر کے بڑے مرتبہ پر پہنچایا۔ اور فرمایا کہ بروز جمعہ اور پیر آکر پیر کے ساتھ حدیث کا دورہ کرنے کا وعدہ کرو۔ چنانچہ شیخ جان محمد حسب وعدہ ضرور آتے رہے۔ اگر کسی حدیث کے متعلق شبہ ہوتا تو شیخ محمد اسماعیل مراقبہ کر کے روح سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ سے شبہ رفع اور تصحیح فرما لیتے۔

مرید و پیر کے مزار برابر

شیخ جان محمد وفات کے بعد اپنے مسکونہ محلہ پر ولیہ آباد میں دفن ہوئے چند سال گزرے تھے کہ محلے کے مقدم نے جو آپ کا خادم تھا خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ میری نعش کو یہاں سے نکال کر حضرت میاں وڈہ کی قبر کے پاس دفن کر دو، اگر نہ کرو گے تو تمہارے محلے پر بڑی آفت آئے گی۔ علی الصبح مقدم اٹھا اور حسب اشارہ آپ کے جسم مقدس کو نکال کر حضرت اسماعیل کے مزار کے قریب سپرد خاک کر دیا اور بپاس ادب شیخ جان محمد کے سر کو میاں کلاں کے مزار کے برابر رکھا جب رات گزر گئی تو صبح دیکھا کہ شیخ جان محمد کی قبر حضرت شیخ اسماعیل کے برابر ہے۔

تاریخ وفات

شیخ جان محمد سنہ ۱۱۲۰ھ (مطابق ۱۷۰۸ء عہدِ شاہ عالم بہادر شاہ میں۔ ناحی) میں فوت ہوئے مزار پر انوار پر یہ قطعہ تاریخ تحریر ہے ؎

جہان معنی و جانِ محمد — کہ از عشقِ محمد گشت محمود
خرد از فضلِ حق تاریخ سالش — "وصالِ عاشق و معشوق" فرمود ۱۱۲۰

از مفتی صاحب مرحوم ؎

چو در خلدِ معلّٰے گشت روشن — بر روئے زمین جانِ محمد
بگو "خورشید" سالِ ارتحالش ۱۱۲۰ھ — بفرما "شیخ دیں جانِ محمد" ۱۱۲۰ھ

چو شد او رہگرائے ملکِ بقا — گفت ناحی "خیرِ خلد بریں" ۱۷۰۸ء

شیخ حامد قادری سہروردی قدس سرہٗ

شیخ حامد کے والد بزرگوار کا نام حسن ہے۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ اور خطۂ پنجاب میں زہد و ورع و تقویٰ اور قراۃ قرآن اور ادائے حق تلاوت میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ شہر لاہور میں آپ درس دیتے تھے۔ اور طریقۂ عالیہ سہروردیہ میں مولوی تیمور لاہوری کے مرید و خلیفہ تھے۔ اور مولوی ممدوح کی ارادت مولوی عبدالکریم سے تھی۔ ان کو مخدوم طیب سے۔ انکی شیخ برہان الدین سے۔ انکی مخدوم حسین سے۔ انکی شیخ میلون سے۔ اور انکی شیخ حسام الدین متقی ملتانی سے (ارادت) تھی۔ حضرت حامد قادری علیہ الرحمۃ اللہ الباری اپنے وقت کے یگانہ مرشد اور استادِ زمانہ تھے۔ اور حکام وقت ان کی خدمت کرنا فخر جانتے تھے۔ آپ سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوتی تھیں۔

تاریخ ولادت وفات

آپ کی ولادت باسعادت کا عہد عالمگیر میں ۱۰۷۱ھ (مطابق ۱۶۶۰ء) ہے۔ اور وفات ۱۱۶۶ھ کی ۱۷/ جمادی الاخریٰ (مطابق ۲۱/ اپریل ۱۷۵۳ء تاجی) کو واقع ہوئی عمر شریف پچانوے (۹۵) برس ہوئی۔

تاریخ از مفتی صاحب مرحوم۔

حامد اک قاریٔ قرآن عظیم	بود محبوب جناب ذوالمنن
"افضل اقطاب والاجاہ" گو ۱۰۷۱	سالِ تولید شش باقوالِ ضمن
بہرِ تاریخ وصالِ آں جناب	گفت سرور "حافظ و حامد حسن" ۱۱۶۶ھ
بسالِ انتقال شیخ حامد	بگو تاجی "خبیر داد ہر خلق" ۱۷۵۳ء

حضرت حامد قادری کا مزار اب مغل پورہ کے علاقہ میں حویت مین روڈ پر ہے۔ تاریخ لاہور (انگریزی) میں مزار بدھو کے آوے سے دو میل پرے بتایا ہے اور لکھا ہے کہ آپ کا مدرسہ اپنی تعمیر کردہ مسجد میں قائم تھا جو تا حال موجود ہے اسکے ساتھ کنواں بھی ہے اور درویشوں کے لئے حجرے بھی

Marfat.com

ہیں مسجد کے محرابوں پر یہ تاریخ لکھی ہے ؎

خداوند را شکر دارم بیاں
چہ خوش مسجد از دستِ مسکین نہاد
خرد گفت از سالِ تعمیر آں
"ز آفاتِ دوراں زوالش مباد"
۱۱۴۱ (مطابق ۱۷۲۸ء)

حضرت پیر کرم شاہ قریشی قدس سرہٗ

حضرت کرم شاہ (المشہور مسیتا شاہ (جن کا آباد کردہ موضع مربد کے منڈی سے مغرب کی طرف قلعہ مسیتا شاہ انکے بیٹے پیر قلندر شاہ کے پوتے پیر محمد اشرف عالم شاہ کی دختری اولاد کی ملکیت ہے) خاندانِ عالیہ سہروردیہ کے مشائخ میں سے ہے۔

سلسلہ نسب و ارادت

آبائے کرام کا نسب شیخ عبدالجلیل قطب العالم لاہوری قدس سرہٗ سے اس طرح سلسلہ ملتا ہے کہ آنجناب (کرم شاہ) بن ابوالفتح المشہور شاہ جی (جن کا مزار خانقاہ عبدالجلیل موصوف میں ہے) بن شیخ ابوالحسن ثانی بن شیخ فخر اللہ بن شیخ ابوالفتح بن شیخ برخوردار بن شیخ ابوالفتح بن شیخ عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی قطب العالم لاہوری قدس سرہٗ العزیز۔ اور آپ طریقت میں ارادت اپنے والد بزرگوار سے قدم بہ قدم اپنے آبائے کرام سے رکھتے تھے۔ ساری عمر خلقت کی ہدایت میں مصروف رہے۔ آخر جب سکھوں کے خروج کے عہد میں پنجاب میں تفرقہ عظیم پڑا اور سکھوں نے دستِ تاراج تمام پنجاب خصوصاً شہر لاہور پر دراز کیا اور ایسا آباد شہر ویران ہو گیا تو آپ بھی شہر لاہور سے ہجرت کر کے ۱۱۹۶ھ میں اہل و عیال سمیت شہر لکھنؤ کے عازم ہوئے۔ وہاں پہنچکر کچھ عرصہ شیخ نورالحسن قریشی عقیلی ہاشمی کے پاس رہے جو آپ کے خسر نامدار تھے۔ وہاں سے مراجعت کے وقت جب شہر شاہجہان پور، جو لکھنؤ اور بریلی کے مابین ہے، پہنچے تو راہ مار قزاقوں کے ہاتھ سے شربت شہادت پیا اور وہیں مدفون ہوئے صاحب اذکار قلندری دیر فرخ بخش جو شہید کے فرزند

Marfat.com

ہیں) واقع شہادت ۱۲۰۱ھ (مطابق ۱۷۸۶ء ناگی) فرماتے ہیں اور قطعہ تاریخ شہادت اس کتاب میں یہ درج ہے ؎

وحید العصر آں شاہ کرم شاہ | کہ ناید در بیاں وصفِ کمالش
شہادت یافت چوں از حکم یزداں | "شہادت یافت" شد تاریخ سالش ۱۲۰۱

ایضاً

دریغا کرم شاہ رفت از جہاں | کہ بد ذاتِ او مرشدِ خاص و عام
وصالش اگر ہست مطلوبِ تو | بگو از "کرم شاہ جنت مقام" ۱۲۰۰ھ

(از مؤلف (سرور)

مکرم شیخ دیں حضرت کرم شاہ | شہِ مسعود رضی اللہ عنہ
ز "خورشیدِ عطا" دل جست تاریخ ۱۲۰۰ھ | دگر فرمود "رضی اللہ عنہ" ۱۲۰۱ھ
زتو گر بپرسند ناگی! بگو | کہ "خورشید تنویر" تاریخ اوست ۱۷۸۶ء

حضرت سکندر شاہ بن کرم شاہ قریشی قدس سرہٗ

شیخ سکندر شاہ شجاعت و سخاوت، اور زہد وورع میں عدیم المثال تھے اور فقر و فنا میں صاحب حال و قال۔ جوانی میں پیران باصفا سا کام کرتے تھے۔ آپ کا حال عجب تھا اور طبع موزون اکثر اوقات اشعار کی طرف رغبت فرماتے۔ چنانچہ انکے شعروں کے دو مطلعے حسب ذیل ہیں ؎

تبارِ موئے مژگاں دوختم ایں چشم حیراں را | رفو از رشتہ جاں کردہ ام چاکِ گریباں را
خیالِ روئے تو با من چناں ہم آغوش است | کہ کارِ ہر دو جہاں از دلم فراموش است

بقول صاحب اذکار قلندری آپ ۱۲۱۴ھ میں جبکہ عمر بیس سال کی تھی رحمت حق سے پیوستہ ہوئے۔ مزار گوہر بار لاہور میں شیخ عبد الجلیل قطب العالم عظم اللہ تعالیٰ کے مزار کے متصل ہے۔

Marfat.com

تاریخ از مؤلف ؎

چوں سکندر بادشاہِ دو جہاں یافت از حق دولتِ ایصال ہفت
عقل سالِ ارتحالِ آں جناب "عارفِ اکبر سکندر شاہ" گفت

نوٹ :- نامی کی تحقیق میں حضرت سکندر شاہ ۱۲۱۰ھ/۱۷۹۵ء کے قریب فوت ہو چکے تھے جیسا کہ انکے بڑے بھائیوں (پیر مراد شاہ اور قلندر شاہ) اور پیر نبی بخش نامی کے پڑدادا، کے اشعار سے ثابت ہے۔ اس کی تصریح میں نے تاریخ جلیلہ طبع ثانی میں کر دی ہے۔

"ملک خصلت" بگو تاریخ نامی دگر از "حضرتِ فاروق اعظم"

حضرت مراد بخش مراد قریشی لاہوری بن کرم شاہ قدس سرہٗ

حضرت شاہ مراد اپنے دادا (شاہ جی ابو الفتح) کے برادرِ معظم (حضرت خدا بخش) سے سلسلۂ ارادت رکھتے تھے (جیسا کہ فرماتے ہیں طفیل نام پیر ما خدا بخش بعصیاں شد مسام یا خدا بخش) آپ عابد و زاہد اور متقی صاحب تصانیف بزرگ تھے چنانچہ فارسی میں کتاب مثنوی مراد العاشقین اور ترجیع بند مسمّٰی بہ ما مریداں بر وزن ما مقیماں۔ اور دیوان مراد اور مراد المحبین (قصۂ چار درویش) بزبان اُردو (دونوں رسالۂ اُردو دہلی میں ڈاکٹر محمد باقر صاحب ایم۔اے اور میں نے شائع کرادیئے ہوئے ہیں) آپ کے نظم کردہ ہیں۔ آپ کے استعارات اور اشعار سراسر تصوف اور عین سلوک ہیں۔

حضرت مراد کی وفات، بقول صاحب اذکار قلندری، ۱۲۱۵ھ (۵ محرم مطابق ۲۹ مئی ۱۸۰۰ء) میں ہوئی۔ مزار پُر انوار موضع مردانہ کھوکھر (مریدوں کے گاؤں متصل کھنہ سوجا اسٹیشن شاہدرہ نارووال لائن) میں (بلندی پر متصل مسجد) ہے۔

تاریخ از مؤلف ؎

Marfat.com

چوں مراد از دارِ دنیا رخت بست | رفت در گلزارِ جنت با مراد
سالِ وصلش گو "سخیٔ مقتدا" ۱۱۶۵ھ | ہم بخواں "شاہِ کرامت با مراد" ۱۲۱۵ھ
ناجیؔ اگر ترا پئے تاریخ شد خیال | از "عظمت فقیر" بجو سالِ انتقال ۱۸۰۰ء

نوٹ۔ حضرت مراد شاہ کے مزار کے لیئے موضع مرد انہ کے ایک چاہ کا معاملہ سجادہ نشین رتہ پیراں کو سکھی اور انگریزی حکومت کی طرف سے جاگیر تھا۔ آخری سجادہ نشین پیر محمد اشرف عالم شاہ کے کوئی نرینہ اولاد نہ تھی اس لیئے جاگیر حسب شرط ضبط ہوگئی۔ اور حضرت اشرف نے بزرگوں کی خانقاہوں کی آبادی کے لیئے جو وقف کیئے تھے وہ حال ہی میں سرکاری محکمۂ اوقاف پاکستان نے اپنی تحویل میں لے لیئے ہیں۔ آگے آگے دیکھیئے ہوتا ہے کیا [۱]

حضرت پیر قلندر شاہ قریشی حارثی ہکاری بن شیخ کرم شاہ قریشی قدس سرہم

حضرت قلندر شاہ متاخرین مشائخ کاملین سے جامع خوارق و کرامت اور مظہرِ زہد و ریاضت تھے۔ اگرچہ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں اپنے باپ دادا سے اجازت و خلافت رکھتے تھے۔ مگر دوسرے طریقوں میں دوسرے مشائخ عظام سے بھی خلافت حاصل کی۔ چنانچہ طریقۂ عالیہ چشت اہلِ بہشت کی تلقین اذکار شیخ بدر الدین چشتی صابری سے۔ اور سلاسلِ خمسہ یعنی چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، قادریہ اور مداریہ کی خلافت شیخ اجمل الٰہ آبادی سے حاصل کی۔ اور اس اکتساب اور حصول تکمیل کے بعد آپ مقتدائے زمانہ اور یگانۂ وقت

---

[۱] حضرت مراد کے حالات کے لئے ملاحظہ ہوں۔ تاریخ جلیلہ، نامہ مراد، مثنوی مراد العاشقین اور پنجاب میں اردو از حافظ محمود شیرانی۔ (قسیم افضل)

Marfat.com

ہو گئے۔ صاحب اذکار قلندری (پیر فرخ بخش آپ کے بھائی اور خلیفہ) فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت قلندر شاہ موضع جھبے میں جو لاہور کے مضافات میں ہے تشریف لے گئے۔ اُس وقت بارش نہ ہونے کی وجہ سے زمیندار بہت تنگ تھے۔ سب نے اکٹھے ہو کر (آپ) مقتدائے دین کی خدمت میں نزولِ باران کے لئے عرض کی۔ لہٰذا آپ نے مریدوں میں سے چار اشخاص کو ارشاد فرمایا۔

وردِ نزولِ باراں کہ جنگل میں جا کر جتنا بھی ہو سکے کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ذکر کرو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مینہ برسے گا۔ پس انہوں نے حسبِ ارشاد عمل کیا کہ تین گھڑی کے اندر آسمان پر بادل چھائے اور بارش ہونی شروع ہوئی اور ایسی ریل پیل ہوئی کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔

کرامتِ فراخیٔ طعام صاحبِ اذکار قلندری نے سیدِ حق آگاہ فضل شاہ ساکن سانڈہ کی زبانی جو کہ حضرت موصوف کے بڑے خلیفوں میں سے ہیں لکھا ہے کہ ایک دن آنحضرت چھ درویشوں کے ساتھ سانڈہ میں سید فضل شاہ کے ہاں رونق افروز ہوئے اور سید ممدوح نے بارہ آدمیوں کو کفایت کرنے والا کھانا پکوایا۔ جب کھانے کا وقت آیا تو آپکے بہت سے اور مرید بھی آ گئے۔ فضل شاہ آدمیوں کی کثرت اور کم کھانا دیکھ کر حیران ہوئے۔ شیخ علیہ الرحمۃ نے نورِ باطن سے انکی پریشانی معلوم کر لی تو فرمایا سید صاحب حیرانی کی کوئی بات نہیں جس قدر طعام موجود ہے میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ حاضرِ خدمت کیا گیا اس خیال سے کہ آں جناب تبرکاً تھوڑا تھوڑا حاضرین میں تقسیم کر دیں گے۔ اسی اثنا میں شیخ خود اٹھے اور کندھے سے اپنی متبرک چادر اتار کر کھانے پر ڈال دی اور تقسیم شروع کی۔ جب سب نے سیر ہو کر کھا لیا تو چادر اٹھانے پر دیکھا کہ کھانا ویسے کا ویسا موجود ہے۔

تاریخ ولادت و وفات: ۔ صاحب اذکارِ قلندری کے قول کے مطابق حضرت

Marfat.com

قلندر شاہ کی ولادت ۱۱۸۵ھ میں اور وفات ۲۶ رمضان ۱۲۴۸ھ (مطابق ۱۸ فروری ۱۸۳۳ء بعمر رسولِ کریم علیہ السلام والتکریم وشیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ناجی) ہوئی۔ (عرس ۲۷ رمضان کو ہوتا رہا ہے اس سال محکمۂ اوقاف کے ذمے تھا جو نہیں ہُوا۔ ناجی)

آنجناب کے قطعاتِ تاریخ وفات تصنیف کردہ صاحب اذکارِ قلندری وشاہ غلام محی الدین فرزندِ ارجمند آنجناب یہ ہیں۔

صاحب اذکارِ قلندری سے ؎

دریغا کہ شاہِ قلندر زدنیا | سفر کرد از ما سوئے دارِ عقبیٰ
چو تاریخ سالِ وصالش بجستم | بگفت ہاتفِ غیب کن گوش بابا
بفضلِ خدا آں والیٔ زمانہ | گرفت از پئے خویش "باغ ارم جا" ۱۲۴۸ھ

از شاہ غلام محی الدین ؎

غلامی بیا نالہ و آہ کن! | جہاں را ز دردِ دل آگاہ کن
کہ پیدرم شہنشاہ عالی جناب | بہ آرامگاہِ جناں کرد خواب
خبر جستم از سالِ تاریخ آں | بمن ہاتفِ غیب گفت آں زماں
کہ یادِ خدا بود مرغوب آں | تو سالِ وصالش "ز مرغوب" خواں ۱۲۴۸ھ

از مؤلف: ؎

قلندر شاہ شیخ ہر دو عالم | کہ ذاتش پیرِ ہر برنا پیر است
بود تولیدِ اُو "خورشیدِ اجلال" ۱۱۸۵ھ | وصالش "زاہدِ صافی ضمیر" است ۱۲۴۸ھ

ایضاً ؎

حضرت شاہ قلندر باوقار | آنکہ شد روشن بعالم مثلِ ماہ
عقل "شمس الدین قلندر شاہ" گفت ۱۱۸۵ھ | طرفہ تر تولیدِ او با عزّ و جاہ
سالِ ترحیلش بسر در شد عیاں | "بے نیاز عاشق قلندر بادشاہ" ۱۲۴۸ھ

Marfat.com

مرا تاریخ شد معلوم ناگاہ ز "فضل کبریا شاہ قلندر" ۱۸۴۳ھ

(نوٹ) خانقاہ قلندری کے لئے جاگیر اور وقف :- حضرت قلندر شاہ کی خانقاہ کے لئے سکھوں نے جو جاگیر دے رکھی تھی وہ حکومت انگریزی نے بھی بحال رکھی۔ اس میں شرط یہ تھی کہ صرف سجادہ نشین کی ذکور اولاد مستحق ہوگی۔ سرکار نے نصف موضع رتہ پیراں کا معاملہ بطور جاگیر دے رکھا تھا۔ چونکہ حضرت اشرف عالم شاہ مرحوم کو نرینہ اولاد کی طرف سے مایوسی تھی اس لئے آپ نے بخیال دور اندیشی خانقاہ کے قیام اور اپنا جدی سلسلہ مسافر پروری و مہمان نوازی قائم رکھنے کے لئے آٹھ مربعے زمین وقف کر دی جس کو مغربی پنجاب کے محکمۂ اوقاف نے اپنے قبضہ میں لے لیا ہے فی الحال سلسلہ منقطع نظر آرہا ہے۔ دیکھئے خدا کو کیا منظور ہے ؎

ہر کسے تدبیرِ کارے می کند ما رہا کردیم بر نعم الوکیل

غلام دستگیر نامی متولی مقرر کردہ حضرت اشرف واقف ابن نبیرہ حضرت قلندر شاہ نزیل پاکپتن ۱۹۶۱ء

Marfat.com

لاہور میں

سلسلۂ چشتیہ کے بزرگ

سلسلۂ چشتیہ ہندوستان میں حضرت خواجہ معین الدین سجزی (س-ج-ز-ی) ثم اجمیری کے وجود باجود سے پھیلا اس سلسلہ کے بزرگ زیادہ تر دہلی اور اسکے مضافات میں مصروف تبلیغ رہے لاہور کی طرف بہت کم بزرگوں نے رُخ کیا۔ لاہور میں زیادہ تر سلسلۂ سہروردیہ اور گیلانی بزرگوں کے آثار پائے جاتے ہیں۔ جن کے حالات گزر چکے ہیں۔ اب چشتی بزرگوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ کاکو چشتی لاہوری قدس سرہٗ

شاہ کاکو "شیخ نور الدین قطب العالم المشہور بہ نور قطب العالم بنگالی قدس سرہٗ متوفی ۸۵۱ھ مدفون قصبہ پنڈادہ کے خلفاء میں سے تھے۔ پیر صاحب موصوف نے بعد تکمیل خرقۂ خلافت عطا کرکے آپکو تبلیغ و تلقین کے لئے لاہور بھیجا۔ یہاں آپ نے خلق کثیر کو حق کی طرف رہنمائی کی۔ شاہ کاکو کا سلسلۂ نسب چند واسطوں سے حضرت مسعود فرید الدین شکر گنج پاکپتن سے ملتا ہے۔ مفتی غلام سرور مرحوم لکھتے ہیں کہ جامع کمالات شیخ کاکو کی وفات بقول تذکرۂ شیخ چوہڑ بندگی قطب العالم ۸۸۲ھ ۱۴۷۷ء میں واقع ہوئی جبکہ سلطان بہلول لودھی کا عہد تھا۔ مزار پُر انوار لاہور

Marfat.com

میں ہے۔ تاریخ رحلت یہ ہے ۔

چو از دنیائے دوں رخت سفر بست | جناب شاہِ والا جاہ کاکو
چو سرور جست تاریخ وصالش | ندا شد "شاہِ اکبر شاہ کاکو" ۸۸۲ھ
بہر تاریخ ناجی حامد | "شاہ کاکو غلام احمد" گفت

تذکرہ قطبیہ میں، جو حضرت جمال الدین ابابکر قریشی مدفون محلہ جوگی پورہ آگرہ نے اپنے مرشد اور بڑے بھائی حضرت عبدالجلیل قطب العالم چوہڑ شاہ بندگی عظم اللہ تعالیٰ لاہور کے حالات میں لکھا ہے جو مسطور ہے اسی سے استنباط کر کے پیر فرخ بخش مدفون لتہ پیراں نے اذکار قلندری مطبوعہ کے صفحہ ۱۲۹ میں رقم فرمایا ہے کہ جب حضرت عبدالجلیل موصوف (۸۸۲ھ کے لگ بھگ) مبارک ریاست بہاول پور سے لاہور وارد ہوئے تو اسی زمانہ میں راجہ سین پال سلہریہ نے سلطان بہلول لودھی سے سرکشی کی جس کی تادیب کے لئے سلطان مذکور نے فوج روانہ کی۔ اُس نے اپنے مہنت جوگی اجے پال کو (جس کا نام پیر نبی بخش عبدالمجید والد ناجی نے ہری ناتھ لکھا ہے) سفیر بنا کر بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ جس نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ رب العالمین نے اپنے بندوں کو بادشاہوں کے قبضے میں دیا ہے کہ وہ عدل و انصاف سے ان کے حقوق ادا کریں۔ اگر اجازت ہو تو بندہ کچھ عرض کرے۔ فرمایا اجازت ہے۔ عرض کیا کہ اگر حضور کا منشا ہو کہ قوم سلہریہ رضائے دل اور رغبتِ خاطر سے دائرہ اسلام میں داخل ہو تو آپ کسی صاحب حال بزرگ سے مجھے ہمکلامی کا موقع دیں جو مجھے کرامت دکھائیں یا مجھ سے دیکھیں۔ اگر وہ غالب آ جائیں اور مجھے قائل کر لیں تو میں دین اسلام قبول کر لوں گا اور میرے ساتھ بے تردد راجہ اور تمام قوم سلہریہ مسلمان ہو جائے گی اگر وہ مردِ خدا مجھے مغلوب اور قائل نہ کر سکیں تو بادشاہ گیتی پناہ عہد فرمائیں کہ پھر راجہ سین پال کے مزاحم نہ ہوں گے۔ جرم گذشتہ کو معاف کر دیں گے اور راجہ مذکور سے خراج ادا کرنے کا عہد لے کر اسے آزاد کر دیں گے۔ سلطان بہلول لودھی نے یہ بات مان لی اور

Marfat.com

تلاش ہوئی کہ اِن دنوں کون بزرگ ہیں جن کو جوگی سے مکالمہ کے لئے مامور کیا جائے۔
پتہ ملا کہ حضرت شاہ کاکو لاہور میں موجود ہیں۔ بادشاہ نے اپنے وزیر کو ان کی خدمت میں تمام بات سمجھا کر بھیجا۔ بزرگ موصوف نے فرمایا کہ میں بوجہ کبر سنی بہت کمزور ہو گیا ہوں۔ کلام کرنے کی بھی طاقت نہیں رہی۔ لاہور ہی میں چند ماہ سے شیخ عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی سلطان حمید الدین حاکم اور شیخ ابوالحسن ہکاری کی اولاد سے، رونق افروز ہیں۔ اُن سے التماس کریں وہی اس مہم کو سر کریں گے۔ چنانچہ وزیر موصوف سلطان بہلول لودھی کی اجازت سے حضرت قطب العالم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حقیقت حال عرض کی۔
آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اُس بے دین راجہ کے جوگی کو مع قوم سلہریہ مشرف باسلام کیا جائے گا۔ چنانچہ مجلس مناظرہ منعقد ہوئی۔ وہ جوگی صاحب استدراج تھا اُس نے آپکو سیر ارض و مافیہا کرائی۔ پھر حضرت قطب العالم نے اُسے مراقبہ میں لے جا کر عالم حقیقت کا جلوہ دکھایا جس کے مشاہدہ سے وہ حقانیت اسلام کا قائل ہو گیا۔ خود مسلمان ہوا اور راجہ اور قوم سلہریہ کو بھی دعوت اسلام دے کر مشرف باسلام کیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک یہ قوم سلہریہ وغیرہ اسلام قبول کر کے اب تک نسلاً بعد نسل اولاد حضرت عبدالجلیل قطب العالم عظم اللہ تعالیٰ کی مرید چلی آتی ہے۔ انکے مملوکہ دیہات کی فہرست مع مختصر حالات تاریخ جلیلہ طبع ثانی میں بھی دی ہے از صفحہ ۳۶۵ تا ۳۷۳۔ یہ کتاب اور دیگر کتب حضرت محمد اشرف عالم شاہ سجادہ نشین دودمان جلیلہ کے اوقاف فنڈ سے چھپا کر مفت تقسیم کی جاتی رہیں مگر اب محکمہ اوقاف نے ان اوقاف پر قبضہ کر لیا ہے اور فی الحال یہ سلسلہ تبلیغ واشاعت معطل ہو گیا ہے۔ خدا اسے جاری کرے۔

اوپر جو بیان کیا گیا ہے مقصد اس سے یہ بتانا ہے کہ حضرت شاہ کاکو کے بعد انکی جگہ کون بزرگ صاحب ولایت ہوئے اور انہوں نے دین کی کیا خدمت کی۔
حضرت شاہ کاکو کا مزار کہاں واقع تھا؟ تذکرہ قطبیہ میں لکھا ہے کہ خطہ کوٹ کروڑ

Marfat.com

(جہاں حضرت عبد الجلیل قطب العالم کی خانقاہ ہے) اور مزار شاہ کاکو کے درمیان حضرت بایزید مرید حضرت قطب کا برلب دریا واقع مزار ہے) حضرت بایزید کے مزار کے پاس سے دریا نے مدت سے رُخ موڑ لیا ہوا ہے اور اب اس مزار کا نیم افتادہ گنبد مشن احاطہ کے اندر ریلوے پولیس کے دفتر کے قریب واقع ہے۔ اب یہ سمجھنا چاہیے کہ حضرت قطب العالم کی خانقاہ سے کوئی چوتھائی میل کے فاصلہ پر جانب شمال شیخ کاکو کا مزار تھا جو ہمارے دیکھتے دیکھتے سکھوں نے انگریزی قانون کے زور سے مع مسجد کھود ڈالا۔ اب یہ جگہ سکھوں کا شہید گنج واقع لنڈا بازار کہلاتی ہے کیونکہ اس جگہ حسب تحریر سید محمد لطیف نج صفحہ ۷۴، ۱۶۱ تاریخ لاہور (انگریزی) باغی سکھوں کو، جنہوں نے ایمن آباد کے گرد و نواح میں لوٹ مار مچا رکھی تھی، دیوان لکھپت رائے، وزیر اعظم یحییٰ خان نے ۱۷۴۶ء میں اپنے بھائی جسپت رائے کے قتل کا سکھوں سے بدلہ لینے کے لئے کئی سکھوں کی گردنیں مار دی تھیں۔ یہ جگہ گھوڑا نخاس (منڈی) کہلاتی تھی۔ سکھوں نے اس مقتل کو شہید گنج کا نام دیا۔ اور اب تک یہی مشہور ہے۔ یہ جگہ ایک چار دیواری سے محصور ہے اور پاکستانی حکومت اسے پولیس کے پہرے میں محفوظ رکھے ہوئے ہے۔ بھارتی حکومت کو اس سے شرمندہ ہو کر سبق حاصل کرنا چاہیئے جس نے امرتسر وغیرہ میں عظیم الشان مساجد کو منہدم کر کے سکھوں وغیرہ کو بسا کر آلودہ کر دیا ہے۔

حضرت شاہ کاکو کا عرس شیخ کھوجے (جو اب خواجہ کہلاتے ہیں) کیا کرتے تھے۔ مگر جب مزار ہی نہیں اور مقام سکھوں کے لئے محفوظ اور بند ہے تو کوئی عرس وہاں کس طرح کرے۔ ہاں مرید اپنے گھروں میں ختم دلا سکتے ہیں۔

تاریخ لاہور (انگریزی) کے صـ۴۲ میں مسطور ہے کہ شیخ کاکو کے فرزند مولانا اسحاق لاہور میں رہتے تھے۔ شیخ سعد اللہ وزیر شاہجہان، شیخ منور (مترجم مجمع البلدان۔ و مصنف مشارق الانوار۔ بدیع البیان اور ارشاد قاضی وغیرہ) متوفی در قید ۱۰۱۱ھ ۱۶۰۲ء اور دیگر علماء آپکے

Marfat.com

شاگرد تھے۔ آپ نے سو برس سے زیادہ عمر پائی۔ تذکرہ قطبیہ میں شیخ کاکو کے ایک لڑکے کا ذکر ہے جس نے حضرت عبدالجلیل کو متہم کرنے کی کوشش کی تھی اور ملک بدر ہونے کی سزا حضرت قطب العالم کی سفارش سے بادشاہ نے معاف کی تھی۔ (تاریخ جلیلہ ص ۱۱۳)

شیخ محمد سلیم چشتی صابری لاہوری قدس سرہٗ

شیخ محمد سلیم شیخ محمد صدیق چشتی لاہوری (متوفی ۱۰۸۴ھ) کے کامل خلیفہ ہیں۔ آپ عشق و محبت۔ جذب و سکر اور سماع و وجد کے جامع تھے۔ مقام فقر میں مقام بلند اور درجہ معلیٰ کے مالک تھے۔ سماع میں ایسی حالت طاری ہو جاتی کہ انفراق روح کی نوبت آجاتی اور دو دو تین تین دن مست اور بے خود پڑے رہتے اور لوگ سمجھتے کہ فوت ہو گئے ہیں۔ آخر ۱۰۳۰ھ کی سوم ماہ ذوالحجہ (مطابق ۹ اکتوبر ۱۶۲۱ء) کو عہد جہانگیر میں اس پُرملال دنیا سے قرب ایزد متعال سے جا ملے۔ اور اپنے پیر کے مزار کے جوار میں مقام میدان زین خاں مدفون ہوئے۔ منظوم تاریخ ؎

چو از دنیا بفردوس بریں رفت — سلیم آں شاہ عالم شاہ حق بیں
"حبیب کبریا مرد سلامت" — بگو سال وصال آں شہِ دیں
دگر "فیض سلیم" آمد وصالش — رقم کن باز فارغ بال بنشیں
"ظہیر وقت" ہم "فخر خلائق" — دو تاریخ وصالش گفت ناحی

۱۶۲۱ء ۱۶۲۱ء ۱۰۳۰ھ

(نوٹ) مفتی صاحب مرحوم نے اِس بزرگ کی تاریخ کے متعلق خزینۃ الاصفیا اور حدیقۃ الاولیاء میں تضاد پیدا کر دیا ہے ملاحظہ ہو اس ولی کا حال بطور نمبر ۹۔

شیخ جان اللہ چشتی لاہوری قدس سرہٗ

آپ شیخ نظام الدین بلخی (متوفی ۸ رجب ۱۰۳۶ھ و مدفون بلخ) کے پندرھویں

خلیفہ ہیں۔ انکے لاہوری پیر بھائیوں کے نام (۱) سید اللہ بخش بھکری (۲) شیخ عبدالکریم لاہوری (مدفون متصل موضع نواں کوٹ) (۳) بندگی شیخ اللہ بخش لاہوری اور (۴) شیخ دوست محمد لاہوری ہیں۔

شیخ جان اللہ کو علوم ظاہری اور باطنی میں پوری استعداد تھی۔ شروع میں انہوں نے تعلیم لاہور میں حاصل کی۔ پھر جاذب حقیقی نے اپنی طرف کھینچ لیا اور تعلیم سے فارغ ہو کر لاہور سے نکل کر تھانیسر پہنچے اور شیخ نظام الدین بلخی کے مرید ہوئے اور زہد و ریاضت میں کمال حاصل کیا۔ پیر کے ساتھ کعبہ کو گئے اور پھر بلخ پہنچ کر خرقہ خلافت پایا۔ جب لاہور واپس آئے تو آپکی کرامت کا شہرہ زیادہ ہوا اور بہت سی خلقت نے آپکی ارادت اختیار کی۔ آپ ۹ جمادی الاخریٰ ۱۰۳۹ھ (مطابق ۱۴ جنوری ۱۶۳۰ء) کو فوت اور باغ مہاں سنگھ لاہور میں دفن ہوئے۔ تاریخ منظوم ؎

شیخ جان اللہ چوں بحکم قضا — زیں جہاں رفت سوئے دارِ جناں
ہست "فیض الحسن" بناء بخش — ہم دگر "اہل فیض جان جہاں"
چو سال وصالش بپرسند نامی — بگو "نکتہ سنج بلیغ" است تاریخ

شیخ جان اللہ موصوف کے مرشد کی ایک کرامت مفتی صاحب نے یہ لکھی ہے کہ جامع بلخ کا امام رافضی تھا جس نے سنیت کا جامہ پہنا ہوا تھا۔ آپ جمعہ کی نماز اسکے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔ لوگوں نے بادشاہ سے شکایت کی کہ جمعہ کی نماز دو جگہ ٹھیک نہیں۔ بادشاہ نے جو آپ (حضرت نظام الدین بلخی) کا مرید تھا۔ آپ سے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ وہ رافضی ہے یہ سن کر وہ امام برافروختہ ہوا اور تیغ برہنہ لئے ہوئے بارہ ہزار مقتدیوں کے ساتھ آیا کہ مجھے رافضی ثابت کرو ورنہ میں ابھی تمہیں قتل کرتا ہوں۔ آپ نے بادشاہ سے کہا کہ اسکے پاؤں کا موزا اتار کر پھاڑیں اور دیکھیں۔ کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے آپ کے ارشاد پر عمل کیا تو اس سے کاغذ برآمد ہوا۔ جس پر نام شیخین رضوان اللہ علیہم لکھے تھے یعنی ابوبکر و عمر۔

Marfat.com

اہلِ شہر نے آپ کی یہ کرامت دیکھی تو امام مذکور کو قتل کیا اور آپ کے مرید ہو گئے (صفحہ ۴۶۵ جلد اول خزینۃ الاصفیا) محلہ چلہ بیبیاں لاہور میں ایک سبزواری مولوی تھے جو باہر جا کر سُنی بن کے جماعت کراتے اور لوگوں سے نذریں وصول کرتے تھے۔ آخر بیرونجات سے ایک مقتدی مرید نے آپ کو ایک امام باڑے میں تبلیغ تشیعت کرتے دیکھا تو راز ظاہر ہوا۔ بات یہ ہے کہ ان لوگوں میں تقیہ کا مسئلہ بڑا زبردست ہے حصول جاہ و عزت کے لئے جہاں چاہیں اس سے کام لے سکتے ہیں اور اس میں بڑا ثواب سمجھتے ہیں جیسا کہ کہا گیا ہے۔

کیا جو جھوٹ کا شکوہ تو یہ جواب ملا　　تقیہ ہم نے کیا تھا ہمیں ثواب ملا

مثل مشہور ہے کہ "سنی بلخ و شیعہ کشمیر ہر دو بے پیر"، مگر ایسے سخت سنیوں کو بھی یہ لوگ جُل دے جاتے ہیں۔

شیخ حاجی عبدالکریم چشتی لاہوری قدس سرہٗ

حاجی صاحب موصوف کے والد بزرگوار کا نام شیخ مخدوم الملک عبداللہ انصاری تھا اور آپ (حاجی صاحب) نے خاندان چشتیہ صابریہ میں شیخ نظام بلخی سے بیعت کی۔ جب آپ کے والد بزرگوار کو اکبر بادشاہ نے ملک ہند سے نکال دیا تو حضرت انصاری مذکور کے ساتھ شیخ عبدالکریم بھی حرمین شریفین (مکہ معظمہ و مدینہ منورہ) کو تشریف لے گئے۔ اور حج و زیارت سے مستفیض ہوئے۔ جب والد ماجد صدمۂ زہر سے شہید ہو گئے تو آپ لاہور آ گئے اور قیام فرما کر ہدایت خلق میں مصروف ہوئے اور بہت سی خلقت آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئی۔ اور آپ سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں۔

وجہ ترک شکار دُراج حاجی صاحب موصوف جب دوسری دفعہ پا پیادہ خشکی کی راہ حج کرنے روانہ ہوئے چند احباب ساتھ تھے راستہ

Marfat.com

بھول گئے اور ایسے بیابان میں جا پڑے جہاں پانی نہ تھا۔ ساتھیوں پر پیاس نے غلبہ کیا تو آپ نے آسمان کی طرف منہ کر کے دعا کی جو قبول ہوئی۔ اسی وقت ایک تیتر آپ کے سر پر آکر اڑنے لگا۔ آپ نے سمجھ لیا کہ یہاں جانور ہیں پانی ضرور ہو گا۔ چند قدم چلے تو پانی کے چشمے پر پہنچ گئے۔ شکر الٰہی بجا لائے پانی پیا۔ وضو اور غسل کیا۔ پھر فرمایا کہ چونکہ تیتر ہماری سلامتی کا موجب بنا ہے تو ہمارے مریدوں میں سے کوئی اس پرندے کو شکار کرے نہ اس کا گوشت کھائے۔ پس اس دن سے مریدوں نے تیتر کا گوشت کھانا ترک کر دیا۔

یکدم لاہور سے عرفات

ایک دن شیخ صاحب موصوف اپنی خانقاہ سے جو باغ زیبندہ بیگم کے متصل ہے۔ پیر زاہدی کے مزار کی طرف جا رہے تھے کہ راہ میں شیر الشم باف ملا۔ اس دن عرفہ عید اضحیٰ تھا شیرا نے عرض کیا کہ آج روز حج ہے کیا ہی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو آج طواف حج کر رہے ہیں اور افسوس ہم جیسوں کی حالت پر کہ اس سعادت سے محروم ہیں۔ یہ بات سن کر آپ نے فرمایا۔ کیا تم حج کرنا چاہتے ہو؟ عرض کیا۔ ہاں۔ فرمایا آنکھ بند کر لو اور پیچھے قدم بقدم چلو۔ وہ اسی طرح گامزن ہوا۔ ایک دم بعد آپ نے فرمایا کہ آنکھ کھول دو۔ آنکھ کھولی تو دیکھا کہ شیخ کے ساتھ عرفات میں ہے۔ فراغ خاطر سے مناسک حج ادا کر لئے تو اسی طور پھر لاہور پہنچ گیا۔

حضرت حاجی عبد الکریم کے چار فرزند تھے۔ (۱) شیخ یحییٰ (۲) اللہ نور (۳) عبد الحق اور چوتھے اعلیٰ حضور۔ ان میں سے شیخ یحییٰ بہت صاحب کمال اور اہل حال و قال تھے۔ بہت سی خلقت ان کی ہدایت سے ہادیٔ برحق سے واصل ہوئی۔ چنانچہ مشہور ہے کہ ایک دن ایک چور خیرو نام موضع سید والا (متصل مانگٹا نوالہ) سے چوری کرنے کی نیت سے لاہور آیا۔ اور کہیں داؤ نہ چلا تو شیخ یحییٰ کی خانقاہ میں آکر نقب لگائی۔ اور دو راس بیل نکال کر باہر لایا تو اندھا ہو گیا۔ آخر بیل ایک جگہ باندھ کر آپ ایک گوشے میں بیٹھ گیا۔ دن چڑھا تو خدام خانقاہ نے یہ خبر شیخ موصوف کے گوش گزار کی۔ آپ نے اسے بلا کر فرمایا کہ اگر کلمہ پڑھ

Marfat.com

کر توبہ کر تو تم واجب الرحم ہو۔ اُس نے توبہ کی تو آپ نے اپنا ہاتھ اس کی آنکھوں پر ملا۔ پس وہ اسی وقت بینا ہو گیا اور مرید ہو کر کمال کو پہنچا۔

تصانیفِ شیخ شیخ عبدالکریم عامل عالم اور فاضل کامل تھے اور علوم ظاہری میں بھی ان کو کمال حاصل تھا۔ آپ کی تصانیف سے شرح فصوص الحکم زبان فارسی مقبول عام و خاص ہے۔ اور ایک رسالہ بنام اسرار عجیبہ سلسلۂ چشتیہ کے ذکر و شغل کے بیان میں بھی ہے۔

وفات اور مزار آپ کی تاریخ وفات ۷ رجب ۱۰۴۵ھ (مطابق ۲۵ دسمبر ۱۶۳۵ء) ہے۔ مزار گوہر بار باغ زیبندہ بیگم کے متصل، جو کہ اب نواں کوٹ کے نام سے مشہور ہے، واقع ہے۔ منظوم تاریخ رحلت ؎

شیخ اکرم کریم با اکرام ! | مکرمت یافت چوں بخلدِ بریں
"مقتدائے شفیق"، "وال سالش عیاں | نیز "بر حق کریم کاشف دیں" ۱۰۴۵ھ (سرور)
اگر پر سند از تو ابنِ حامد ۱۰۴۵ھ | بگو "مخدوم خوشحال" است تاریخ (نامی)

یعنی شیخ عبدالکریم عہد شاہجہان میں واصل بحق ہوئے۔ ۱۶۳۵ء ناقی

شیخ عبدالخالق لاہوری چشتی صابری قدس سرہٗ

شیخ موصوف، شیخ جان اللہ کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے۔ فقر میں شانِ بلند اور مقامات ارجمند رکھتے تھے۔ وجد و سماع میں اضطراب لاحق ہو جاتا۔ اور اس حالت میں جس پر نظر ڈالتے وہ بے ہوش ہو جاتا۔ آپ کا لنگر محتاجوں مسکینوں کے لئے عام تھا۔ بہت خلقت آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئی اور کمال کو پہنچی۔

شیخ موصوف ۱۲ رجب ۱۰۵۹ھ (مطابق ۱۲ جولائی ۱۶۴۹ء) کو فوت ہوئے خانقاہ

میدان واقع میدان زین خاں ہے۔ تاریخ منظوم :-

چو شد عبد خالق رہِ دارِ فنا | مکاں کرد در دارِ خلدِ بریں
وصالش بگو "فیضِ حقانی" است | دگر "عبدِ خالق امام یقین" ا سرد
۱۰۵۹ھ | ۱۰۵۹ھ
نامیا بر وفاتِ آں چشتی | "مخبرِ باخرد" بگو تاریخ ؎
۱۶۴۹ء

شیخ عارف چشتی لاہوری قدس سرہٗ

شیخ موصوف، شیخ اسحاق بن شاہ کاکو چشتی کے باکمال مرید اور اہلِ حال و قال خلیفہ میاں عارف کے نام سے مشہور تھے۔ شاہجہان بادشاہ کے عہد میں آپ نے علم مشیخت بلند کیا۔ آپکے بہت مرید تھے۔ ہر مہینے کے آخری عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھتے اور حجرے کا دروازہ دس دن بند کر کے بے خورد خواب مصروف عبادت رہتے۔ جب اگلے مہینے کی پہلی تاریخ باہر نکلتے تو عام و خاص لوگوں کو حجرے کے دروازے سے دور کر دیا جاتا۔ اگر کوئی وہاں رہ جاتا تو شیخ کی نظر جلالت کے اثر سے اس پر تین دن بیہوشی طاری رہتی اور تارکِ دنیا ہو جاتا۔ اس لئے آپ اُس دن تنہا بیٹھے رہتے اور کسی کو پاس آنے نہ دیتے۔ جب سماع میں بیٹھتے تو وجد و اضطراب کی کثرت سے روح کے انفراق کی نوبت آپہنچتی۔ آخر عمر میں آپ نے حالتِ اعتکاف ہی میں جان جانِ آفرین کے سپرد کی۔

وفات اور مزار یہ جامع الکرامات شیخ ۱۰۶۴ھ (مطابق ۱۶۵۴ء) میں واصل بحق ہوئے اور حضرت طاہر مجددی لاہوری کے مزار کے جوار میں مدفون ہوئے۔ تاریخ منظوم ؎

چوں جناب عارفِ چشتی ولی | سوئے جنت شد ازیں عالم رواں

Marfat.com

سالِ وصلش گو "فریدِ حق پرست" ۱۰۶۴ھ | بارِ دیگر "عارفِ چشتی" بخواں ۱۰۶۴ھ
چونکہ خلوت میں ہوئے واصل بحق | "خوبیٔ خلوت" ہے نامی! سالِ فوت ۱۶۵۴ء

شیخ محمد عارف چشتی صابری قدس سرہٗ

شیخ موصوف، شیخ عبدالخالق چشتی لاہوری کے نامی خلیفہ ہیں۔ فقر و تجرید بلند شان کے مالک تھے۔ جو زبان سے فرماتے پورا ہو جاتا۔

ایک دن خانقاہ میں محفل سماع گرم تھی اور قوال یہ بیت پڑھ رہے تھے ؎

آں مسیحائے کہ جاں در دستِ اوست
می دہد جاں گر بمیرم چند بار!

یعنی وہ مسیحا جو جان کا مالک ہے۔ میں خواہ کتنی دفعہ مروں وہ پھر جان دے دیتا ہے۔ شیخ یہ سُن کر جام وجد سے مست ہو رہے تھے کہ ایک بیٹے کو، جس کی زندگی گوئی دم کی مہمان تھی، چارپائی پر ڈال کر اُس مجلس میں لے آیا اور اسکی شفا کے لئے دعا کی التجا کی۔ آپ نے اپنا دستِ حق پرست اس کے منہ پر پھیرا تو اسے اُسی وقت شفا ہو گئی۔

تاریخ وفات: شیخ محمد عارف موصوف ۷ ذوالحجہ ۱۰۷۱ھ (مطابق ۲۴ جولائی ۱۶۶۱ء) کو رہگرائے عالم جاودانی ہوئے۔ مزار گوہر بار لاہور میں لکھا ہے۔ منظوم تاریخ ؎

شیخ عارف عارفِ اہلِ کمال | شد چو از دنیا بخلد جاوداں
رحلتش "عارفِ ثریا جاہ" گو! ۱۰۷۱ھ | ہم بخواں "عارف شہنشاہ جہاں" (سرور)
ہاتف سے پوچھا میں نے تو بولا وہ نامیا | "فتاح بے نظیر" ہے تاریخ انتقال ۱۶۶۱ء

Marfat.com

شیخ محمد صدیق چشتی صابری لاہوری قدس سرہٗ

شیخ موصوف، عظیم المرتبہ چشتی بزرگ ہیں۔ فقر میں آپ کی شان عالی اور رتبہ بلند تھا علوم شریعت اور طریقت میں فرید العصر تھے۔ سارا دن طالبانِ علم کو درس دینے میں صرف فرماتے اور شام کے بعد طالبانِ حق کو تلقین فرماتے۔ پنجاب کی بہت سی خلقت نے آپ سے علوم دینی اور دنیوی کی تحصیل کی۔ سماع و وجد کی حالت میں جس پر آپ کی نظرِ فیض اثر پڑ جاتی وہ تارک دنیا ہو جاتا۔

آپ نے خرقۂ خلافت شیخ محمد عارف لاہوری سے پہنا اور لاہور ہی میں سکونت اختیار کی وفات تاریخ ۸ ذوالحجہ ۱۰۸۴ھ (مطابق ۵ مارچ ۱۶۷۴ء) ہے۔ اور مزار پُرانوار لاہور کے میدان زین خان کی قبور میں ہے۔ منظوم تاریخ ؎

ز دنیا رفت در خلدِ معلّٰے	چو صدیق آں ولی راہ تحقیق
رقم شد "شیخ قدسی" سالِ تاریخ	یدیگر بار "شمع عشق صدیق" (سرور) ۱۰۸۴ھ
آمد ندا از ہاتف در گوش ابن حامد	کہ "خدا پرست رہبر" تاریخ انتقال است (زمانی) ۱۶۷۴ء

مزار کا پتہ نج محمد لطیف مرحوم نے لکھا ہے صفحہ ۹۵ کہ چشتی موصوف کا مزار میدان زین خان میں اُس سڑک کے جنوب کو ہے جو سرائے رتن چند سے ریلوے اسٹیشن لاہور کو جاتی ہے۔ جدّی محافظ مزار کا بیان ہے کہ اسکی چار دیواری کے باہر زین خان کا باغ تھا جس کا دروازہ اُس نے خود دیکھا ہے۔ نج صاحب مرحوم نے شیخ محمد صدیق کی تاریخ رحلت ۸ ذوالحجہ ۹۹۰ھ (مطابق ۱۵۸۲ء) دی ہے جو مفتی صاحب کی تاریخ سے بہت مختلف ہے

شیخ محمد سلیم چشتی صابری لاہوری قدس سرہٗ

شیخ موصوف کا شمار صابری چشتیوں کے مشائخ عظمٰی میں ہے۔ آپ نے خرقۂ خلافت

Marfat.com

شیخ محمد صدیق لاہوری سے پہنا اور خلقت کثیر کو بیعت سے مشرف فرمایا۔ آپ کی مجلس کبھی سماع سے خالی نہ ہوتی تھی محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں لاہور کے علماء عداوت سے ان کے درپے ہو کر آمادہ ضرر رسانی ہوئے مگر ناکام رہے۔ آخر لاہور کا صوبیدار آپ کا مرید بن گیا اور دشمنوں کی گوشمالی کی۔

تاریخ وفات سوم ذوالحجہ ۱۱۵۱ھ (مطابق ۳ مارچ ۱۷۳۹ء) ہے مزار لاہور میں ہے۔ منظوم تاریخ ۔

چوں سلیم از فضلِ ربانی | شد ز دنیائے دوں بباغ جناں
سالِ وصلش "سلیم اعظم" گو | بار دیگر "سلیم شیخ کلاں"
سالِ ترحیل نامی حامد ! ۱۱۵۱ | گو "شرافت پناہ مخدومی" ۱۱۵۱ھ ۱۷۳۹ء (سرور)

شیخ محمد سعید چشتی صابری شرقپوری لاہوری قدس سرہٗ

شیخ موصوف سرمستِ محبتِ الٰہی اور جامع کرامات و حق آگاہی تھے قصبہ شرقپور میں جو لاہور سے بجانب شمال بارہ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے سکونت پذیر تھے اپنی نومسلم قوم کھوجہ کی طرح شروع میں محنت مزدوری اور سبزی فروشی وغیرہ سے معاش پیدا کرتے تھے۔ بعض دفعہ غلہ گندم اور نخود وغیرہ دوسرے دیہات سے خرید کر بیل پر لادتے اور لاہور آکر بیچتے اور اس کے نفع پر گزارہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ دوسرے کھوجوں کے ساتھ لاہور کی طرف روانہ ہوئے۔ جب دریائے راوی عبور کر کے موضع نیاز بیگ کے قریب قدیمی گنبد مدرسہ کے پاس پہنچے تو بیل کا پاؤں پھسل کر ٹوٹ گیا۔ اور غلہ وہاں زمین پر آ گرا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے التجا کی کہ میرا غلہ بانٹ کر لاہور پہنچا دو مگر انہوں نے اس خوف سے کہ اس کام میں اندھیرا ہو گیا تو سکھ، جو مغلیہ سلطنت کی کمزوری کی وجہ سے

Marfat.com

بے باک ہو کر لوٹ مار کرتے تھے آپڑیں گے انہوں نے یہ بات نہ مانی اور شیخ محمد سعید کو چھوڑ کر چل دئے - اور آپ بے یار و مددگار رہ گئے - غلہ اور بیل کو لاوارث چھوڑ کر کہاں جا سکتے تھے - سورج غروب ہو گیا - اور غریب پر سیاہ رات پہاڑ کی طرح آپڑی - ناچار اسی بیابان میں ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا اور بارگاہِ ایزدی میں بڑی الحاح وزاری سے استمداد کی - کہ یا اللہ کوئی موکل بھیج جو غلہ لاہور پہنچا دے -

غیبی مدد

اسی حالت میں آدھی رات گزر گئی - ناگاہ دور سے ایک گھوڑ سوار ظاہر ہوا - نزدیک آکر اس نے کہا کہ تو کون ہے جو اس ویرانہ میں کالی رات میں پڑا ہے میرے پاس اپنا غلہ اٹھالا - محمد سعید نے خیال کیا کہ یہ شخص کوئی لٹیرا ہے جو مجھے لوٹنے آگیا ہے پس جواباً کہا کہ میں ایک غریب مزدور آدمی ہوں - نام سعید ہے - کوئی زرِ نقد پاس نہیں - غلہ کی ایک بوری اور پا شکستہ بیل ہے سوار نے کہا بوری میرے پاس اٹھالا - اس نے کہا کہ میں اٹھا نہیں سکتا اور بیل لنگڑا ہے - فرمایا لنگڑا نہیں تندرست ہے - عرض کیا لنگڑا ہے - اسی وجہ سے میں یہاں پڑا ہوں اور میرے ہمراہی لاہور پہنچ گئے ہیں اور میں اس جگہ کوئی خویش بیگانہ پاس نہ ہونے کی وجہ سے تنہا ہوں - فرمایا بیل کو کھڑا کر دو تاکہ تجھے معلوم ہو کہ اس کا پاؤں درست ہے - جب محمد سعید نے بیل کو کھڑا کیا تو اس کے پاؤں کو صحیح و سلامت پایا - جان لیا کہ یہ غیبی مدد ہے اور یہ شخص ڈاکو نہیں بلکہ رہنما ہے - پھر عرض کیا کہ گندم کی بوری بھاری ہے میں تنہا اٹھا نہیں سکتا - یہ سن کر گھوڑے کا سوار زیادہ نزدیک آیا اور اپنے نیزے کی نوک سے بوری اٹھانے میں مدد کی - اسی وقت بوری پھول کی پتی کی طرح ہلکی ہو گئی - محمد سعید کی جب بخت وسعادت نے یاوری کی تو اچھل کر سوار کے قدم مبارک پکڑ لئے اور عرض کیا کہ بندہ زیارت سے تو مستفید ہو گیا ہے اب میں چاہتا ہوں کہ آنجناب کے اسم گرامی سے بھی آگاہ اور دنیا و مافیہا سے بے پروا ہو جاؤں - فرمایا تجھے اس سے کیا کام - جا اپنا راستہ لے - محمد سعید

Marfat.com

نے بڑے تضرع اور الحاح سے کام لیا تو فرمایا کہ میرا نام اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب ہے کہ اللہ کے حکم سے تیری امداد کو پہنچا ہوں اور جا تجھے خدا تک پہنچا دیا۔ یہ فرمایا اور آنکھوں سے غائب ہو گئے پس محمد سعید شرقپور آئے اور تمام مال راہ خدا میں ایثار کر دیا اور ریاضت و محنت و عبادت میں مشغول ہو گئے۔ اور سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کی ارادت اختیار کر کے مقبول الٰہی ہو گئے۔ آپکی کرامتیں تو بہت ہیں مگر بطور نمونہ ایک نقل کی جاتی ہے۔

کرامت :۔ ایک دفعہ آپ خربوزے لاد کر شرقپور لائے اور ایک رنگریز کی دوکان کے چبوترے پر جو نیل کی رنگائی کا کام کرتا تھا رکھ دیئے۔ اور بیچنے شروع کئے۔ لوگ خرید کر کھانے لگے۔ چونکہ نیل کا مٹکا خربوزوں کے بیج اور چھلکے پڑنے سے خراب ہو کر رنگسازی کے کام کا نہیں رہتا لہٰذا اُسے خدشہ ہوا کہ کہیں یہ چیزیں اُس میں پڑ کر اسے خراب نہ کر دیں اور مجھے نقصان ہو۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کسی طریق سے محمد سعید کو کہوں کہ اپنے خربوزے یہاں سے اٹھا لو۔ مگر وہ نور باطن سے اس کے دلی خطرہ سے آگاہ ہو گئے اور جس قدر خربوزے باقی تھے توڑ پھوڑ کر اس کے مٹکے میں ڈال دیئے اور ارشاد کیا کہ تمہارے مٹکے کو میں نے درست کر دیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب تجھے تازہ نیل اس میں ڈالنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ جتنے کپڑے اور ریشم چاہو اس سے رنگ لینا۔ تجھے یہ مدت العمر کام دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا اور وہ بارہ برس تک اس سے کپڑے نیلے کرتا رہا۔ اور نیل مٹکے سے ختم نہیں ہوتا تھا۔

شیخ محمد سعید کا سلسلہ چشتیہ صابریہ ان واسطوں سے شیخ جلال الدین تھانیسری تک پہنچتا ہے چنانچہ شیخ محمد سعید شرقپوری مرید ہیں شاہ مراد ملتانی کے اور یہ مرید شیخ جیوے شاہ گجراتی کے اور یہ مرید شیخ زکریا کے۔ اور یہ شیخ حاجی قطب کے اور یہ مرید شاہ درگاہی لاہوری کے۔ اور یہ شیخ حاجی ابوسعید حنفی گنگوہی کے۔ اور یہ شیخ نظام الدین

Marfat.com

بلخی کے۔ اور یہ شیخ جلال الدین تھانیسری کے۔

شیخ سعید کے جلیل القدر خلفاء سے شیخ شمس الدین بن محمد حسین لاہوری تھے۔ وہ وجد و شوق و ذوق میں یکتائے وقت گزرے ہیں۔

وفات و مدفن شیخ محمد سعید ۱۲۱۴ھ (مطابق ۱۷۹۹ء) میں جان بحق تسلیم ہو کر شرقپور میں دفن ہوئے مزار پر لفظ "دریغ" سے تاریخ وفات نکال کر لکھی ہوئی ہے اور وہ زیارت گاہ خلق ہے۔ منظوم تاریخ ؎

عیاں شد سن وصالِ رحلتِ شیخ — سعید از دہر چوں رفت سفر بست
یکے "مہدی امین شیخ سعید" است — دگر "ہادیٔ اکبر عاشق مست"

ایضاً۔ چوں جناب سعید پیر سعید — شد ز دارِ فنا بہ قصرِ جناں
گو "چراغ ہدا" بتاریخش — ہم "محمد سعید فخرِ زماں"

اور عیسوی تاریخ "محمد سعید فقیر پاک نظر" سے برآمد ہوتی ہے۔ (ناقی)
۱۲۱۴ — ۱۷۹۹ء

شیخ خیر الدین المشہور خیر شاہ چشتی لاہوری قدس سرہ

شیخ موصوف لاہور کے جلیل القدر مشائخ میں سے ہیں۔ شیخ سلیم لاہوری کے مرید۔ وجد و سماع میں یگانہ وقت تھے۔ غنی و فقیر سب کے لئے آپ کا لنگر جاری تھا۔ ۱۹ ذوالحجہ ۱۲۲۸ھ (مطابق ۱۲ دسمبر ۱۸۱۳ء) کو جان جان آفرین کے سپرد کی۔

منظوم تاریخ ؎

شد چو از دنیا بملکِ جاوداں — خیر شہ آں پیر اہلِ عز و جاہ
"بحرِ فضلِ حق" بگو تاریخ او — بارِ دیگر گو "ہمایوں خیر شاہ" ۱۲۲۸ھ
ناقیؔ حامد بسالِ رحلتش — "خیر شاہِ صاحبِ توفیق" گفت ۱۲۲۸ھ — ۱۸۱۳ء

Marfat.com

نوٹ :- جب یہ شیخ سلیم لاہوری کے مرید تھے تو پھر تاریخ وفات کے مقابلہ سے شیخ سلیم ۹ کی تاریخ وفات درست ہے نہ کہ ۲ کی ۔

شیخ فیض بخش لاہوری قدس سرہٗ

شیخ موصوف لاہور کے اصفیا میں سے ہیں صاحب حال و وجد و سماع ۔ عمر عالت تجرید و تفرید میں گزاری ۔ سید حیدر علی شاہ کے ہم صحبت اور شیخ خیر شاہ لاہوری کے مرید تھے ۔ ریشم سازی کی دستکاری ذریعہ معاش تھا ۔ ہر سال سات عرس کرتے تھے (۱) حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا (۲) حضرت علی المرتضیٰ کا (۳) امام حسین کا (۴) حضرت غوث الاعظم کا (۵) خواجہ معین الدین اجمیری کا (۶) خواجہ بختیار کاکی اور (۷) خواجہ علی احمد صابر وغیرہ پیران کبار کا ۔ ان پر زر کثیر خرچ کرتے تھے ۔ مجلس سماع میں سخت وجد میں آتے ۔ اس حالت میں جس پر نگاہ پڑتی وہ بے ہوش ہو جاتا ۔ آپ کے مرید آپ کی بہت سی کرامتیں بیان کرتے ہیں جو ہم بوجہ عدم گنجائش بیان نہیں کر سکتے ۔

شیخ موصوف ہر رات تین بار غسل کرتے اور مشغول عبادت رہتے ۔ آپ کو ترک لذات دنیا کا اس قدر خیال تھا کہ حلوا میں نمک مرچ ڈال کر کھاتے تھے ۔ جب وعدہ اجل نزدیک پہنچا ۔ تو تپ محرقہ میں چند روز مبتلا رہے ۔ رجب کی نویں رات ۱۲۸۶ھ (مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۸۶۹ء) حافظ قادر بخش مدح خواں کو بلایا کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت سنائے ۔ اس نے یہ شعر پڑھنا شروع کئے (جو غالباً مولانا جامی کے ہیں) ؎

منم خاک در کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔ اسیر حلقہ موئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
قتیل نوک شمشیر نگاہش ۔۔۔ شہید تیغ ابروئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

یعنی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کوچے کے دروازے کی خاک ہوں انکے موئے مبارک کے حلقے کا اسیر، تیغ نگاہ کا کُشتہ اور شمشیر ابرو کا شہید ہوں۔

یہ اشعار سُن کر شیخ موصوف پر حالتِ وجد طاری ہوگئی۔ جسم میں لرزہ پڑ گیا اور گر پڑے تمام جسم پر موت کے پسینے آنے لگے اور اسی حالت میں جان جان آفریں کے سپرد کردی۔

دکیا ہی خوب فرمایا ہے پیر مراد شاہ لاہوری متوفی ۱۲۱۵ھ نے ؎

چہ شیریں است دردِ عشق ہے ہے ۔۔۔ کہ عاشق جاں دہد در لذت وے۔ (مراد العاشقین)

منظوم تاریخ ؎

زدارِ فنا سوئے فردوس رفت ۔۔۔ چوں آں فیض بخش صفا اہلِ فیض
بگو "محرم فیضِ حق" سالِ او ۔۔۔ دگر "مرد اہل عطا اہلِ فیض" (سرور)
بتاریخ او ہاتفِ غیب گفت ۔۔۔ بگو نامیا! "پاک جاں فیض بخش" (نامی)

۱۲۸۶ھ ۔۔۔ ۱۲۸۶ھ ۔۔۔ ۱۸۶۹ء

سیّد رحمت اللہ شاہ چشتی قدس سرہٗ

سیّد موصوف مرشد تھے نواب عبدالصمد خان دلاور جنگ کے جو محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں لاہور کے وائسرائے رہے ہیں۔ اردگرد کے زمیندار آپ کو "سپانوالا پیر" کہتے ہیں اس لئے کہ رنجیت سنگھ نے اپنی فوج کے ایک حصہ کی چھاؤنی آپ کے مزار کے پاس بنا دی تھی۔ فوجیوں نے پاس ادب نہ رکھا۔ اور کئی ایک کو سانپوں نے کاٹ کھایا اور مر گئے۔ فوجی خوف زدہ ہوگئے اور جگہ خالی کردی کہ یہ اموات پیر کی بے ادبی کی وجہ سے ہوئی ہیں۔

مزار اُس سڑک کے شمال کی طرف ہے جو شالامار کو جاتی ہے اور مقبرہ سرو والا

Marfat.com

(مزار شرف النساء بیگم ہمشیرہ نواب خان بہادر خاں وائسرائے لاہور) اور بگا گنبد (مزار یحیٰی خان فرزند نواب زکریا خان خان بہادر) کے درمیان ہے۔ ایک چار دیواری کے اندر اونچے چبوترے پر۔ ساتھ ہی آپ کے فرزند سید برکت اللہ کی قبر ہے۔

سید رحمت اللہ موصوف ۱۲۰۸ء/۱۷۹۳ھ میں فوت ہوئے تھے۔

بہر تاریخ چہ خوش گفتہ ابنِ حامد "رحمت اللہ مبصر سید" ۱۲۰۸ھ

عارف باللہ حضرت مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی مولانا غلام حیدر تھا، جو بھیرہ ضلع شاہ پور کے فاضل علماء میں سے تھے۔ مولانا غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ نے بھیرہ میں پرورش پائی۔ ابھی سن بلوغ کو نہ پہنچے تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کے شرف سے نوازے گئے اور انہی کے ارشاد کے مطابق وطن کو خیر باد کہہ کر تحصیل علوم کے لئے لاہور پہنچ گئے اور یہاں مولانا غلام محی الدین بگوی اور مولانا احمد الدین بگوی رحمہما اللہ سے معقول و منقول کی کتابیں پڑھیں پھر دہلی چلے گئے اور وہاں حضرت مولانا مفتی صدر الدین خاں آزردہ مرحوم سے اکتسابِ فیض کیا۔

بعد حصولِ علم دین آپ لاہور آ کر بھاٹی دروازہ کی اونچی مسجد میں مقیم ہوئے اور یہاں سلسلہ وعظ شروع کیا۔ لوگ جوق در جوق حاضر ہونے لگے۔ ایک دن مسجد بیگم شاہی کی متولیہ مائی جیواں مرحومہ بھی آپ کا وعظ سننے کے لئے آئی اور اس قدر متاثر ہوئی کہ مولانا مرحوم و مغفور کو مل کر اُن کا اتا پتا دریافت کیا۔ اور اپنی مسجد میں آپکو لے گئی۔ پھر یہاں تک وہ گرویدہ ہوئی کہ آپکو اپنا متبنّیٰ بنا کر مسجد بیگم شاہی کی تولیّت بھی آپ کے سپرد کر دی۔

عارف باللہ مولانا غلام قادر بھیروی قدس سرہٗ کی ناچیز نے زیارت کی ہے۔ آپ

Marfat.com

بہت بڑے عالم ربانی تھے۔ طبیعت میں بے حد جلال تھا۔ مدرسہ نعمانیہ لاہور اور اورینٹل کالج لاہور میں تدریسی خدمات سرانجام دے چکے تھے اور صاحب تصانیف بھی تھے۔ اسلام کی گیارہ کتابیں۔ نماز حضوری، ختمات خواجگان۔ شمس الضحیٰ وغیرہ آپ نے اپنی یادگاریں چھوڑیں۔

حضرت مولانا صاحب شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید باصفا اور خلیفہ خاص تھے۔ آپ کو لاہور کا قطب سمجھا جاتا تھا۔ آپ اگرچہ سلسلہ چشتیہ نظامیہ فخریہ میں بیعت تھے۔ مگر حضرت غوث الثقلین شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی سے نسبت اویسی ہونے کے باعث آپکے اعمال و اشغال پر قادریت کا غلبہ تھا۔

خلفاء:۔ مولانا مرحوم کے کئی خلفا تھے مگر صرف تین کے نام معلوم ہو سکے۔ اور وہ یہ ہیں۔(۱) حاجی الٰہی بخش (۲) خلیفہ محمد اکرم (۳) مولوی شہاب الدین۔ اوّل الذکر دونوں مسجد بیگم شاہی میں اپنے شیخ کے قدموں میں دفن ہیں۔

وفات:۔ حضرت مولانا مغفور کا وصال ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ کو ہوا۔ مزار مبارک مسجد بیگم شاہی میں ہے۔ آپکے شاگرد رشید فاضل اجل مولانا محمد عالم آسی امرتسری نے وفات کی یہ تاریخیں لکھی ہیں۔ منبع فیضِ ربِ جلیل۔ (۱۳۲۷ھ) در خلد بریں قبلۂ من۔ (۱۳۲۷ھ) ہر سال آپ کا عرس بڑی شان سے ہوتا ہے۔

آپ کے شاگرد بھی بہت مشہور ہوئے۔ مثلاً پیر سیّد جماعت علی شاہ علی پوری مولانا محمد عالم آسی امرتسری۔ مولانا غلام حیدر پونچھی۔ مولانا مولوی مفتی غلام احمد اوّل مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور۔ اور مولوی نبی بخش حلوائی لاہوری مصنف تفسیر نبوی و دیگر کتب کثیرہ۔

Marfat.com

لاہور کے متفرق خاندانوں کے بزرگ

ان میں علماء، صالحات، خواتین اور مجذوب بھی شامل ہیں

Marfat.com

سیّد علی ہجویری الغزنوی لاہوری قدس سرہٗ

شجرہ نسب آپ کا نسب امام حسن بن علی سے اس طرح ملتا ہے۔ حضرت مخدوم علی بن سید عثمان بن سیّد عبدالرحمٰن بن سیّد عبداللہ (شجاع شاہ) بن سیّد ابوالحسن علی بن حسن بن سیّد زید بن امام حسن رضی اللہ عنہ۔

مفتی غلام سرور نے زید کے ساتھ جو لفظ شہید لکھا ہے وہ ٹھیک نہیں کیونکہ جو زید شہید مشہور ہیں وہ امام زین العابدین بن امام حسین بن علی کے فرزند تھے جنہوں نے مروانی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے خلاف ۱۲۲ھ میں خروج کیا۔ شیعیان کوفہ نے حسب معمول بے وفائی کی آپ نے فرمایا یا قوم رفضتمونی۔ یعنی اسے قوم تم نے مجھے چھوڑ دیا جب سے ان کا نام رافضی پڑا اور انکی غداری سے امام موصوف شہید ہوئے۔

سلسلۂ ارادت حضرت علی ہجویری مرید تھے شیخ ابوالفضل بن حسن کے۔ اور یہ مرید شیخ حصری کے۔ اور یہ شیخ ابوبکر شبلی کے۔ اور شیخ علی موصوف ابوالفضل کے سوا حضرت شیخ ابوالقاسم گورگانی اور ابوسعید۔ ابوالخیر اور ابوالقاسم قیشری اور دیگر مشائخ عظام سے بھی صحبت رکھتے تھے اور ان سب سے فوائد کثیرہ حاصل کئے۔

وطن حضرت ہجویری کا وطن بقول صاحب نفحات الانس (مولانا جامی) وسفینۃ الاولیا (مصنفہ شاہزادہ داراشکوہ) شہر غزنی ہے۔ اور ہجویر اور جلاب غزنی کے دو محلے ہیں۔ آپ کے والد ماجد سیّد عثمان اور والدہ مکرمہ کے مزار بھی وہیں ہیں۔ والدہ اپنے بھائی شیخ تاج الاولیا کے متصل آسودہ ہیں۔

تصانیف حضرت سیّد علی ہجویری کی تصانیف میں سے مشہور ترین کتاب کشف المحجوب

Marfat.com

ہے جس کے سبب مداح ہیں اور کسی نے اس پر نکتہ چینی اور اعتراض نہیں کیا تصوف میں یہ پہلی کتاب ہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت علی ہجویری کے پیر بھائی خواجہ حسین زنجانی یعنی مرید و خلیفہ شیخ ابوالفضل بن حسن ختلی لاہور کی قطبیت پر مامور تھے۔ جب مرشد موصوف کی طرف سے آپ (ہجویری صاحب) کو لاہور جانے کا ارشاد ہوا تو آپ نے عرض کیا کہ وہاں تو برادرم حسین زنجانی مامور ہیں۔ شیخ ابوالفضل نے فرمایا کہ آپ حسب الحکم وہاں جائیں اور رہیں۔ اس میں جو حکمت ہے اسکے پوچھنے سے کیا فائدہ (آخر ظاہر ہو جائے گی) چنانچہ آپ لاہور پہنچ گئے۔

جب مخدوم علی ہجویری حسب ایمائے مرشد لاہور پہنچے اور رات شہر کے باہر قیام کیا اور صبح اندر گئے تو دیکھا کہ شیخ حسین زنجانی کا جنازہ آرہا ہے۔ وہ اسی رات فوت ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ شریک جنازہ ہوئے اور انہیں شہر کی شرقی جانب (چاہ میراں) دفن کیا اور خود مغربی طرف جہاں آپ کا مزار پُر انوار ہے منزل گزین ہوئے۔

خواجہ حسین زنجانی ۴۳۱ھ ۱۰۳۹ء میں سلطان مسعود اوّل ناصر الدین بن سلطان محمود کے عہد میں فوت ہوئے چنانچہ خزینۃ الاصفیا کے صفحہ ۲۵۱ میں اور حدیقۃ الاولیاء صفحہ ۹۷ میں خواجہ حسین زنجانی کا سال وفات ۶۰۰ھ ۱۲۰۳ء درج ہے اور لکھا ہے کہ آپ قدمائے مشائخ لاہور سے علوم ظاہری و باطنی کے جامع اور سیادت و کرامت میں مشہور تھے خرقہ خلافت خاندانِ عالیہ جنیدیہ سے حاصل کیا تھا۔ سید یعقوب صدر دیوان زنجانی کے ہمراہ زنجان سے لاہور میں آئے تھے اور خلق کثیر آپکے حلقہِ ارادت میں داخل ہوئی تھی۔ چنانچہ تاریخی شعر یہ لکھے ہیں۔

شیخِ دیں مہر زندۂ آفاق — پیر واقف حسین زنجانی
جستم از دل چو سالِ ترحیلش — گفت وہ عارف حسین زنجانی ۶۰۰ھ

یہ بیان پہلے بیان سے کہ خواجہ حسین زنجانی حضرت علی ہجویری سے پہلے لاہور میں وارد ہوئے اور جس دن یہ یہاں تشریف لائے آپ واصل بحق ہو گئے قرین صحت ہے

Marfat.com

دونوں بیانوں میں ۱۶۹ برس کا فرق ہے۔

کتاب تحقیقات چشتی کے مؤلف نے صفحہ ۶۲۵ میں خواجہ صاحب موصوف کا ہمراہ صدر دیوان ۹۹۷ھ میں آنا لکھا ہے اور صفحہ ۶۳۶ میں تاریخ وفات ۱۰۴۰ھ دی ہے۔ مگر صفحہ ۲۳۸ میں سال ورود ۹۵۷ھ درج ہے۔ اور مزار چاہ میراں میں ہونے کا سال ۹۸۷ھ مرقوم ہے اور وفات کا ۱۰۳۹ھ / ۱۰۴۳ھ جو غلط ہے۔

افسوس ہے کہ بعض دفعہ یہ صاحبان لکھنے کے وقت تاریخوں کا خیال نہیں رکھتے اور معاملہ کو مشکوک کر دیتے ہیں۔

لاہور میں قیام

سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ جب حضرت علی ہجویری لاہور میں قیام فرما ہوئے اور ایک مسجد اپنے مقام خانقاہ پر تعمیر کی اور اس مسجد کے محراب کی بنیاد دوسری مسجدوں کی نسبت مائل بہ جنوب تھی۔ علمائے لاہور نے جو اُس وقت موجود تھے اس پر اعتراض کیا۔ لیکن آپ خاموش رہے۔ جب مسجد تعمیر ہو گئی تو آپ نے سب عالموں کو جمع کیا اور خود امام بن کر نماز پڑھائی۔ فارغ ہو کر حاضرین سے فرمایا کہ دیکھو کہ بیت اللہ کس طرف ہے۔ اسی وقت درمیان سے حجاب اُٹھ گئے اور کعبہ مسجد کی سیدھ میں نمودار ہو گیا اور تمام حاضرین نے دیکھ لیا۔ اور آپکی قبر مبارک بھی مسجد کے مطابق ہے۔

مزار: ۔ حضرت علی ہجویری کے مزار پر پہلے گنبد نہ تھا۔ ۱۲۷۸ھ میں حاجی نور محمد فقیر اسکی تعمیر کی طرف متوجہ ہوا۔ اور مسجد قدیم بھی گلزار شاہ فقیر کی نیک کوشش سے تعمیر ہوئی۔

شیخ علی ہجویری کا مزار پُر انوار متبرک اور فیض بخش اور مرجع خلائق ہے۔ زمانہ سلف اور حال میں خلق خدا اس خاکِ پاک سے دینی اور دنیوی فوائد حاصل کرتی چلی آئی ہے۔ چنانچہ خواجہ بزرگ حضرت معین الدین حسن سنجری قطب الہند اور خواجہ فرید الدین گنج شکر وغیرہ قدس اسرارہم اور اولیائے کبار اور مشائخ نامدار نے اس مزار گوہر بار سے فوائد عظیم پائے اور مدت

Marfat.com

تک اس جگہ خلوت گزین رہے۔ اب تک خواجہ بزرگ کا مقامِ خلوت حریم مزار کے اندر اور مکانِ (چلہ) حضرت فریدالدین خانقاہِ عالی جاہ کے باہر ہے۔

خواجہ بزرگ معین الدین اجمیری نے حصول مقاصد اور خلعت قطبیت ہند کے حصول کے بعد حضرت شیخ کے مزار گوہر بار سے رخصت حاصل کی اور وقت روانگی مرقد مقدس کے روبرو کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھا ؎

گنج بخشِ فیض عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما

اس دن سے آپ کا نام نامی علی مخدوم سخی گنج بخش، ہجویری مشہور ہوا۔

وفات سفینۃ الاولیاء کے مؤلف (دارا شکوہ) کے قول کے مطابق حضرت داتا گنج بخش ہجویری ۴۶۶ھ میں فوت ہوئے اور نفحات الانس اور اخبار الاخیار میں باقوال معتبر آپ کا سال وفات ۴۶۵ھ۔ اور مزار کی چار دیواری کے اندر بھی اندرونی دروازہ پر قطعہ تاریخ کہ جس کا حاصل ۴۶۵ھ ہے تحریر ہے اور مزار حضرت علی گنج بخش لاہور کے باہر جانبِ غرب واقع ہے اور خلقت انبوہ در انبوہ جمعہ کے دن مزار کی زیارت سے مشرف ہوتی ہے اور مشہور ہے کہ جو کوئی چالیس جمعہ کی راتیں یا چالیس دن متواتر آپ کے روضۂ منورہ کی زیارت کرے اسکی جو حاجت ہو گی پوری ہو جائے گی۔

مثنوی

از مفتی غلام سرور صاحب مرحوم

علی غزنوی آں شاہ ہجویر ۔۔۔ سراپا نور روشن ماہ ہجویر
سفر چوں کرد زیں دُنیائے فانی ۔۔۔ شدہ خالد بخلدِ جاودانی
عیاں تاریخ او چوں ماہ گفتم ۔۔۔ "علی ہجویری علی جاہ" گفتم
وصالِ آں شہِ مسعود اسعد ۔۔۔ "علی سید ولی ہجویری" ۴۶۴ھ آمد

Marfat.com

چو دل سالِ وصالِ آں ولی گفت   بسرور "پارسا کامل علی" گفت
١٢٦٤ھ

بسالِ رحلتِ آں عارفِ حق   عیاں گردید "حق بیں واقفِ حق"
١٢٦٤ھ

چو آں شاہِ جہاں اندر جناں شد   ز سرور سال وے "سرورِ عیاں شد"
١٢٦٤ھ

بخواں گر ہست سالِ وصل منظور   "حبیب اولیاء گنجینۂ نور"
١٢٦٤ھ

وصالِ او ز دل گر دید مفہوم   عجب تر "حق نما ہادیٔ معصوم"
١٢٦٥ھ

چو جُستم از خرد تاریخ سالش   رقم شد "کاشف دیں" انتقالش
١٢٦٥ھ

وصالِ آں شہ مرحوم و مغفور   شدہ حاصل ز "عالی قطبِ لاہور"

شود پیدا وصالِ آں گرامی   ز "ہجویری علی ہادیٔ نامی"
١٢٦٥ھ

نوشتم "شمس الدین" "گلشنِ دین"   بسالِ رحلتِ آں شاہ حق بیں
١٢٦٤ھ

بسالِ رحلتِ آں شاہ سرمد   ندائے "گوہرِ ہجویری" آمد
١٢٦٥ھ

دوبارہ "پیر لاہوری" است سالش   اگر خواہی دلا سالِ وصالش

بسالِ رحلتِ آں شاہِ اکبر   "علی مہر علی" گفت است سرور
١٢٦٥ھ

خرد چوں سالِ وصل آں علی گفت   بسرور "ماہِ دیں مہر علی" گفت
١٢٦٥ھ

بخواں "محبوبِ شہر" انتقالش   "ولی میر یقیں" گو ارتحالش
١٢٦٥ھ   ١٢٦٦ھ

بسالِ رحلتِ آں شاہِ والا   خرد "والا ولی فقیر" گفتا
١٢٦٥ھ

بسالِ رحلت آں پیر تفرید   ندا آمد ز ہاتف "اہلِ توحید"
١٢٦٦ھ

قطعۂ دوم

علی غزنوی آں شاہ ہجویری شہ اکبر   کہ بر دلہا عیاں گشتند ز واسرارِ محبوبی

سہ اقوال اند از اہل خبر در ضدِ یک دیگر   بسالِ رحلت آں شاہِ دیں سردارِ محبوبی

یکے سردار خوانش، بار دیگر سرورش سرور   سوم کن ہم رقم گنجینۂ انوارِ محبوبی
١٢٦٦ھ ١٢٦٥ھ   ١٢٦٤ھ

قطعۂ سوم

شیخ عالی علی ہجویری   پیر اعلیٰ محب عالی قدر
از تحالش "مہ ہدایت" خواں   نیز فرما "محب عالی قدر"
۴۶۵ھ   ۴۶۵ھ

قطعۂ چہارم

حضرت مخدوم ہجویری ولی   رفت چوں از عرش بر فرش بریں
از "دیانت" سال ترحیلش بجو   بار دیگر رقم "عرفان دیں"
۴۶۵ھ   ۴۶۵ھ

قطعۂ پنجم

قدر اعلیٰ بخلد عالی یافت   چوں علی پیر متقی محبوب
"نیر الدین علی" رقم کردم   رحلتش "نامور علی محبوب"
۴۶۵ھ
"کشف اجلال و شمس اجلال" است   سال ترحیل آں ولی محبوب
۴۶۵ھ   ۴۶۵ھ

قطعۂ ششم

شد بدنیا بادرج علیین   چوں علوے جہاں علیؒ ولی
گو وصالش "امیر دیں سلطاں"   نیز "میر جہاں علی ولی"
۴۶۵ھ   ۴۶۵ھ

Marfat.com

باب پنجم (۵)

لاہور کے متفرق خانوادوں کے بزرگوں کا ذکر

اس باب میں لاہور کے اُن بزرگوں یا عمایدکا ذکر ہے جو صوفیوں کے چار مشہور سلسلوں میں مذکور نہیں۔

شیخ اسماعیل محدّث و مُفسر لاہوری قدس سرہٗ

شیخ[۱] اسماعیل موصوف بخاری سادات سے ہیں۔ سلطان محمود غزنوی کے عہد میں ۳۹۵ھ ۱۰۰۴ء میں لاہور آکر سکونت پذیر ہوئے اور علوم حدیث و تفسیر کی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ تحفۃ الواصلین تالیف شیخ احمد زنجانی میں مرقوم ہے کہ واعظانِ اسلام میں سے لاہور میں سب سے پہلے جو تبلیغ دینِ حق کے لیے آئے یہی بزرگ تھے۔ ان کے وعظ سے ہزاروں کفار داخل اسلام ہوئے۔ ساری عمر تبلیغ ہی میں بسر کی۔ لفظ "مہتاب" سے تاریخ وصال ۴۴۸ھ برامد ہوتی ہے۔ (مطابق ۱۰۵۶ء)

وفات:۔ گنج تاریخ سروری میں تاریخ رحلت یہ درج ہے ؎

یافت آخر مکان بخلدِ بریں	چوں شہ دیں فقیہ اسماعیل
سال وصلش "فقیہ محبوب" است ۴۴۸ھ	نیز "پیر وجیہہ اسماعیل" ۴۴۸ھ

---

[۱] سید محمد لطیف صاحب نے ایک مولانا اسماعیل کے متعلق بتایا ہے کہ وہ عہدِ اکبر میں مفتی لاہور تھے۔

Marfat.com

آپ کا مزار شہر لاہور سے جنوب کی طرف نواح مزنگ میں ہے۔

شیخ ایاز لاہوری قدس سرہٗ

مفتی غلام سرور نے گنج تاریخ میں لکھا ہے کہ ایاز لاہور کے قدیم بزرگوں میں سے ہیں۔ سلسلہ جنیدیہ میں متوسل تھے۔ صاحب تحفۃ الواصلین نے اگرچہ ان کی تاریخ وصال دی ہے مگر کما حقہٗ حال نہیں لکھا اور جو مشہور ہے یہی ہے کہ یہ بزرگ ایاز سلطان محمود غزنوی کے محبوب اور غلام تھے۔ سلطان انکی وفاداری اور سلطان سے اسکی محبت کے بہت سے قصے مولانا روم اور جامی وغیرہ نے اپنی منظومات میں درج کئے ہیں۔
گنج تاریخ میں تاریخ وفات یہ لکھی ہے ؎

شیخ والا ایاز مہر جہاں — در صفِ اہلِ راز ہمراز است
گو وصالش "ایاز عالی قدر" — باز "عارف ایاز جاں باز" است

پھر یہی مفتی صاحب حدیقۃ الاولیا۔ طبع ثالث ۱۸۹۹ء میں جو گنج تاریخ طبع ثانی سے بارہ برس بعد طبع ہوئی ایاز لاہوری کے متعلق لکھتے ہیں۔
"یہ شخص شاہ محمود غزنوی کا غلام و محبوب تھا۔ حق جل شانہٗ نے اسکو دولت ظاہری و باطنی عطا کی تھی۔ سلطان محمود کے مرنے کے بعد جب مسعود تخت نشین ہوا تو اسکے وقت میں اسکا بیٹا مودود، جو نوجوان لڑکا تھا، پنجاب کا صوبہ قرار پایا۔ اس کا اتالیق ایاز مقرر ہو کر ہمراہ آیا۔ جب مسعود مر گیا اور اس کا بیٹا مودود تخت نشین ہوا تو مجدود نے اس کے برخلاف باغی ہو کر اپنی سلطنت علیحدہ ہندوستان میں قائم کی۔ اس واسطے مودود فوج لے کر اس پر چڑھ آیا۔ جب لاہور کا محاصرہ ہوا تو بروز عید ناگاہ مجدود بمرگِ مفاجات مر گیا۔ اور مودود نے اپنا تسلط پنجاب میں کر لیا۔ ایاز اسکے اتالیق کو ہر چند مودود نے چاہا

Marfat.com

کہ غزنی کو اس کے ہمراہ لے جائے۔ مگر اس نے منظور نہ کیا۔ اور تارک الدنیا ہو کر صحبت فقرا اختیار کی اور بزرگانِ لاہور سے فیض کامل حاصل کیا۔ اور بے انتہا دولت جو اس کے پاس تھی براہ خدا فقرا و غربا کو دے دی۔ یہ بزرگ بانی لاہور کا بھی شمار کیا جاتا ہے۔ کیونکہ جب لاہور پر سلطان محمود غزنوی نے یورش کی اور راجہ انگ پال راجہ جے پال کا بیٹا کھوڑے سے مقابلے کے بعد ہند کو بھاگ گیا۔ تو محمود کی فوج نے اس شہر کو لوٹ لیا۔ اور رعایا جس قدر تھی سب کے سب لاہور سے نکل گئے۔ شہر میں کوئی متنفس باقی نہ رہا۔ اس وقت ایاز نے سلطان سے اجازت لے کر اس شہر کو پھر آباد کیا اور رعایا کو دور دور سے طلب کر کے اس میں قیام پذیر کیا۔ آخر ۴۵۰ھ ۱۰۵۸ء میں وفات پائی اور شہر لاہور کے اندر دفن ہوئے۔

نوٹ:۔ مفتی صاحب نے گنج تاریخ میں ایاز کی تاریخ وفات ۴۳۴ھ ۱۰۴۲ء دی ہے اور یہاں ۴۵۰ھ سولہ برس کا فرق؟ بہر حال ایاز کا حضرت علی ہجویری سے پہلے لاہور میں ہونا ثابت ہے اور شیخ اسماعیل محدث کا بھی۔

ایاز کی قبر اس وقت رنگ محل ہائی سکول لاہور کے قریب ہے اس تاریخی جگہ کو محکمہ آثار قدیمہ کو اپنی نگہداشت میں لینا ضروری تھا اور پھر محکمہ اوقاف کو۔ مگر دونوں نے اسے اپنی تحویل میں نہیں لیا غالباً اس لئے کہ اس کی آمدنی خرچ کی کفیل نہیں ہو سکتی۔

ج محمد لطیف مرحوم نے تاریخ لاہور میں لکھا ہے کہ جب سلطان محمود غزنوی نے پنجاب کو فتح کر کے ۴۲۳ھ ۱۰۲۲ء میں مستقل طور پر لاہور پر قبضہ کیا تو اپنے محبوب ملازم اور مشیر ملک ایاز کو محافظ دستہ فوج کا سالار مقرر فرمایا۔ اس کی نگرانی میں یہ شہر وسعت پذیر اور آباد ہوا۔ مسلمانوں کو اب تک اعتقاد ہے کہ ایاز نے کرامت سے ایک رات میں لاہور کا قلعہ اور شہر پناہ تعمیر کر دی۔

حقیقت یہ ہے کہ اس نے راجہ انگ پال کی محمود سے شکست کے بعد شہر کو پھر آباد کیا۔ اور فوت ہو کر یہیں دفن ہوا۔ مزار ایک ۹½ × ۷½ فٹ مربع چبوترے پر پختہ خشتی ہے اس پر اچھا ڑ پڑا رہتا ہے۔ احاطہ میں ایک دروازہ سے داخل ہوتے ہیں۔ (ص ۳۲۵)

Marfat.com

حضرت سیّد احمد توختہ ترمذی لاہوری قدس سرہٗ

حضرت سید احمد موصوف مشائخ عظام اور سادات کرام میں سے ہیں۔ پہلے آپ ترمذ واقع ترکستان میں مقیم تھے جو اب خیوا کہلاتا ہے۔ پھر ایمائے ربّانی اور اشارۂ غیبی سے وطن سے روانہ ہو کر عازم ہندوستان ہوئے۔ آپ کی دو صاحبزادیاں بی بی حاج اور بی بی تاج بھی ساتھ تھیں۔

صاحبزادی کی شادی جب کیچ مکران میں پہنچے تو اپنی بڑی بیٹی بی بی حاج کی شادی شاہزادہ بہاؤ الدین محمد ولد سلطان قطب الدین محمد والیٔ کیچ مکران سے کر دی جو شیخ ابوالحسن ہکاری قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی اولادِ امجاد سے تھے۔ اس سے فارغ ہو کر سیّد موصوف لاہور محلہ چلہ بی بیبیاں میں سکونت پذیر ہوئے اور ہزاروں طالبانِ حق کو حق تک پہنچایا۔ اور خلقِ کثیر پیر روشن ضمیر سے فیض یاب دنیا و آخرت ہوئی۔ ان کے لاہور تشریف لانے کے بعد آپ کے حقیقی برادر زادہ شاہ زید بھی یہاں آ گئے اور آپ نے اپنی دوسری صاحبزادی بی بی تاج کا نکاح ان سے کر دیا اور شاہ زید کو ہندوستان کی طرف رخصت کیا۔ جہاں وہ جنگ سوانہ برہمن میں شہید ہوئے تھے اور تین کوس تن بے سر لڑتے رہے اور فتح یاب ہوئے۔ صاحبِ اذکارِ قلندری (پیر فرخ بخش) فرماتے ہیں کہ

نسب نامہ سید احمد توختہ حسینی سید ہیں۔ نسب چند واسطوں سے حضرت علی سے یوں ملتا ہے کہ سیّد احمد توختہ ترمذی بن سید علی ترمذی بن حسین ثانی بن سید حسین محمد مدنی بن سید شاہ ناصر مدنی بن سید موسےٰ بن سیّد علی بن امام علی اصغر بن امام زین العابدین بن امام حسین شہیدِ کربلا بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

خطاب توختہ کی وجہ تسمیہ توختہ خطاب ملنے کا یہ سبب ہوا کہ حضرت سید احمد کو پیر روشن ضمیر نے بلایا۔ جب آپ آئے تو پیر بزرگ کے حجرے کا

Marfat.com

دروازہ بند تھا۔ غایتِ ادب آپ نے اپنی حاضری کی اطلاع نہ کی اور آپ ساری رات دہلیزِ دروازہ پر منتظر کھڑے رہے کہ کب بلاتے ہیں۔ صبح جب حجرے کا دروازہ کھلا اور پیر صاحب نے سیّد صاحب موصوف کو اس طرح کھڑے دیکھا تو فرمایا سیّد احمد توختہ (سید احمد استادہ) اور توختہ کے معنی بزبان ترکی کھڑا ہونے اور حاضر باش کے ہیں۔ لہٰذا آپ بخطاب توختہ مشہور ہو گئے۔

تاریخ وفات حضرت سید احمد توختہ ۶۰۲ھ (مطابق ۱۲۰۵ء) میں فوت ہوئے۔ یہ سال سلطان قطب الدین ایبک کے آغازِ حکومت کا تھا) اور محلہ چلہ بیبیاں لاہور میں دفن ہوئے۔ جو اس زمانہ میں غلام محی الدین شاہ قریشی کے طویلے میں ہے۔ مورخین سلف نے آپ مادۂ تاریخ "مرشدِ پنجاب" ۶۰۲ھ سے اخذ کیا ہے اور مؤلف (غلام سرور) نے جو تاریخ کہی ہے وہ درج ذیل ہے۔

شد بہ بزم احمدی چوں زیں سرا | سیّدِ احمد شہِ برناؤ پیر
"پیر ہادی میر عالی جاہ" ۶۰۲ھ گو | رحلتش "سیّد ولی میر کبیر"
"ماہتاب دینِ احمد" کُن رقم | "آفتاب حُسن" اے روشن ضمیر
"ماہ روشن" ۶۰۲ھ یا "ولی روشن" ۶۰۲ھ است | باز "شاہِ نامدار" ۶۰۲ھ اے دستگیر
ہم "زہے شمع یقین" ۶۰۲ھ شد جلوہ گر | از خرد تاریخ آں ماہِ منیر
"سیدِ احمد حبیب جنت" ۶۰۲ھ است | "ہادی بے مثل" ۶۰۲ھ سالش بے نظیر

(خزینۃ الاصفیا صـ۲۵۲ گنج تاریخ صـ۱۲۲) حدیقۃ الاولیا صـ۹۷ میں مرقوم ہے کہ حضرت سیّد احمد توختہ کی شرافت و ولایت و کرامت موروثی تھی اور توسل خاندان جنیدیہ سے تھا اور مزار گوہر بار اندرون شہر لاہور محلہ چلہ بیبیاں طویلہ حضرت غلام محی الدین کے زیارت گاہ خلق ہے۔ سید صاحب کی صاحبزادیوں کے متعلق لکھا ہے کہ بی بی حاج و تاج تو بیاہی گئیں اور باقی چار بی بی حورہ۔ بی بی نور۔ بی بی گوہر اور بی بی شاہباز جو نہایت عابدہ۔

Marfat.com

اور رابعہ عصر تھیں نا کتخدا رہیں۔

(نوٹ) مفتی غلام سرور مرحوم نے اپنی ہر سہ کتب مُولہ بالا میں محلّے کا نام وہی "چہل بیبیاں" لکھا ہے جو عوام میں غلط مشہور ہے۔ پیر فرخ بخش نے اذکار قلندری میں واضح کیا ہے کہ محلّے کا نام چلّہ بیبیاں موصوفہ کے چلہ خانہ کی وجہ سے ہے جو محلّے میں موجود ہے اور جوار مکان خواجہ سعید احمد بی اے سے ملحق ہے اور اب تک متبرک اور زیارت گاہ مقابل مزار حضرت توختہ مسکن ناحی کے سامنے جانب جنوب ہے میں نے اندرابی صاحب کو جو لاہور میونسپل کمیٹی کے ممبر تھے اذکار قلندری دکھا کر محلّے کے نام کا بورڈ صحیح کروا دیا تھا مگر اب تک بعض لوگ چہل بیبیاں ہی گاتے جاتے ہیں۔

مثل ہے کہ جو جھوٹ مشہور ہو جائے وہ مٹائے نہیں مٹتا جیسا کہ وضعی قصّے جو کثرت بیان سے صحیح تسلیم کر لئے گئے ہیں۔

بیبیاں پاک دامن کی نسبت غلط بیانی کی تصحیح

یہ مذکور ہو چکا کہ بی بی حاج، بی بی تاج، بی بی نور، بی بی حور، بی بی گوہر، بی بی شاہباز حضرت سیّد احمد توختہ ترمذی کی صاحبزادیاں تھیں۔ انکے مزارات کے مجاوروں نے جو مشہور کر رکھا تھا کہ یہ بیبیاں حضرت عقیل حضرت علی کے بھائی کی بیٹیاں مقیم دمشق (دارالسلطنت یزید) تھیں۔ اور یہ سن کر کہ امام حسین کوفہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ اُن سے ملنے روانہ ہوئیں مگر جب سُنا کہ وہ کربلا میں شہید ہو گئے ہیں تو واپس دمشق نہ گئیں (حالانکہ امام موصوف کے اہل و عیال دمشق روانہ ہو چکے تھے) اور لاہور پہنچ گئیں (جہاں ہندوؤں کا راج تھا اور غالباً ایک بھی مسلمان یہاں نہ تھا۔ مسلمانوں کا دخل و تصرف تو سلطان محمود غازی کی فتوحات کے بعد ہوا) ان کا آنا یہاں کے ہندو راجہ کو ناگوار ہوا اس نے انہیں لاہور سے چلا جانے کا حکم دیا اور اسکے نہ ماننے پر فوج بھیجی اور یہ اُس سے بچنے کے لئے دعا مانگ کر زمین میں سما

Marfat.com

اور نامحرموں کی دست بُرد سے بچ گئیں۔ خیال کریں کہ ان بیبیوں کے لاہور آنے کا کیا فائدہ ہُوا۔

ان بیبیوں کے نام بتا رہے ہیں کہ یہ اُس زمانے میں عربوں کی عورتوں کے نام نہ تھے اور گوہر و شہبانہ تو خالص فارسی لفظ ہیں۔ اور طرفہ تر بات یہ ہے کہ یہ نام نہ حضرت عقیل رضؓ کی بیٹیوں کے کہیں لکھے ہیں اور نہ ہی اُن کے بھائیوں (حضرت جعفر طیار اور حضرت علی رضؓ) کی صاحبزادیوں کے۔

انہی حقائق کے پیشِ نظر مفتی غلام سرور مرحوم نے حدیقۃ الاولیا کے صفحہ ۱۳۱ میں لکھا کہ "یہ عام روایت لوگوں کی زبانی ہے اور کتاب تحفۃ الواصلین میں بھی یہی مضمون لکھا دیکھا ہے مگر قیاس نہیں چاہتا کہ واقعۂ کربلا کے وقت یہ عرب سے ہند میں آئی ہوں مگر ان حضرات کی بزرگی و پُرفیض ہونے میں شک نہیں کہ مکان نہایت متبرک ہے اور کتاب تذکرہ حمیدیہ میں جو مضمون مولف کی نظر میں گزرا ہے اُس کا لکھنا لُطف سے خالی نہیں۔ اگرچہ کتاب خزینۃ الاصفیا مولفہ بندہ میں درج نہیں ہے۔ وہ یہ ہے کہ سید احمد توختہ ترمذی جو لاہور کے بزرگوں میں سے قطب یگانہ و غوث زمانہ تھے ان کی پانچ لڑکیاں بی بی حاج و بی بی تاج، بی بی نور و بی بی حُور، بی بی گوہر، بی بی شہبانہ تھیں۔ اور پانچوں عابدہ و زاہدہ و صاحب عبادت و ریاضت تھیں جب چنگیز خاں مغل سے شہزادہ جلال الدین خوارزمی نے شکست کھائی اور ہند میں بھاگ آیا تو چنگیز خاں کی فوج اس کے تعاقب میں پنجاب میں داخل ہوئی۔ تمام ملک پنجاب انہوں نے غارت کر لیا تھا۔ شہر لاہور کے لوگ دو مہینے تک ان کے ساتھ لڑتے رہے۔ جب شہر فتح ہُوا تو افسر فوج نے حکم دیا کہ شہر کے لوگ سب کے سب قتل ہوں بلکہ کوئی ذی جان حیوان بھی جان بر نہ ہو۔ چنانچہ ہزاروں انسان و حیوان قتل ہوئے۔ اُس وقت یہ پانچوں بیبیاں شہر کے باہر اپنے صومعہ میں جہاں ان کا باپ رہتا تھا موجود تھیں جب مخالفین نے اُن کو قتل و غارت کرنا چاہا تو انہوں نے دُعا کی کہ الٰہی ہم کو پیوند زمین کر دے۔

Marfat.com

اور نامحرموں کی صورت نہ دکھلا۔ چنانچہ دعا قبول ہوئی اور زمین نے انکو اپنے آپ میں چھپالیا۔ جب مخالفین دیوار توڑ کر مکان میں گھسے کوئی ذی جان موجود نہ پایا۔ البتہ زنانے کپڑوں کے کنارے زمین کے باہر نظر آئے۔ چند آدمی یہ کرامت دیکھ کر مشرف باسلام ہوئے اور انہوں نے مجاوری اِس مزارِ گوہر بار کی اختیار کرلی یہ تقریر جو مشہور نہیں ہے۔ شاید کوئی اس پر یقین نہ کرے گا۔ مگر عجب نہیں ہے کہ ایسا ہوا ہو۔ اور واقعہ غارت و قتل لاہور کا ۶۱۴ھ (مطابق ۱۲۱۷ء) واقع ہوا تھا۔ اور سید احمد توختہ کی وفات ۶۰۲ھ (مطابق ۱۲۰۵ء) میں ہوئی تھی۔

سیّد یعقوب صدر دیوان زنجانی لاہوری قدس سرہٗ

سید یعقوب موصوف لاہور کے بڑے مشائخ اور اولیائے کبار سے علوم ظاہری اور باطنی کے جامع اور شرافت و نجابت و سیادت میں نامدارِ وقت اور سلسلۂ عالیہ جنیدیہ میں صاحب حال و قال شیخ تھے۔

نسب:- آپکے والد سیّد علی صحیح النسب حسینی سیّد تھے۔ نسب شریف سولہ پشت کے واسطہ سے امام موسٰے کاظم (متوفی ۱۸۶ھ) سے ملتا ہے۔ اشارۂ غیبی سے ۵۳۵ھ (مطابق ۱۱۴۰ء) میں ترکستان سے ہندوستان تشریف لائے اور لاہور میں سکونت اختیار کی۔ یہاں آپکی بزرگی کا چرچا ہوا اور بہت سی کرامات اور خرقِ عادات کے اظہار سے لاہور کے علماء و شرفا آپ کی بزرگی اور شرافت کے معتقد ہوئے۔ ان دنوں بہرام شاہ بن مسعود شاہ ثالث بن ابراہیم شاہ غزنوی کی طرف سے مسمّی طغرل پنجاب کا فرمانروا لاہور میں تھا۔ وہ آپکا معتقد ہوا تو خلقِ کثیر آپکے حلقۂ ارادت میں آئی اور خطۂ پنجاب میں آپ نے قبولِ عظیم حاصل کیا۔

خواجہ اجمیر سے ملاقات:- اسی زمانے میں حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری

Marfat.com

لاہور تشریف لائے اور مخدوم علی ہجویری کے مزار کو ہر بار پر اعتکاف کیا۔ ان کا سید یعقوب زنجانی سے رابطۂ محبت پیدا ہوا چنانچہ اب تک انکے مزار کے متصل خواجہؒ اجمیری کا مقام نشستگاہ زیارت گاہِ خلق ہے۔

وفات ۔ حضرت زنجانی کی وفات ۶۰۱ھ میں ۱۶ رجب کو (مطابق ۶ فروری ۱۲۰۵ء) واقع ہوئی (یعنی خواجہ اجمیری کی رحلت سے ۲۸ برس پیشتر) لہٰذا یہ بیانِ سابقہ غلط معلوم ہوتا ہے۔

از مفتی صاحب مرحوم :-

چو زنجانی ازیں دنیا سفر کرد　　　به جذبِ ایزدی گردید مجذوب
"شہِ مقبولِ زنجانی" رقم شد　　　وصالِ آں شہِ دیں شیخ مطلوب
۶۰۱ھ
بگو "مسعود مہدی صدرِ دیواں"　　　دگر بارہ "مقدس پیر یعقوب"
۶۰۱ھ　　　۶۰۱ھ

مزار پُرانوار زنانہ میو ہسپتال کے متصل زیارت گاہِ خلق ہے۔

سید شیخ عزیز الدین مکی ثم لاہوری قدس سرہٗ

شیخ مکی موصوف سادات عظام، علمائے کبری اور اولیائے کرام سے اہلِ شریعت و طریقت ہیں حسب بیان رسالہ تحفۃ الواصلین آپ دراصل بغدادی ہیں سلسلۂ طریقت چند واسطے سے سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہٗ سے ملحق ہے۔ پہلے بغداد سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور وہاں بارہ برس مقیم رہ کر بیت اللہ کے پاس حالتِ اعتکاف میں گزارے اور خطاب پیر مکی سے مشہور ہوئے پھر ایمائے ربانی سے عازم ہندوستان ہوئے اور ۵۷۴ھ (مطابق ۱۱۷۸ء) میں کہ سلطان شہاب الدین غوری نے لاہور کا محاصرہ کر رکھا تھا یہاں وارد ہوئے۔ اس محاصرہ سے خسرو ملک بن ظہیر الدولہ خسرو شاہ جو سلطان غزنوی

Marfat.com

کی اولاد سے لاہور کا فرمانروا تھا بہت تنگ ہوا۔ اور پیر مکی کے پاس دعا کے لئے حاضر ہو کر عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ چھ سال تک تجھے حق کی طرف سے امان ہے پھر یہاں غوری بادشاہوں کا قبضہ ہو جائے گا۔ پس اُس برس سلطان شہاب الدین بے نیلِ مرام لاہور سے واپس چلا گیا۔ پھر ۵۸۰ھ میں سیالکوٹ کے راستے عازم لاہور ہوا۔ اُس نے پہلے قلعہ سیالکوٹ تعمیر کیا اور پھر لاہور کا محاصرہ۔ اب اسے فتح حاصل ہوئی۔ اور غزنوی کی حکومت جاتی رہی۔

حضرت پیر مکی لاہور میں چھتیس ۳۶ سال درس و تدریس اور تلقین میں مشغول رہے۔ اور خلق کثیر کو واصل بحق کیا۔ پھر ۵ ۱۲۱ ۶۱۲ھ میں راہگرائے عالم جاودانی ہوئے۔

تاریخ وفات از مفتی صاحب مرحوم ؎

شہ دین و شیخ زمن پیر مکی	ز دنیا چو شد در بہشتِ معلّےٰ
بخواں نیز "پیر حسن پیر مکی" ۶۱۲ھ	وصالش بگو "آفتاب حسین" ۶۱۲ھ

پیر مکی کا مزار بھاٹی دروازہ سے آگے راوی روڈ پر واقع ہے۔ عرس ۱۰۔۱۱ ربیع الاوّل کو ہوتا ہے اس کے متولی صوفی اللہ دتہ خان میرے ساتھ انجمن تحفظ اوقاف اسلامیہ کے نائب سیکرٹری مقرر ہو کر کام کرتے تھے۔ افسوس وہ فوت ہو گئے۔ ان کا نابالغ لڑکا انکی جگہ متولی و سجادہ نشین مقرر کیا گیا جو اپنی والدہ سمیت مزار پر ہی رہتا ہے۔

یہ عجب مضحکہ خیز بات ہے کہ لوگ پیر مکی کو غلہ کی پسند سمجھ کر یہ غلہ بھنا کر چڑھاوا چڑھاتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ پیر موصوف مکہ کی نسبت سے مکی کہلاتے ہیں۔

حضرت سید مٹھہ لاہوری قدس سرہٗ

اصل نام اور وطن

حضرت سید مٹھہ موصوف کا اصل نام سید ابی غفار (عبد الغفار) حسینی ہے۔ آپ بڑے بزرگ سید اور شیخ ہوئے ہیں۔ آپکے

آبائے کرام خوارزم میں تشریف رکھتے تھے۔ جب اس شہر پر چنگیز خان مغل نے قتل و غارت کے لئے حملہ کیا تو سیّد موصوف کے والد سیّد جمال الدین وہاں سے نکل کر ہندوستان کی طرف آئے اور لاہور میں سکونت اختیار کی اور لوگوں میں قبولیت حاصل کی۔ اہل لاہور جوق در جوق حاضر خدمت ہو کر مشرف بہ ارادت ہوئے۔ جب وہ فوت ہو گئے تو سیّد مٹھہ انکے قائم مقام بنے۔ چونکہ یہ بڑے خلیق اور شیریں زبان تھے اسلئے سید مٹھہ مشہور ہوئے۔

شجرۂ نسب آپکی نسبت آبائی چند واسطوں سے امام حسین تک پہنچتی ہے۔ یعنی سیّد مٹھہ بن جمال الدین بن سید محمد بن کریم الدین بن نورالدین بن سیّد آدم بن سید علی جعفر بن سید محمد بن سیّد یوسف بن سید محمود بن سیّد احمد بن سیّد عبداللہ اشقری بن جعفر بن محمد الجواد بن علی رضا بن امام موسےٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن محمد باقر بن سیّد علی امام زین العابدین۔ بن امام حسین۔ بن حضرت علی۔

میں نے سیّد غضنفر علی صاحب ساکن شاہجہان روڈ کے شجرے میں جعفر بن جواد بن موسےٰ بن مبرقع لکھا دیکھا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

وفات:۔ حضرت سیّد مٹھہ ۶۶۱ھ (مطابق ۱۲۶۳ء) میں سلطان غیاث الدین بلبن، خاندان غلاماں کے نہم بادشاہ کی تخت نشینی سے ایک سال پیشتر سلطان ناصرالدین محمود شاہ اوّل کے عہد میں فوت ہوئے۔ آپ کا مزار لاہور میں بہت مشہور ہے۔ بلکہ اس بازار کا نام بھی سیّد مٹھہ بازار ہے۔ جہاں مزار واقع ہے یہ بازار لاہور اسٹیشن سے دہلی دروازہ کے اندر سے جامع شاہی مسجد کو جاتے ہوئے راہ میں مسجد وزیر خاں اور سنہری مسجد ڈبی بازار سے گذرتے ہوئے پانی والے تالاب سے بھی آگے بڑھتے چلے جائیں تو نو گزے کی قبر سے ادھر بائیں ہاتھ جو بازار تپ دق کے ہسپتال سے شروع ہوتا ہے۔ اُس سے کچھ آگے بازار سے دائیں طرف واقع ہے۔

Marfat.com

تاریخ از مفتی صاحب مرحوم ؎

سید مٹھہ ولیٔ باصفا | آنکہ شیریں بود نزدِ خاص و عام
ہست سالِ ارتحال آں جناب | "صاحبِ نعمت" دگر "و شیریں کلام"
۶۶۱ھ ۶۶۱ھ

پیر شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام پیر سراج الدین ہے۔ وطن بخارا۔ آپ ۷۲۳ھ ۱۳۲۳ء کے قریب لاہور تشریف لائے یعنی عہد سلطان محمد تغلق ہیں جو اپنے وقت کا بڑا فصیح البیان اور پختہ کار بادشاہ تھا۔ اسکے عربی اور فارسی ہیں مکتوبات ابتک سیاسی خط و کتابت کا بہترین نمونہ خیال کئے جاتے ہیں۔ سراج الدین موصوف کو ملتان کے وائسرائے نے ایک دفعہ ملکی معاملات کے سلسلہ میں لاہوری دربار میں بھیجا تھا۔ شہنشاہ مذکور آپکی قابلیت اور علم کا بڑا گرویدہ ہوا اور آپکو لاہور کا قاضی مقرر کرنا چاہا مگر آپ نے یہ عہدہ اپنی آزادہ روی کے خلاف دیکھ کر منظور نہ کیا۔ اس پر محمد تغلق ناراض ہوگیا۔ پھر آپ دنیوی امور سے کنارہ کش ہوگئے اور گوشۂ تنہائی اختیار کرلیا اور اپنے گھر ہی میں فوت اور دفن ہوئے۔

پیر شیرازی کا مزار علاقہ چوٹی موری میں واقع اور خلقت کی واجب التعظیم قدیم زیارت گاہ ہے (تاریخ لاہور صفحہ ۲۲۶)

سیّد اسحاق گازرونی لاہوری المشہور بہ میراں بادشاہ قدس سرہٗ

سید اسحاق گازرونی بڑے بلند مقامات اور کرامت والے بزرگ حسینی سید ہیں اپنے وقت کے شیخ المشائخ، قطب الاولیا تھے اور شیخ اوحد الدین اصفہانی کے مرید

Marfat.com

تھے۔ اصل وطن شہر گازرون تھا۔ پھر اشارۂ غیبی سے عازم لاہور ہوئے۔ بہت عرصہ خلقت کی ہدایت میں مصروف رہے اور آپ سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں۔ علمائے کرام اور سادات عظام آپ کے حلقۂ ارادت میں اور دینی اور دنیوی امور میں ان کی مدد سے کامیاب ہوئے۔

رسالہ تحفۃ الواصلین میں لکھا ہے کہ آپ نے طویل عمر پائی اور جو شخص آپکی خدمت میں حاضر ہوتا، ہدایت یاب ہوتا۔

بدگو کے حق میں دعائے خیر

ایک دن لاہور کا ایک رئیس حاضر خدمت ہوا اور آپ اسکی طرف متوجہ نہ ہوئے تو وہ برہم ہوا اور بدگوئی شروع کر دی۔ شیخ کے مزاج میں یہ دشنام سن کر کچھ تغیر نہ آیا آخر حاضرین مجلس نے عرض کیا کہ اس شخص نے آپ کی اتنی بے ادبی کی ہے اور اپنے اعمال کی سزا نہیں پائی۔ للہذا آپ اسکے حق میں بددعا کریں تاکہ وہ سبّ و شتم کا خمیازہ اٹھائے۔ حضرت شیخ نے آسمان کی طرف منہ کر کے چند کلمات زیرِ لب فرمائے تو وہ بے ادب اُسی وقت زمین پر گر کر بے ہوش ہوا اور دو ساعت اسی حالت میں پڑا رہا۔ ہوش آیا تو آپ کے قدموں میں سر رکھ دیا اور مرید بن گیا۔ شیخ نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ میں نے اس شخص کے حق میں نیک دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے چشم بینا عطا فرما دی اور اس پر عالم ملکوت ظاہر ہو گیا اور اس نے مجھے پہچان لیا۔ یہ کام نیک دعا کرنے سے ہوا اور اسکی اصلاح ہو گئی۔ اگر میں بددعا کرتا اور اس کی حالت بگڑ جاتی تو کیسی بُری بات تھی۔

صاحب تحفۃ الواصلین کے قول کے مطابق سید اسحاق ۷۸۶ھ میں فوت ہوئے متقدمین مورخوں نے سالِ وفات "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سے نکالا ہے۔ چنانچہ رسالہ مذکورہ میں یہ قطعہ
۷۸۶ھ
درج ہے۔؎

سیدِ اسحاق ولیٔ کریم ... گشت چوں زیں دہر بجنت مقیم

سالِ وصال عجب آمد نزول　　　بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آپ کو وفات کے بعد دہلی دروازہ کے متصل گزر رڑہ تیلیاں میں دفن کیا گیا جہاں اب بھی آپ کا مزار پُرانوار زیارت گاہ خلق ہے اور مرزا لعل بیگ صاحب ثمرات المقدس آپکے ذکر میں رقم طراز ہیں کہ سید اسحاق کی وفات کے بعد آپکے مرقد پر درخت پیارا اُگا یہ نہال بہار و خزاں میں ہمیشہ سرسبز رہتا ہے یہ ہندوستان کی دواؤں میں شامل ہے آپ پیر سید اسحاق سبز اسی وجہ سے مشہور ہوئے کہ یہ درخت آپکے مزار پر چھا گیا تھا۔ اسکے پتے تبرکاً لوگ امراض کی شفا کے لئے کھاتے اور تندرست ہو جاتے تھے۔ ایک مدت اسی طور گزر گئی۔ پھر ایک دولتمند شخص نے اس متبرک مزار کے پاس اپنی حویلی تعمیر کر لی اور مزار کو بھی اس میں شامل کر لیا اور اس کے لئے ایک حجرہ الگ کر دیا۔ اس لئے ابر و دھوپ کی بندش سے یہ درخت خشک ہو گیا۔ آخر ۱۰۴۳ھ میں جبکہ شاہجہان کا عہد تھا نواب وزیر خاں حاکم لاہور نے اس جگہ جامع مسجد کی بنیاد رکھی اور سید اسحاق کی قبر کو صحن مسجد میں رکھ کر عمارت مکمل کی جو کہ بنام مسجد وزیر خاں موجود ہے۔ اور تاریخ اسکی "بانیٔ مسجد وزیر خاں" سے ۱۰۴۴ھ برآمد ہوتی ہے۔

تاریخ وفات از مفتی صاحب مرحوم ؎

سید اسحاق مردِ طاق نورِ ذوالجلال　　　وصل شد باخلد و ترک از مردم آفاق گفت

"اہل رفعت" ہاتفم زد بہرِ تاریخش ندا　　　ہم دگر "و نور الٰہی شاہ بو اسحاق" گفت

۷۸۶ھ　　　۷۸۶ھ

قطعہ ثانی

سیدِ اسحاق شاہِ باکمال　　　شد چو از دنیا بہ جنت جست راہ

سالِ ترحیلش ز سرور شد عیاں　　　"سیدِ محمود میراں بادشاہ"

گویا یہ مزار تعمیر مسجد وزیر خاں سے اڑھائی سو برس پہلے کا خلجی بادشاہ فیروز ثالث کے عہد کی یادگار ہے۔

Marfat.com

سیّد عبدالخالق بن سیّد عبدالواسع قدس سرّہٗ

تاریخ لاہور (انگریزی) کے صفحہ ۹۵ میں مسطور ہے کہ سیّد صاحب موصوف نے سکندر لودھی کے عہد میں آکر ایک محلہ آباد کیا جو محلہ سید سر (حوضِ سید) کے نام سے اسلئے مشہور ہوا کہ اسکے حوض کا پانی پھوڑے پھنسیوں کے اندمال کے لئے اکسیر تھا۔ وہ حوض تو اب موجود نہیں لیکن اس کی مٹی مائیں بچوں کے زخموں پر لگاتی اور انہیں مندمل پاتی ہیں۔

سیّد عبدالخالق مرحوم نے اس محلہ میں دینیات کا مدرسہ جاری کیا تھا۔ یہ محلہ گڑھی شاہو کے قریب اُس سڑک پر واقع تھا جو میاں میر کو جاتی ہے۔ اس محلے کو لوٹنے کا ارادہ کئی بار قزاقوں نے کیا مگر سیّد انہیں دے دلا کر واپس کر دیتے۔ آخر بھنگی سکھوں نے اس بہانہ سے کہ یہاں گائیں ذبح ہوتی ہیں اسے لوٹا اور برباد کر دیا۔ اس جگہ کے بسنے والے کچھ تو موضع جھنگیں جا آباد ہوئے۔ کچھ لاہور شہر کے اندر جا بسے اور کچھ مختلف مواضعات میں منتشر ہو گئے۔

بدرالدین شاہ عالم قدس سرّہٗ

آپ بخاری سیّد تھے آپ کی وفات شاہجہان کے عہدِ حکومت میں ہوئی۔ آپکا مقبرہ نواب سعد اللہ خان وزیر شاہجہان نے تعمیر کیا۔ اسکے گرد ایک بڑا باغ تھا جو اب ناپید ہے۔ اور بڑا کنواں کچہری تحصیل لاہور کے احاطہ میں شامل کر لیا گیا ہے۔

جب راجہ سوچیت سنگھ نے مقبرہ کے پاس اپنی حویلی تعمیر کرنا شروع کی تو اس مقبرے کی تمام زمین اپنے تصرف میں لے آیا۔

یہ مقبرہ سبز گنبد کہلاتا ہے۔ اس پر کاشی کا کام ہوا ہے۔ بیرونی دیواروں پر قرآنی

Marfat.com

آیات لکھی ہوئی ہیں۔ یہ قلعہ لاہور کے مقابل اُس سڑک کے جنوب میں واقع ہے جو ٹکسالی دروازہ سے ڈبی بازار کو جاتی ہے اور تحصیل لاہور کی کچہری سے شمال کی طرف۔ (ج محمد لطیف ص ۲۲۸)

سیّد ابوتراب المعروف بہ شاہ گدا حسینی قادری شطاری لاہوری قدس سرہٗ

سیّد ابوتراب موصوف حسینی سیّد ہیں۔ متوطن شیراز۔ طلب حق کے لیے ہندوستان کا رُخ کیا۔ گجرات پہنچے۔ شیخ وجیہہ الدین گجراتی کے مرید ہوئے۔ انکی وفات کے بعد لاہور تشریف لائے اور یہیں آباد ہو گئے۔

شجرۂ نسب سیّد ابوتراب بن سیّد نجیب الدین بن سیّد شمس الدین بن اسد الدین بن زین الدین المشہور بہ زین العابدین بن یونس بن عبدالوہاب بن عبدالہادی بن ابوالبرکات بن انور علی بن عبداللطیف بن محمد شریف بن ابوالمظفر بن عبدالباقی بن ابوالحسن بن عبدالعزیز شیرازی بن سیّد عبداللہ بن محمد امین بن قدرت اللہ بن سیّد موسےٰ بن مسعود بن صادق بن احمد بن سیّد باقر بن حسن بن زید بن جعفر بن محمود بن ہارون بن امام موسےٰ کاظم بن امام جعفر صادق علیہم الرحمۃ۔

شجرہ شطاریہ سیّد ابوتراب مرید شیخ وجیہہ الدین گجراتی۔ یہ مرید سید محمد غوث گوالیاری۔ یہ مرید شاہ حمید۔ یہ مرید شاہ قاذن۔ یہ مرید شیخ عبداللہ شطاری۔

شجرہ قادری سیّد ابوتراب، شیخ وجیہہ الدین گجراتی کے مرید۔ یہ سیّد محمد غوث گوالیاری کے، یہ شیخ طیفور حاجی کے۔ یہ شیخ ابوالفتح المخاطب کے یہ شیخ ہدایت اللہ سرمست کے۔ یہ شیخ عبدالوہاب کے۔ یہ مرید شیخ عبدالرؤف کے۔ یہ شیخ محمود کے۔ یہ شیخ عبدالغفار کے۔ یہ شیخ محمد کے۔ یہ شیخ عبدالرحیم کے۔ یہ سیّد ابوبکر تاج الدین کے اور یہ مرید اپنے والد ماجد حضرت غوث الاعظم قطب العالم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز کے۔

Marfat.com

خلفاء سید ابو تراب آپ کے چھ کامل خلیفے تھے۔ اوّل قاضی محمد لاہوری آپ کے مزار کے جوار میں آسودہ ہیں۔ دوم شیخ فاضل مدفون دہلی۔ سوم شاہ جمال رہتاس۔ چہارم لعل گدا۔ پنجم احمد گدا۔ اور ششم شہباز گدا۔ یہ تینوں حضرات لاہور میں آپ کے حریم مزار میں آسودہ ہیں۔

وفات: حضرت ابو تراب جامع الکمالات کی وفات ۴ شوال ۱۰۷۱ھ کو (مطابق ۳ جون ۱۶۶۱ء کو عہد عالمگیر میں) ہوئی۔ مزار لاہور تکیہ اہلی والا میں ہے حدیقۃ الاولیاء میں نام سید عبد القادر المشہور شاہ گدا لکھا ہے۔

تاریخ رحلت ؎

شہ گدا سید ولیٔ متقی — بندۂ حق خاک پائے بوتراب

"سوختہ" گو سال ترحیلش، دگر — "شہ ولی سید گدائے بوتراب"

۱۰۷۱ھ — ۱۰۷۱ھ

سید حمید گیلانی لاہوری قدس سرہٗ

سید حمید بن سید سعید بن فتح بن حاجی ابوبکر بن سید عبد القادر گیلانی لاہوری قدس سرہٗ سادات عظام اور مشائخ کرام سے جامع شرافت و نجابت، علوم ظاہر میں ممتاز تھے۔ تمام عمر ہدایت وارشاد میں بسر کی۔ آخر ۴ محرم ۱۰۹۰ھ کو (مطابق ۵ فروری ۱۶۷۹ء عہد اورنگ زیب میں) دار فانی سے عالم باقی کی طرف رحلت کر گئے۔ اور لاہور میں اپنے آبائے کرام کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

ان کے بعد سید عبد القادر مسند ارشاد کی زینت بنے جو ۱۳ رجب ۱۱۷۷ھ (مطابق ۱۷ جنوری ۱۷۶۴ء جلال الدین شاہ عالم کے عہد میں) جاں بحق تسلیم ہوئے۔

تاریخ وفات سید حمید موصوف ؎

Marfat.com

چو جناب حمید حامدِ حق | زیں جہانِ فنا بخلد رسید
"اعظم اولیا" ہست تاریخش | ہم بخواں "صدر دین سخی حمید"
۱۰۹۰ھ | ۱۰۹۰ھ

تاریخ وفات سید عبد القادر گیلانی ؎

چوں جناب عبدِ قادر شیخ پیر | گشت راہی از جہاں سوئے جناں
"وارث عشق" است تاریخش، دگر | "عبدِ قادر متقی معصوم" خواں

میر یعقوب گیلانی لاہوری قدس سرہٗ

میر یعقوب عالم عامل اور کامل تھے۔ لاہور کے باہر اپنے گاؤں قلعہ یعقوب میں انکی سکونت تھی۔ اسمائے الٰہی کی دعوت سے انہیں حکومت حاصل تھی اور خلقِ خدا کو ان سے دینی اور دنیوی فیض حاصل تھا۔ دیوانے کتے کے کاٹے ہوئے کے زخم پر انکا آبِ دہن تریاق تھا۔ وہ فوراً اچھا ہو جاتا۔ اور پھر کبھی تکلیف نہ ہوتی۔

شجرۂ نسب میر یعقوب بن میر محمد زمان بن میر محمد حاجی۔ بن میر صدر الدین بن سید نور الدین۔ بن سید بدر الدین بن سید جعفر۔ بن سید احمد۔ بن سید مومن۔ بن میر حیدر بن شاہ قمیص قادری (جن کا ذکر قادریہ سلسلے میں گزرا) بن ابی الحیات بن تاج الدین محمود بن بہاؤ الدین محمد۔ بن شیخ جلال الدین احمد بن سید علی جمال الدین قاضی ابو صالح نصر بن سید الآفاق بن شیخ سلطان ابو محمد محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔

سلسلۂ ارادت میر یعقوب مرید سید فضل علی لاہوری۔ یہ مرید شیخ عبد الرحیم جار اللہ کے۔ اور یہ حاجی محمد سعید لاہوری کے (جن کا ذکر نیز سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں ہوا) اور یہ مرید سید محمود کردی کے۔ اور یہ سید جلال الدین کے۔

Marfat.com

اور یہ سید شہاب الدین کے۔ اور یہ سید جلال الدین عبد اللہ کے۔ اور یہ سید شمس الدین ابوالوفا کے۔ اور یہ سید شہاب الدین احمد کے۔ اور یہ سید قاسم کے۔ اور یہ شیخ عبد الباسط کے۔ اور یہ سید بہاء الدین ابوالعباس احمد کے۔ اور یہ سید بدر الدین ابوالحسن کے۔ اور یہ سید علاء الدین کے اور یہ سید شمس الدین یحیٰی تاتاری کے۔ اور یہ سید ابوالنصر کے اور یہ قطب الآفاق سید عبد الرزاق بن غوث الاعظم محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کے۔

میر یعقوب دوسرے سلسلوں سے بھی بہرۂ کامل اور فائدہ وافر رکھتے تھے۔ ان کا شمار مقتدایانِ وقت میں تھا۔

وفات :۔ میر یعقوب ۲۹ صفر ۱۱۷۹ھ کو (مطابق ۲۰ اگست ۱۷۶۵ء عہد جلال الدین شاہ عالم میں) فوت ہوئے۔

اور میر فضل علی ۴ محرم ۱۱۶۰ھ (مطابق ۵ جنوری ۱۷۴۷ء بعہد نصیر الدین محمد شاہ) راہگرائے عالم جاودانی ہوئے تھے۔ دونوں کے مزار قلعہ میر یعقوب میں بیرون لاہور متصل مزنگ زیارت گاہ خلق ہیں۔

میر یعقوب کے تین پسرانِ عالی گوہر تھے۔ ایک سید محمد یوسف۔ دوسرا میر سید علی اور تیسرا میر اسماعیل۔ تینوں حضرات صاحبانِ علم و عمل تھے اور علم ظاہر و باطن حاصل تھا۔

تاریخ منظوم وفات میر یعقوب۔

شد چو از دنیا بفضلِ ایزدی — در جناں یعقوب مخدوم الکرام
از تحالش ہست "خورشید جہاں" — ہم بخواں "یعقوب مخدوم الکرام"
۱۱۷۹ھ — ۱۱۷۹ھ

قطعہ تاریخ وفات سید فضل علی مرحوم ؎

شد ز دنیا چو در بہشت بریں — جامع علم فضل و حلم علی
"میر فضل" است سال تاریخش — ہم بخویش "زہے فضل علم علی"
۱۱۶۰ھ — ۱۱۶۰ھ

Marfat.com

حضرت شاہ حسین لاہوری قدس سرہٗ

سیّد شاہ حسین بن سیّد عبدالقادر بن سیّد حمید گیلانی موردِ الطاف رحمانی، مظہر خوارق و کرامت، بڑے زاہد و عابد اور پیر کامل تھے۔ اپنے آبائے کرام سے دست بیعت کا سلسلہ چلا آتا ہے۔ آپ کی دعا تیر بہدف اور بے خطا تھی۔ دنیا و عقبٰی کے سینکڑوں حاجت مند آپکی خدمت میں حاضر ہوکر فیض یاب ہوتے تھے۔

زمان شاہ کے لشکر کی لوٹ کے وقت آپ نے فرمایا تھا کہ ہمارا محلہ محفوظ رہیگا۔ اور کسی اہل محلہ سے تاخت و تاراج کا خوف نہیں۔ پس ایسا ہی وقوع میں آیا۔ کسی لشکری نے ادھر رُخ نہ کیا اور جو آیا بھی اخلاص سے پیش آیا۔

کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے گھر سے باہر ایک لکڑی نصب کی ہوئی تھی۔ علی الصباح بہت سے آدمی اُس پر پانی بھرے آبخورے رکھ دیتے تھے اور آپ نماز و وظائف سے فارغ ہوکر باہر تشریف لاتے اور اُن آبخوروں پر دم کرتے اور ہر ایک کو اُس کا آبخورہ حوالہ فرماتے۔ وہ دم کردہ پانی بیماروں کی شفا کے لئے اکسیر اعظم تھا۔ آخر حاسدوں میں سے ایک شخص فاضل نام محلے ہی کا رہنے والا خبث باطنی کی وجہ سے رات کو آتا اور اُس نصب کردہ لکڑی پر گندگی مل دیتا۔ خادم صبح ہی اُٹھ کر اسے صاف و پاک کرتے۔ آخر وہ تنگ آگئے۔ اور حضرت کی خدمت میں اسی حالت کی اطلاع دی۔ فرمایا صبر کرو کہ ظالم کو خود ہی اس کردار کا خمیازہ اُٹھانا پڑے گا۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ فاضل مذکور پاگل ہوگیا۔ دیوانہ وار کوچہ و بازار میں پھرتا اور نجاست کھاتا تھا۔ آخر اسی حالت میں مرگیا۔ اللہ تعالیٰ اولیاء کے غضب سے بچائے۔

ایک دفعہ آپ کی خادمہ نے جو لاولد تھی اولاد کے لئے عرض کیا کہ قاضی الحاجات کے سامنے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائیں۔ آپ نے دعا فرمائی اور فرمایا کہ تقدیر ایسی ہے کہ

Marfat.com

تیرے شکم سے چار فرزند پیدا ہوں گے۔ ایک بچپن میں مر جائے گا۔ دوسرا دُور دراز کا سفر اختیار کرے گا۔ اور واپس نہ آئے گا تیسرا فقیر ہو جائے گا۔ چوتھا تیرے پاس رہے گا۔ اور دنیا میں پھلے پھولے گا۔ پس جس طرح آپ نے فرمایا تھا اسی طرح ہوا۔

تاریخ وفات:۔ آپ کا وصال ۱۱ ربیع الثانی ۱۲۰۵ھ کو (مطابق ۱۸ دسمبر ۱۷۹۰ء) ہوا۔ سن شریف ۶۹ سال کا تھا۔ مزار گوہر بار لاہور کے اندر محلہ سید مٹھا میں انہیں کے گھر کے گوشے میں ہے۔

منظوم تاریخ:

چو شد پرتو افگن بخلدِ بریں | حسین آں چشم جہاں نورِ عین
بتاریخ ترحیل آں شاہِ دیں | بگو "شاہ عاشق مکرم حسین"
۱۲۰۵ھ

مولوی غلام فرید لاہوری سہروردی قدس سرہٗ

لاہور کے عالموں فاضلوں میں جامع کمالاتِ ظاہری اور باطنی بزرگ تھے۔ عالم باعمل اور ذاکر بے دغل متقی و پرہیزگار تھے۔ تمام عمر درس و تدریس میں بسر کر دی۔ دنیا اور اہلِ دنیا سے کچھ سروکار نہ رکھا۔ مزاج پر تفرید و تجرید کا غلبہ تھا۔ یعنی تنہائی پسند تھے۔

تاریخ وفات:۔ ۱۲۱۶ھ/۱۸۰۱ء میں فوت ہوئے۔ قبرستان میانی میں مزار ہے۔

منظوم تاریخ

چو فرید آں فاضلِ دورِ زماں! | از جہاں در جنتِ والا رسید
"تاجِ اخیار" است سال او دگر | "زبدۂ دیں متقی فرد و فرید"

مفتی رحیم اللہ بن مفتی رحمت اللہ قریشی قدس سرہٗ

یہ بزرگ مفتی غلام سرور مرحوم کے جدِّ بزرگوار پرہیزگار و زاہد تھے۔ ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتے۔ دولت ظاہری سے نفور۔ فقر و فاقہ میں بسر کرتے۔ حقیقی بھائی حافظ محمدی جو دولت مند تھا۔ اُنکو مل کر تجارت کرنے کی ترغیب دیتا اور کہتا کہ تم خاندان کی عزت برباد کر رہے ہو اور ان لوگوں کی اُجرت پر کام کرتے ہو جو ہم سے کمتر ہیں۔ اگر مزدوری کرنا چھوڑ دو تو میں آپکے اہل و عیال کا خرچ دیتا رہوں گا۔ مگر آپ جواب دیتے کہ فقر پیغمبروں کا ورثہ ہے اور روزی حلال پیدا کرنا دونوں جہان میں سرخروئی کا موجب ہے۔ تیری دولت تجھے مبارک ہو۔ آخری عمر جب قوتِ جسمی زائل ہو گئی تو کوٹلی مفتیاں کی مسجد میں بیٹھ کر درس قرآنی میں مشغول ہو گئے۔ اور سہروردی طریقہ کی تلقین شروع کی۔

تاریخ وفات:۔ آپ ۱۲۳۵ھ / ۱۸۲۰ء میں راہی ملک عدم ہوئے۔

منظوم تاریخ ؎

رحیم اللہ چو شد در خلدِ اعلیٰ — ندا زد بہر سال وصل رضوان
کہ "تاج الاتقیا" مہر جہاں است — دگر "مفتی شرعِ اطہر" اے جاں
"رحیم اللہ فاضل" رحلتش گو — دگر "قاضی رحیم اللہ" برخواں
۱۲۳۵ھ — ۱۲۳۵ھ — ۱۲۳۵ھ

مولوی غلام رسول فاضل لاہوری قدس سرہٗ

مولانا موصوف ایک باتوقیر اور فاضل کبیر شخص تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دریائے فیض اور چشمۂ فضل بنایا تھا۔ اُس وقت پنجاب میں کوئی عالم آپ جیسا فیض رساں ہمہ دان اور یگانہ نہ تھا۔ ہزاروں آدمیوں نے آپ سے فوائد علمی حاصل کیے۔ اور فضیلت

Marfat.com

کے مرتبہ تک پہنچے۔ علمائے وقت اور فضلائے عہد آپ کی غلامی اور شاگردی کے حلقے میں داخل ہوتے تھے۔ آپ مولوی غلام فرید کے شاگرد تھے۔

روزانہ معمول:۔ آپ چار گھڑی رات رہے۔ نماز تہجد سے فارغ ہوتے تو کچھ شاگرد حاضر خدمت ہو کر نماز فجر سے پہلے سبق لے لیتے۔ اور نماز فجر کے بعد اور شاگردوں کا انبوہِ کثیر اُمڈ آتا تو آپ بڑے خلق و محبت سے اُن کو تعلیم دیتے۔ صبح کا کھانا کھا کر آپ کچھ دیر قیلولہ فرماتے۔ نماز ظہر کے بعد اور شاگرد اپنے وقت پر حاضر ہو جاتے اور یہ سلسلہ پھر رات تک جاری رہتا۔

تاریخ وفات:۔ آپ ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء میں جاں بحق تسلیم ہوئے۔

منظوم تاریخ ؎

چوں غلام رسول طالبِ حق — از جہاں شد بہ جنتِ والا
ارتحالش بگو "چراغ ولی" ۱۲۵۰ھ — ہم دگر "کاشف الضحیٰ" ۱۲۵۰ھ فرما

نوٹ:۔ مفتی صاحب نے حدیقۃ الاولیاء اور خزینۃ الاصفیا میں کوئی تاریخ نہیں لکھی۔ گنج تاریخ میں لفظوں میں ۱۲۵۰ء لکھی ہے مگر از روئے ابجد جو لکھی ہیں وہ سامنے ہیں۔ حدائق الحنفیہ اور تذکرہ علمائے ہند میں ۱۲۵۰ھ ہی تاریخ وفات لکھی ہے۔

شیخ لدھا شاہ موئنہ ساز لاہوری قدس سرہٗ

شیخ لدھا ایک عابد، زاہد، متقی، خداترس اور صاحب علم و خلق شخص خاندانِ قادریہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اور ہنگی سازی (گھوڑے کے بالوں سے چھلنی بنانا) سے رزق حلال پیدا کرتے تھے۔ دروازہ بند کر کے اندر بیٹھے رہتے۔ ایک چھلنی باہر لٹکائے رکھتے۔ گاہک کنڈی کھٹکا کر آمد کو آگاہ کرتا تو آپ دروازے سے اوپر کے دریچے

Marfat.com

(پنجابی باری) سے نکال کر اسے مال دیتے اور قیمت سے لیتے۔ قیمت سے سوم حصہ اپنے تصرف میں لاتے اور باقی دو تہائی فی سبیل اللہ صرف کرنے کے لئے علیحدہ رکھتے اور مہینے بعد فقرائیں تقسیم فرما دیتے۔ بعض کور باطن چوروہ لٹکی ہوئی چھلنی اڑا لے جاتے تو آپ افسوس سے کہتے کہ اگر میری اجازت سے فی سبیل اللہ مفت لے جاتا تو دونوں کو ثواب ملتا۔ اب بیچارہ ثواب سے محروم رہا۔

اُدھار دینے میں فراخ دلی حاجت مند کو قرض دینے میں آپ بڑے فراخ دل تھے جو شخص ایک دفعہ قرض لے کر دوسری بار پھر آتا تو آپ اسے پھر بھی دے دیتے اور نہ جتاتے کہ پہلا پیسہ بھی تمہارے ذمے ہے۔ وہ سمجھتا کہ آپ کو یاد ہی نہیں کہ میں پہلے بھی لے گیا ہوں۔ اگر کوئی اُدھار واپس کرنے آتا تو فرماتے کہ شاید تمہیں ابھی ضرورت ہو گی پھر دے دینا۔ اتنی جلد ادا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

یہ سوا سو سال پہلے کی بات ہے جب کہ پیسے ٹکے سے کام بن جاتا تھا۔ اور لوگ اتنے نادہند اور خائن بھی شاید نہ ہوں گے۔ ان دنوں تو دغا فریب پیشہ بن گیا ہے۔ قرض لے کر کوئی مشکل ہی سے واپس کرتا ہے۔ ناحق سے چند دوستوں عزیزوں نے ادھار لیا اور ادا نہیں کیا۔

تاریخ وفات جب آپکی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا کہ مجھے ایک طرف حضرت مخدوم علی ہجویری اپنی طرف بلاتے ہیں اور دوسری طرف سید محمد غوث گیلانی مگر مجھے شاہ گیلانی کی طرف دل بستگی ہے چنانچہ جب آپ وفات پا گئے تو خادموں میں مدفن کی بابت اختلاف ہوا۔ آخر آپ کی وصیت کے مطابق حضرت شاہ محمد غوث لاہوری کے مزار کے احاطہ قبرستان میں دفن کئے گئے۔

آپ ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء میں فوت ہوئے۔

Marfat.com

تاریخ منظوم ؎

مردِ مقبول شیخ لدھے شاہ | گشت روشن بخلد مثل فلق
رحلتش "رحمت خدا" فرما ۱۲۵۴ھ | باز جو وصل او ز "مظہر حق" ۱۲۵۴ھ (سرور)

مولوی غلام اللہ فاضل لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ مولوی موصوف، حضرت غلام فرید کے فرزند ارجمند اور مولوی غلام رسول کے بھائی تھے لاہور کے بڑے عالم و فاضل۔ استادِ کل مظہر کمالاتِ دینی و دنیاوی اور خلق و مروت میں مشہور اور تدریس میں یکتا۔ آپ کے فیض سے سینکڑوں نے نظم و نثر۔ صرف و نحو۔ منطق و معانی۔ فقہ و حدیث اور تفسیر میں کمال حاصل کیا۔ کوئی علمی خاندان نہیں جس نے آپ سے فیض حاصل نہ کیا ہو۔ سب کو ان کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے بھی آپ سے اکتساب فیض کیا تھا۔

تاریخ رحلت:۔ مولوی غلام اللہ صاحب ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۵ء میں راہی ملک جاودانی ہوئے "وائے مرجع الفضلا" کے جملہ سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔

تاریخِ منظوم:۔ ؎

غلام اللہ چو از دنیا سفر کرد | بسالِ وصلِ آں شاہِ معلّٰی
بگن "اسعد غلام اللہ" تحریر ۱۲۷۲ھ | "غلام اللہ حق آگاہ" فرما ۱۲۷۲ھ

مفتی غلام محمد بن مفتی رحیم اللہ لاہوری (متوفی ۱۲۷۶ھ)

مفتی صاحب موصوف، مفتی غلام سرور مرحوم کے والد بزرگوار تھے۔ انہوں نے اپنے

Marfat.com

پدر نامدار کے جو حالات زہد و عبادت اور علم و فضل کے بیان کئے ہیں وہ بلفحوائے الولد سر لابیہ مفتی غلام سرور مرحوم کی تاریخی کتب پڑھ کر صحیح ثابت ہوتے ہیں۔

مفتی صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے اجداد میں سے شیخ مخدوم المشہور میاں کلاں بن شیخ قطب الدین بن شیخ شہاب الدین بن شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی حسب الطلب بادشاہ وقت (نام نہیں لکھا) لاہور میں آئے اور بہت ممتاز ہوئے۔ ان سے مفتی صاحب اپنا شجرۂ نسب یوں ملاتے ہیں۔ مفتی غلام سرور بن مفتی غلام محمد بن مفتی رحیم اللہ رحیم اللہ بن مفتی رحمت اللہ بن مفتی حافظ محمد تقی بن مولانا کمال الدین بن مفتی عبدالسمیع بن مولانا عتیق اللہ بن مولانا برہان الدین بن مفتی محمد محمود بن شیخ الاسلام عبدالسلام بن شیخ عنایت اللہ بن مولانا کمال الدین بن شیخ مخدوم موصوف مفتی غلام سرور کے فرزند مفتی محمد انور سے موقع ملاقات ملا ہے ان کو اپنی طبابت میں کمال کا دعوی تھا بڑے جوشیلے تھے رقص کے بہت ہی مخالف۔ ایک دفعہ ذکر کیا کہ طبابت میں میرا استاد شیعہ[51] تھا۔ اسکے پاس ایک ایرانی مولوی صاحب آئے۔ اُن سے استاد نے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں کتنی تھیں۔ بتایا کہ چار۔ مگر ہمیں صرف ایک ہی بیان کرنی چاہیئے کیونکہ ان میں سے دو (سیدہ رقیہ اور ام کلثوم) حضرت عثمان سے یکے بعد دیگرے بیاہی گئیں۔ اور ہمیں عثمان کی اس فضیلت کو تسلیم کرنا ناگوارہ ہے۔ میں اس تعصب کو برداشت نہ کر سکا اور کہا وائے بر این چنیں مذہب یہ سن کر وہ میری طرف لپکے۔ میرے ہاتھ میں جو کھرل کا دستہ تھا وہ بے تحاشا مولوی مذکور کی پیشانی پر لگا۔ زخم سے خون چھوٹ نکلا۔ استاد نے اشارہ کیا اور میں بھاگ گیا۔ اُستاد کو محلے کا لحاظ تھا۔ میرا پتہ نہ بتایا اور کہا کہ ایک اجنبی لڑکا تھا دوا پوچھنے آیا اور میں نے اُسے کھرل پر دوا پیسنے لگا دیا۔

---

[51] ان حکیم صاحب کا نام نجف علی شاہ تھا۔

Marfat.com

میں نے ایک دن کہا کہ سُنا ہے کہ آپکے والد میرے نانا غلام محی الدین شاہ کے منشی رہے ہیں جیسا کہ اُن کے ایک شعر سے ظاہر ہے کہ ؎

عجب سردار عالی بود ذاتش
که سردار ہم غلامے کمترین بود

یہ سُن کر اُن کو طیش آیا کہ یہ بات غلط ہے انہوں نے تو اخلاقاً ایسا لکھ دیا ہے[۲ے]

میں مفتی غلام سرور مرحوم کا بہت ممنون ہوں کہ انہوں نے ہمارے خاندان کی قلمی کتب کا میرے نانا صاحب سے مطالعہ کر کے ان کا حال خزینۃ الاصفیا، حدیقۃ الاولیا اور گنجینۂ سروری معروف باسم تاریخ "گنج تاریخ" وغیرہ میں کیا۔ آپ تاریخ گوئی میں یدطولےٰ رکھتے تھے آپ کی خواہش تھی کہ مزار مدینہ منورہ میں بنے جیسا کہ اُنکی نعت کے ایک شعر سے ظاہر ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپکے روضہ کی زیارت کو جاؤں اور وہاں سے ہند میں واپس نہ آؤں۔ چنانچہ ان کا انتقال راہِ مدینہ منورہ میں ہوا جو ان کے سچے عشق رسول اور خوش انجامی پر دال ہے۔

مفتی صاحب کی تاریخ رحلت ابھی تک مجھے معلوم نہیں ہوئی۔ انکے خاندان سے معلوم ہوئی تو یہاں لکھ دوں گا۔

مجھ سے کئی دوستوں نے فرمائش کی ہے کہ میں مفتی مرحوم کی کتاب خزینۃ الاصفیا کا اردو میں ترجمہ کر دوں مگر وہ بہت بڑی کتاب ہے اور مجھے بوجہ پیری ضعف دماغ لاحق ہے اور پٹھے کمزور۔ بہرحال اس کتاب کی تالیف میں اُس سے استفادہ کر رہا ہوں۔ خدا انجام تک پہنچائے۔

مفتی غلام سرور کے دادا کے دادا (محمد تقی) کے بھائی ولی محمد کے پوتے مفتی محمد

۲ے حکیم مفتی محمد انور مرحوم ۲۸ نومبر ۱۹۲۲ء میں فوت ہوئے تھے۔ آپکے حالات ماہنامہ نقوش "لاہور نمبر" میں حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے اطبائے لاہور کے سلسلے میں لکھے ہیں۔ (قسیم افضل)

Marfat.com

مکرم بڑے علم وفضل کے صوفی بزرگ تھے عہدۂ افتاد قضا بھی ان کے سپرد تھا۔
احمد شاہ درانی نے بھی انہیں اس عہدہ پر بحال رکھا اور ماہ رمضان ۱۱۷۲ھ میں اپنا
دستخطی فرمان اس بارے میں لکھ دیا۔ مفتی صاحب نے حدیقۃ الاولیاء میں افسوس کیا
ہے کہ ان کی اولاد علم سے بے بہرہ رہی اور جدی حویلی بھی بیچ کھائی۔ ان کے نانا
بھی اسی شاخ خاندان سے تھے۔ امام بخش نام جن کا پوتا امیر بخش جلد سازی کا کام
کرتا ہے اور مفتی مکرم کے دوسرے بیٹے محمد بخش کا پوتا نبی بخش موضع منبح میں جا رہا۔
اور اُس کا بیٹا نوردین شاہدرہ میں ایک مسجد کا ملّا ہے۔ اس خاندان میں ایک مفتی غلام سرور
ہوئے جنہوں نے آباؤ اجداد کا نام روشن کیا۔

مفتی غلام سرور لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ناجی مرحوم کی حیات میں مفتی غلام سرور مغفور کے حالات زندگی پردہ اخفا
میں تھے کچھ عرصہ ہوا کہ حکیم مفتی محمود نبیرۂ مفتی سرور نے ان کے حالات نقوش لاہور میں شائع
کرائے تھے۔ حکیم صاحب موصوف کے اسی مضمون سے ہم نے استفادہ کیا ہے (تسیم افضل)
آپ اپنے آبائی محلہ کوٹلی مفتیاں نزد حویلی میاں خاں اندرون موچی دروازہ ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۸ء
میں پیدا ہوئے۔

مفتی غلام سرور نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی پھر مولانا غلام اللہ
سے صرف نحو، منطق، فقہ، حدیث اور تفسیر وغیرہ علوم پڑھے اور آخر میں اپنے والد مفتی غلام محمد
مرحوم سے طب کی تحصیل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد تالیف و تصنیف میں مشغول
ہو گئے اور اطراف و اکناف عالم میں بحیثیت مورخ، مصنف، ادیب شاعر اور ماہر علم
لغت کے ایسے مشہور ہوئے کہ آپ کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں رہی اور رہتی

Marfat.com

دنیا تک آپ کا کام اور نام زندہ رہے گا۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعلم
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

تصنیفات مفتی غلام سرور نے حسب ذیل لافانی ولاثانی کتابیں تصنیف کیں۔
خزینۃ الاصفیا (فارسی) دو جلدوں میں جو ۱۲۸۰ھ میں طبع ہوئی گنجینۂ سرور
اس کتاب کا تاریخی نام "گنج تاریخ" ہے تمام کتاب فارسی نظم میں ہے۔ اس میں دس ہزار کے قریب مادہ ہائے تاریخ وفات درج ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اپنے معاصرین تک کی تواریخ وفات منظوم لکھی ہیں۔ بہارستان تاریخ معروف بہ گلزار شاہی۔ اس میں مہاراجگان (متقدمین) والیان ریاست (عہد انگریزی) مسلم سلاطین اور انگریز بادشاہوں کے حالات درج ہیں۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۵ء میں شائع ہوئی تھی۔ پھر دوسری بار مطبع نولکشور سے اضافوں اور تصحیح کے ساتھ ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۹ء میں شائع ہوئی۔ تاریخ مخزن پنجاب۔ یہ کتاب پنجاب کی جامع تاریخ ہے۔ حدیقۃ الاولیاء اس نادر کتاب میں صرف اُن اولیائے کرام کا ذکر ہے۔ جو پنجاب میں ہوئے ہیں۔ مدینۃ الاولیاء یہ بھی اولیاء اللہ کے حالات پر مشتمل ہے اور بارہ سو صفحات اس کی ضخامت ہے مطبع نولکشور سے شائع ہوئی تھی۔ مگر اب نایاب ہے۔ مناقب غوثیہ حضرت شیخ محمد صادق پیشانی کی فارسی تالیف کا اُردو ترجمہ ہے۔ گل دستہ کرامات ۱۲۷۷ھ میں تصنیف کی۔ لکھنؤ اور لاہور سے کئی بار طبع ہوئی۔ اس میں اُردو نظم و نثر میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب بیان کیے ہیں۔ مخزن حکمت حکمائے متقدمین و متاخرین اور اولیائے عظام کے گرانقدر اقوال و نصائح پر مشتمل ہے۔ گویا تعلیم الاخلاق پر بہترین کتاب ہے یہ کتاب ۱۲۸۶ھ میں تالیف ہوئی۔ انشائے یادگار اصغری۔ تحفۃ الابرار پند نامہ فریدالدین عطار کا منظوم ترجمہ ہے۔ تحفہ سروری (منظوم)، متصوفانہ مضامین پر مشتمل ہے گلشن سروری اخلاق

مضامین پر مشتمل ہے۔ اخلاق سروری[14] علم اخلاق پر ہے۔ دیوان نعت سرور[15] ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء میں طبع ہوا دیوان حمد ایزدی[16]۔ دیوان سروری[17]۔ حضرت غوث الاعظم کی منقبت میں ہے۔ کلیات نعت سرور[18] یہ دیوان ۱۸۸۱ء سے لے کر ۱۸۸۴ء تک ہزاروں کی تعداد میں کئی بار طبع ہوا۔ لغات سروری[19]۔ جامع اللغات[20]۔ یہ بہت ہی قابل قدر کتابیں ہیں۔

اولاد آپ کے پانچ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھی۔ بڑے صاحبزادے مفتی غلام حیدر دوسرے مفتی غلام صفدر (متوفی ۱۹۲۲ء) جو فرقانی تخلص کرتے تھے۔ مصنف بھی تھے۔ وکالت آپ کا پیشہ تھا۔ تیسرے صاحبزادے کا نام مفتی غلام اکبر تھا جو عالم شباب ہی میں ۱۳۲۱ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ چوتھے حکیم مفتی محمد انور تھے جن کا ذکر حضرت ناحی کر چکے ہیں۔ آپ ۱۹۲۲ء میں فوت ہوئے تھے۔ پانچویں مفتی غلام اصغر تھے۔ جو بارہ سال کی عمر میں ۱۸۸۱ء میں فوت ہوئے۔ انشائے یادگار اصغری مفتی صاحب نے انہیں کے نام پر لکھی تھیں۔ صاحبزادی کا نام اقبال بیگم تھا۔ یہ ۱۹۵۲ء میں اپنے والد سے جا ملیں۔

مرحومہ اقبال بیگم کے بطن سے حکیم مفتی محمود عالم پیدا ہوئے۔ آپ نے نقوش لاہور میں مفتی صاحب کے مفصل حالات لکھ کر شائع کرائے ہیں۔ جزاہ اللہ۔

وفات حضرت مفتی غلام سرور مرحوم و مغفور کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس کی حاضری کا بے حد اشتیاق تھا۔ جس کا اظہار اُن کی نعتوں سے بخوبی ہوتا ہے اور انکی یہ دلی آرزو تھی کہ دیار محبوب میں پہنچ کر پھر واپس نہ لوٹوں۔ چنانچہ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ فریضہ حج ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ کو جاتے ہوئے ہیضہ میں مبتلا ہو گئے اور جمعرات کے دن ۲۷ ذی الحج ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۴/ اگست ۱۸۹۰ء کو جان جان آفرین کے حوالے کر دی منزل بیر بالاحسانی جو مضافات میدان جنگ بدر میں ہے سپرد خاک کر دیئے گئے۔ اس سفر میں حضرت مولانا مولوی غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ آپکے ہم رکاب تھے

Marfat.com

اس لئے آپ کی نماز جنازہ انہوں نے ہی پڑھائی۔

مفتی غلام سرور مرحوم نے سفر حج کے دوران میں بہت سی نعتیں لکھیں۔ زیارتِ روضۂ اطہر کے متعلق ایک قطعہ تاریخ کہا تھا اور خیال تھا کہ درِ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر اسے پڑھیں گے۔ مگر یہی تاریخی قطعہ آپ کی تاریخ وفات بن گیا۔

مصرع تاریخ یہ ہے:۔ "ابھی سرور نے کی ہے سرور عالم کی پابوسی"

۱۳۰۷ھ

قطعہ تاریخ وفات از ناؔمی صاحب مرحوم

امام المورخین مفتی غلام سرور نے ہزاروں بزرگان دین اور زعمائے قوم کی تاریخیں کہیں۔ مگر ان کی وفات پر کسی شاعر کی کہی ہوئی کوئی تاریخ نہیں ملتی۔ اس کی تلافی کے لئے محترم حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے جناب پیر ناؔمی صاحب کو لکھا کہ مفتی صاحب کی تاریخیں لکھئے۔ چنانچہ آپ نے بستر علالت پر وفات سے صرف چار دن پہلے یہ تاریخیں لکھیں۔ جو آپ کی آخری یادگار اور آپ کا آخری منظوم کلام ہے۔

جو کہ مفتی غلام سرور تھے — چاہیئے اُن کی برملا تاریخ
"چل دیا عاشقِ رسولِ خدا — آج سرور" ہے ناؔمیا تاریخ

۱۸۹۰ء

ولہ

گئے راہِ مدینہ میں گزر آہ — جو تھے اک شہرۂ آفاق سرور
ہوا القا پئے تاریخ ناؔمی — قلم لے کر لکھو "مشتاقِ سرور"

۱۳۰۷ھ

دیگر مادہ ہائے تاریخ:۔

"نابغہ مُردہ"۔ "نامور شد مستور" "شمع ہدایت معدنِ فیوض"
۱۸۹۰ء ۱۳۰۷ھ ۱۳۰۷ھ
"اس خوش کلام شد"۔ "چراغ زمانہ"
۱۳۰۷ھ

نوٹ:۔ مفصل حالات کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ "نقوش" لاہور بابت اکتوبر ۱۹۶۱ء نقوش لاہور نمبر (تسنیم افضل)

Marfat.com

ان بزرگوں کا حال جنکی رحلت کی تاریخ پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی

حضرت سیّد صوف لاہوری قدس سرّہٗ

بزرگ موصوف کا مزار چوک مسجد وزیر خاں میں مشہور ہے۔ مسقف چار دیواری کے اندر، اس کے گنبد کی تعمیر کا شرف محمد سلطان ٹھیکہ دار کو ہے۔ مشہور ہے کہ جو شخص چالیس روز متواتر زیارتِ مزار کر سکے۔ اس کی مراد پوری ہو جاتی ہے۔ زائرین کا اکثر مجمع رہتا ہے۔ بزرگ کے صحیح حالات معلوم نہیں۔ رسالہ تحفۃ الواصلین میں مذکور ہے کہ آپ حضرت میراں بادشاہ ابو اسحاق گازرونی مدفون اندرون مسجد وزیر خان کے ہمعصر تھے اسی بات سے لوگ کہتے ہیں کہ ان کے بھائی تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سیّد سربلند قدس سرّہٗ

بزرگ موصوف کا پختہ مزار چوک مسجد وزیر خاں کے شمال کی طرف ایک بڑے طویلے کے اندر ہے۔ متقدمین مشائخ میں صاحب جذب و تاثیر گزرے ہیں۔ یہ کس زمانے میں ہوئے معلوم نہیں۔ لوگوں نے انہیں حضرت میراں بادشاہ کا بھائی مشہور کر رکھا ہے۔

اس خانقاہ کی مجاوری میاں جھنڈو قریشی جو مرزا محمد اکرم از اولاد نواب وزیر خاں

Marfat.com

کے نانا تھے کے خاندان میں چلی آتی ہے۔

حضرت پیر ذکی قدس سرہٗ

بزرگ موصوف کا مزار دروازہ ذکی (مشہور یکی دروازہ لاہور) کے درمیان ہے اب دروازہ کا نشان تک نہیں۔ دہلی دروازہ سے شمال کی طرف قبر ہے۔ جب تاتاری مغلوں نے لاہور پر حملہ کیا تو پیر ذکی یہیں مقیم تھے۔ آپ نے بڑی جوانمردی سے ان کا مقابلہ کیا اور شہید ہوئے۔ پھر بھی تن بے سر لڑتے رہے۔ مزار سر عین دروازہ میں اور مزار جسم اندر متصل دروازہ ایک طویلے میں زیارت گاہ ہے۔ (ماخوذ از حدیقۃ الاولیا بحوالہ تحفۃ الواصلین) یہ عجیب بات ہے کہ سلطنت مغلیہ کے زوال پر لوگوں نے مزارات کے پاس خالی جگہ میں طویلے بنالئے جیسا کہ سید توخنہ اور سید سر بلند کی قبور کے پاس۔

حضرت پیر بلخی قدس سرہٗ

بزرگ بلخی کا نام معلوم نہیں۔ چونکہ یہ چنگیز خانی حملے کے وقت بلخ سے آئے تھے اس لئے وطنی نسبت سے بلخی مشہور ہو گئے۔ جب تاتاری جلال الدین بادشاہ خوارزم (خیوا) کے تعاقب میں لاہور آئے اور بادشاہ مذکور دہلی کی طرف چلا گیا تو تاتاری جن کا مقصد ہی قتل و غارت تھا معروف کار ہوئے۔ پیر موصوف اور انکے مریدوں نے تا حدِ امکان مقابلہ کیا اور شہید ہوئے۔ مسجد وزیر خاں سے مغرب کو جاتے ہوئے کشمیری بازار میں جانب جنوب مرقد ہے مسقف، اس میں ایک فروٹ (ثمر) فروش ڈاکٹر معراج الدین کا کرایہ دار

Marfat.com

تھا۔ متولی موصوف نے کرایہ بڑھا دیا تو دوسرے دوکاندار حمایتی بنے اور قبضہ کر لیا۔ ہائی کورٹ نے متولی کے حق میں فیصلہ کیا مگر ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ متولی مزار کو جس وقت بھی کوئی زائر چاہے کھول دینا ہوگا۔ اس حکم کی رو سے دوکاندار کو کچھ فائدہ نہ ہوا اور ماسٹر محمد حسین سیاہی فروش نے متولی کی طرف سے انتظام سنبھال لیا۔ اور ختم کا سلسلہ جاری کیا۔ اب وہ بھی فوت ہو چکا ہے اور ڈاکٹر بھی۔

شاہ عبدالرزاق مکیؒ قدس سرہٗ

شاہ عبدالرزاق شہر سبزوار سے لاہور آئے اور حضرت شاہ موج دریا بخاری کے مرید ہوئے داخل بیعت ہونے سے پہلے اکبر بادشاہ کے ماتحت ملازمت اختیار کی تھی جب فقر اختیار کیا تو پیر روشن ضمیر سے وہ فیض پایا کہ قطبیت کے درجہ پر پہنچے انارکلی میں آپ کا روضہ بہ رنگِ سبز موجود ہے اور پاس ہی عظیم الشان مسجد نیلے گنبد والی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ جسے منشی نجم الدین مرحوم نے دوبارہ مرمت کر کے آراستہ کیا تھا۔ اب اس کے ساتھ کثیر کرایہ کی دوکانیں ہیں جنہیں محکمۂ اوقاف نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔

شاہ عبدالرزاق موصوف ۱۰۸۴ھ/۱۶۷۳ء میں بعہد اورنگ زیب فوت ہوئے۔

بہر تاریخِ فوت او نامی ”شیخ حق بیں“ ز روئے رد گو
۱۰۸۴

سید پیر محمد شاہ شیرازی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

پیر صاحب موصوف کا اصلی وطن شاہ پور تھا۔ بیعت خاندان چشتیہ میں تھی وطن

سے موضع مزنگ واقع جانب جنوب شہر لاہور آئے تو قوم بلوچ ان کی مرید بن گئی۔ آپ بڑے فیض رساں بزرگ تھے۔ موضع مذکور میں آپ کا مقبرہ مشہور ہے جہاں آپ سنہ ۱۱۰۰ھ/۱۶۸۸ء میں بعہد عالمگیر فوت و دفن ہوئے۔

محمد شاہ شد از دارِ فانی　　بحکمِ مالکِ کونین یزداں
وصالش "شیخ قطب الاولیا" گو　　دگر "قطب جہاں مفتاح عرفاں"
۱۱۹۰ھ　　۱۱۰۰ھ

حضرت شاہ درگاہی قادری

یہ بزرگ حضرت شاہ چراغ گیلانی لاہوری کے مرید صاحب کشف و کرامات و صدق و صفا۔ اور زہد و ریاضت میں مشہور تھے۔ آپ کی دعا مستجاب تھی۔ ہر وقت اہل حاجت کا ہجوم رہتا تھا۔ حضرت شاہ اسماعیل محدث کے مزار کی والی طرف ان کا مزار ہے۔ ایک کنواں جو چاہ پانی واتیاں کے نام سے مشہور ہے آپ کے مزار کے پاس تھا جس پر اب پمپ لگا دیا گیا ہے۔ اس چاہ کے زمیندار آپکے مرید تھے۔ اس کنوئیں کے زمیندار کے لڑکے کے بدن پر پھوڑے نکل آئے۔ جو پنجابی زبان میں پانی واتی کے نام سے مشہور ہیں۔ اُس زمیندار نے شفا کے لئے استدعا کی۔ آپ نے فرمایا اس بیماری کے لئے تیرے کنوئیں کا پانی دوا ہے۔ اسے اسکے پانی سے نہلا دو۔ چنانچہ نہلانے پر وہ فی الفور تندرست ہو گیا۔ اس روز سے آج تک لوگ اتوار کے دن اپنے ایسے مریض بچوں کو اُس پانی سے نہلاتے ہیں تو خدائے شافی شفا دے دیتا ہے۔ بعض اس کنوئیں پر سے ٹھیکریاں لے جاتے اور انہیں گھس کر پھوڑے پر لگاتے تھے تو زخم اچھے ہو جاتے تھے۔

Marfat.com

پیر زہدی لاہوری قدس سرہٗ

پیر زہدی کا اصل نام وجیہہ الدین ہے بکمال زہد و ریاضت زہدی مشہور ہوئے۔ پہلے شیخ سعدی بلخاری لاہوری نقشبندی (متوفی ۱۱۰۸ھ) سے فیض یاب ہوئے۔ پھر شیخ جان محمد سہروردی لاہوری (متوفی ۱۱۸۲ھ) سے۔ ان کی وفات کے بعد تعمیل حکم سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ۔ مکے، مدینے، بیت المقدس، بغداد، کربلا، نجف وغیرہ مقامات کی زیارت سے مستفیض ہوئے۔ واپس آکر حضرت میراں شاہ بھیکھ چشتی (متوفی ۱۱۳۱ھ) سے خرقہ چشتیہ حاصل کیا۔ پھر لاہور مراجعت فرما ہو کر شاہ محمد غوث لاہوری (متوفی ۱۱۵۲ھ) سے کلاہ سلسلۂ قادریہ پائی۔ الغرض ہر طریق میں مکمل ہوئے۔ آخر ۱۱۵۸ھ میں واصل بحق ہو کر مزنگ کے پاس دفن ہوئے۔ یعنی نصیر الدین محمد شاہ کے عہد میں۔

بتاریخ فوتش بگو نامیا — کہ "شیخ کبیر" است بے رویۓ بیم

پیر غازی المشہور بہ پیر از غیب قدس سرہٗ

اس بزرگ کے مزار کا پتہ لگنے کی ایک روایت ہے کہ یہاں شہزادی زیب النسا کو قریب خانقاہ علی الہجویری گنج بخش عمارت بنانی تھی مگر اس جگہ دیوار قائم نہیں رہتی تھی۔ زیادہ بنیاد کھودنے سے قبر برآمد ہوئی۔ چونکہ صاحب قبر کا نام معلوم نہ ہوا لہٰذا اسے پیر از غیب سے موسوم کیا گیا۔ ایک کرامت پیر صاحب کی یہ ہے کہ جس کا گلا متورم ہو گیا ہو وہ مزار سے ایک سنگریزہ اٹھا کر لے جاتا اور سوجی ہوئی جگہ پر پھیرتا ہے تو شفا ہو جاتی ہے اور وہ اس ٹھیکری کے برابر مصری وزن کر کے تقسیم کر دیتا ہے اور ٹھیکری پھر

وہیں چھوڑ جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ بزرگ حضرت داتا صاحب کے زمانے کے قریب ہی وفات پا کر یہاں دفن ہوئے ہوں اور حوادث زمانہ سے قبر دب گئی ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت پیر برہان قدس سرہٗ

پیر برہان اکبر بادشاہ کے عہد میں بخارا سے ہندوستان اور پھر لاہور تشریف لائے اور یہاں کے موجود الوقت بزرگوں حضرت میاں میر وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم سے فیض حاصل کیا۔ بعد وفات بیرون دہلی دروازہ مدفون ہوئے۔ مزار عالی شان تھا۔ نونہال سنگھ نے شہر کی بیرونی عمارات کو، جو رنجیت سنگھ کی تخریب سے بچی ہوئی تھیں، جب بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینکنے کی ٹھانی تو پیر برہان کے مزار پر بھی وار کیا اور وہ آگے حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد مبارک کو صاف کرنا چاہتا تھا کہ اس (نونہال سنگھ) کا باپ کھڑک سنگھ مر گیا۔ اسے نذر آتش کر کے واپس آ رہا تھا۔ کہ روشنائی دروازہ سے سنگِ قضا اس پر گرا اور وہ وہیں چت ہو گیا اور اسکیم دھری رہ گئی۔ پھر اسکے بعد سکھ راجے یکے بعد دیگرے آپس میں لڑ کر اسی طرح قتل ہونے شروع ہوئے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ گرامی چاک کرنے والا پرویز اور اس کا خاندان تباہ ہوا تھا اور پھر امتِ محمدیہ اس کی مملکت پر قابض ہو گئی تھی۔

الغرض سکھوں کی حکومت کے خاتمے کے بعد عقیدت مندوں نے پھر پیر برہان کے مزار کو ٹھیک کر دیا۔

Marfat.com

مکانِ مزار حاجی جمیعت مرحوم و مزار قدم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

مفتی غلام سرور حدیقۃ الاولیا میں لکھتے ہیں کہ یہ مزار ریل کے پڑاؤ کے شمال کی طرف غیر آباد پڑا ہے۔ اس بزرگ کا اصل نام حاجی جمیل تھا۔ اور بیعت بخدمت شاہ رنگ بلاول[1] حضرت لال حسین لاہوری (متوفی ۱۰۰۸ھ) کی خدمت میں تھی۔ سُرخ سنگ قدم شریف حاجی صاحب موصوف کے بزرگ ایران سے لائے تھے اور پھر یہ اسی کو لاہور ساتھ لے آئے اور اس پر ایک گنبد بنوا دیا۔ قدم شریف روضہ کے تین طرف جو عبارت لکھی تھی وہ مفتی صاحب نے نقل کر کے حدیقۃ الاولیا میں یوں درج کی ہے۔

انہ مسعود ومن مسعود الی ابنہ سالم ومن سالم الی ابنہ مسلم ومن مسلم الی ابنہ عاقل ومن عاقل الی ابنہ جوہر ومن جوہر الی ابنہ باقر ومن باقر الی ابنہ اسعد ومن اسعد الی ابنہ نصیر ومن نصیر الی ابنہ ظاہر ومن ظاہر الی ابنہ طیّب ومن طیّب الی ابنہ مجیب ومن مجیب الی ابنہ حبیب ومن حبیب الی ابنہ جمیل۔

اس عبارت کے چند ابتدائی حرف اڑ گئے تھے۔ ثابت ہوتا ہے کہ یہ قدم شریف اتنی پشت حاجی جمیل کے خاندان میں رہا۔ مگر افسوس کہ اب کسی نے گنبد کے کانسی کا رنگ اڑا کر سفید استرکاری کر دی ہے اور قدم شریف کمال بے ادبی

---

[1] اگر شاہ رنگ بلاول سے شاہ بلاول قادری مراد ہیں تو وہ شیخ لال حسین کے نہیں بلکہ حضرت شمس الدین لاہوری کے مرید تھے اور ۱۰۴۶ھ میں شیخ موصوف سے ۳۸ برس بعد فوت ہوئے تھے۔

Marfat.com

کے ساتھ گنبد میں رکھا ہے۔

مزار علی رنگریز قدس سرہٗ

یہ صاحب رنگریزوں کے پیر ہیں۔ مزار کو چار دیواری محیط ہے۔ اس کا محل وقوع وہ سڑک ہے جو دہلی دروازہ سے میاں میر کو جاتی ہے۔ شیخ محمد صالح اور عنایت اللہ کے گنبد (اب گرجا گھر) کے پاس۔ مزار اونچے تھڑے پر ہے۔ سیڑھیاں جنوب مغربی سمت میں۔ اسی طرف دروازہ پر ایک کتبہ نصب ہے جس میں تین اہل مزار کے نام ثبت ہیں۔ ۱- علی - ۲- ولی برادر علی - ۳- باہو۔ تاریخ تعمیر ۱۲۹۱ھ ۱۸۷۴ء لکھی ہے۔ مگر مزار بہت قدیمی ہے۔

فضل شاہ مجذوب نوشاہی قدس سرہٗ

یہ بزرگ مرید تھے رحمان شاہ کے۔ اور یہ محمد صدیق کے۔ اور یہ شاہ فرید لاہوری کے۔ اور یہ پیر محمد سچیار کے۔ اور یہ مرید تھے حاجی محمد نوشاہ گنج بخش کے۔ فضل شاہ کا عروج سکھوں کی سلطنت کے آخری ایام میں ہوا۔ مہاراج اور امیر وزیر سب ان کے پاس آتے اور سینکڑوں روپیہ نذر کرتے جو ان کا بیٹا بلند شاہ اٹھا کر لے جاتا۔ یہ فقیر مستانہ حالت میں پھرتے ہوئے لوگوں کو گالیاں دیتے۔ راجہ دینا ناتھ فضل شاہ کا بڑا معتقد تھا۔ انکے پاس ایک منشی مقرر کر رکھا تھا۔ جو ان کی باتیں لکھ کر راجہ کے سامنے پیش کرتا۔ ہزارہا روپیہ اور نقد و جنس راجہ موصوف انکے بیٹے کو دیتا رہتا۔ انکے لیے مکان بنوا دیا تھا۔ سید محمد لطیف تاریخ لاہور صفحہ ۱۳۲ میں لکھتے ہیں کہ فضل شاہ سید پور تحصیل ظفروال

Marfat.com

ضلع سیالکوٹ کے باشندے تھے۔ آپ سکھوں کے عہد میں لاہور آئے اور ایک مسجد کی امامت اختیار کی۔ پھر عینک سازی شروع کی۔ اس کے بعد آپ رحمان شاہ نوشاہی فقیر کے مرید اور مست فقیر ہو گئے۔ راجہ دینا ناتھ آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ ہر روز زیارت کو آتے اور آپ کی روحانی طاقت کا لوہا مانتے تھے۔ راجہ صاحب اکثر ہزاروں روپیہ آپ کی نذر کرتے مگر آپ یہ روپیہ واپس کر دیتے اور اس دیئے کی کچھ پرواہ نہ کرتے۔ مجذوبانہ حالت میں آپ راجہ کو گالیاں دیتے اور پتھر مارتے مگر وہ ناراض ہونے کی بجائے اسے فقیر کی توجہ فرمائی پر محمول کرتے۔

فضل شاہ ۱۸۵۴ء (۱۲۷۰ھ) میں فوت ہو گئے اور مستی دروازہ کے باہر اس جگہ دفنائے گئے جو راجہ صاحب نے فقیر کی زندگی میں بنائی تھی اور جو چار دیواری کے اندر میونسپلٹی کے باغ میں ہے۔

مرا گفت ہاتف کہ اے پیر نامی ... "سر دفتر فضل" تاریخ یابی
۱۸۵۴ء

سید بلند شاہ نوشاہی قدس سرہٗ

فضل شاہ کے مزار کے پاس ہی بلند شاہ کی قبر ہے جو فضل شاہ کے بیٹے تھے اور جو ۱۲۸۷ھ ۱۸۷۰ء میں فوت ہوئے۔ قبر کی شمالی طرف سنگ مرمر کی تختی پر یہ قطعہ تاریخ ثبت ہے

تاریخ وفات سیادت پناہ سید بلند شاہ غفر اللہ لہٗ

سہ شنبہ از صفر بست و نہم بود ... کہ واصل شد بحق آں دیں پناہی
بگو از سال ترحیلش کہ "بادا ... مقامش جنت الماویٰ الٰہی"

(نوٹ) میرے حساب میں تاریخی جملے سے صرف ۱۰۷۸ برآمد ہوتے ہیں۔ صحیح تاریخ یہ کیوں نہ کہیں کہ ع بلند شاہ کی تاریخ ہے "بلند اختر"
۱۲۸۷ھ

Marfat.com

حضرت شاہ کنٹھ نوشاہی قدس سرہٗ

نوشاہی بزرگوں میں سے شاہ کنٹھ صاحب کشف و کرامات مشہور ہیں مزار موچی دروازہ کے باہر پرانی میوہ منڈی کے قریب ہے پہلے قبر کے گرد صرف چار دیواری تھی۔ پھر ارادتمندوں نے گنبد بنا دیا۔ اکثر لوگ اس خاندان کے مرید ہیں بزرگ کی تاریخ وفات ۱۴ ربیع الاول ۱۲۱۹ھ (مطابق ۲۳ جون ۱۸۰۴ء) یعنی پیر مراد شاہ لاہوری سہروردی سے تقریباً ۴ برس بعد۔ محکمہ اوقاف نے ایسے مزاروں کو اپنی تحویل میں نہیں لیا۔ کیونکہ ان کے ساتھ نفع بخش وقف نہیں۔ اس سے آگے شیخ موسےٰ آہنگر خلیفہ حضرت عبدالجلیل کا روضہ ہے وہ بھی نہیں لیا گیا اور حضرت عبدالجلیل کی درگاہ کا وقف جو نا تمی کی حسب مرضی اس کے ماموں صاحب اشرف خاندان نے کیا تھا لے لیا گیا ہے جو اس وقت بیس لاکھ روپیہ کی مالیت کا ہے اس دستگیری سے غلام دستگیر نے جو سلسلہ و اشاعت حالات بزرگان و قیام آثار بزرگاں جاری کر رکھا تھا وہ فی الحال مسدود ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے اجرا کے لئے کوئی سبیل پیدا کرے آمین۔

شیخ موسےٰ کھوکھر قدس سرہٗ

اس بزرگ کا مزار محکمہ نجی کے روبرو بھاٹی دروازہ کے باہر ہے شیخ بہاول دریائی (متوفی ۹۸۳ھ) سے ان کو فیض پہنچا۔ شیخ لال حسین لاہوری (متوفی ۱۰۰۸ھ) جو ان کے پیر بھائی تھے۔ ان کا بہت ادب کرتے تھے ان کی تمام عمر ریاضت و مجاہدہ میں گزری ثابت ہوا کہ آپ اکبری عہد کے بزرگ تھے۔

Marfat.com

شیخ محترم علیہ الرحمۃ

شیخ موصوف کے متعلق معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ کس خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ بدھو کے آدے کے مغرب کی طرف بہت عمدہ گنبد کے نیچے مزار ہے۔ جس کے اندر آیاتِ قرآنی، درود شریف اور قطعہ تاریخ وفات لکھا ہوا ہے۔ یہ مقام کس مپرسی کی حالت میں ہے۔ بہر حال قطعہ تاریخ یہ ہے۔

ہادیٔ سالکانِ راہِ نجات — آں سلیماں دل و خرد آصف
قطب حق شاہ محترم زجہاں — رفت در بزم اولیائے سلف
سالِ تاریخِ رحلتش جستم — گفت طبعِ سلیم نیک خلف ۷۹۰ھ

۷۹۰ھ / ۱۳۸۸ء تغلق شاہ ثانی کا عہد ہے۔

سیّد عبد اللطیف نے جو دوسرا قطعہ تاریخ ص۱۳۳ پر نقل کیا ہے اور اس سے ۱۱۰۲ھ / ۱۶۹۰ء (عہدِ عالمگیر) برآمد ہونا بتایا ہے وہ میں نہیں سمجھ سکا۔

حضرت شاہ فرید نوشاہی قدس سرّہٗ

سیّد فرید نوشاہی صاحب کمال نوشاہی بزرگ تھے۔ پہلے امرائے شاہی میں اعلیٰ منصب پر جاگیردار تھے۔ جاذب حقیقی نے اپنی طرف کھینچا اور شیخ پیر محمد سچیار (متوفی ۱۱۵۲ھ) کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے۔ ذکرِ الٰہی نے ایسی لذت بخشی کہ اپنی سب دولت فقیروں کو دے کر فقر اختیار کر لیا۔ خرقۂ خلافت پا کر لاہور آئے۔ ہزارہا لوگ ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ اب بھی اس سلسلہ کے مرید لاہور میں بہت ہیں۔

اس بزرگ کا مزار موضع ڈھولنوال کے قریب لاہور سے تین میل جنوب کی طرف ہے

Marfat.com

نصیر الدین محمد شاہ کے عہد کے یہ بزرگ ہوئے ۔ جو ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۹ء سے ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء تک حکمران رہا ۔

سیّد عبد القادر لاہوری قدس سرہٗ

آپ گیلانی سیّد جلال الدین بغدادی کے فرزند ارجمند تھے ۔ اکبر بادشاہ کے عہد میں بسلسلۂ سیاحت ہند آئے اور سیر سے سیر ہو کر لاہور میں طرحِ اقامت ڈالی ۔ انکی بزرگی کا شہرہ سن کر نواب میر کفایت خان نے اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کر دیا جس سے تین بیٹے پیدا ہوئے (۱) سیّد حاجی (۲) سیّد سلطان (۳) سیّد غیاث الدین المشہور سیّد دولت شاہ اوّل الذکر کے ہاں سیّد فتح محمد پیدا ہوا ۔ اس کا فرزند سیّد حمید ۔ اسکا سیّد سعید ۔ اسکا سیّد شاہ حسین ۔ اسکا سیّد زندہ علی ۔ اس کا بیٹا سیّد شاہ سوار سجادہ نشین مزار شیخ طاہر بندگی ۔ اور سیّد زندہ علی کا پوتا بہادر بن چراغ شاہ (مفتی غلام سرور کے وقت) مُہرکنی کا کام کرتا تھا ۔

سیّد عبد القادر کا مزار مزنگ سے مشرق کی طرف ہے ۔

شیخ گھلن شاہ سرمست قادری قدس سرہٗ

یہ بزرگ شیخ طاہر قادری لاہوری (متوفی ۱۰۴۰ھ / ۱۶۳۰ء عہد شاہجہانی) کے مرید مستانے طریق پر رہا کرتے تھے ۔ انکے تین مرید اور تھے (۱) ابو محمد قادری (۲) سیّد صوفی (۳) شیخ احمد بنوری ۔

شیخ گھلن کا مزار موری دروازہ لاہور کے باہر ہے ۔

Marfat.com

مزارات احاطہ تکیہ انبلی والا موجودہ شہر لاہور

اس احاطہ میں (چشم دید مفتی صاحب مرحوم) چار دیواریں اور تین چبوترے تختہ چونہ گچ موجود ہیں۔ ان پر سید محمد غوث گیلانی اوچی کی اولاد کے مزارات ہیں۔ جن کا ذکر اولیائے قادری کے حالات میں ہو چکا ہے۔

ایک چبوترے پر سید صوفی علی بن سید بدرالدین بن سید اسماعیل کی قبر ہے۔ اور سید عمر اور سید ہاشم اور سید عبدالقادر المشہور شاہ گدا کی بھی اسی چبوترے پر قبور ہیں۔ ایک چار دیواری میں مزار سید قاسم بن سید صوفی اور ان کی اولاد کے مزارات ہیں۔ دوسری چار دیواری میں حضرت سید جہان شاہ اور میر میران اور سید ابوالبرکات سید شاہ آسودہ ہیں۔ اس کے پاس کے چبوترے پر سید اسماعیل کا مزار ہے۔ اور ایک علیحدہ جگہ پیر محمد شاہ گیلانی کا مرقد ہے۔ ان کے فرزند پیر شاہ سردار مفتی صاحب مرحوم کے عہد میں زندہ تھے۔

پیر چراغ شاہ قادری علیہ الرحمۃ

پیر صاحب موصوف ملک دکن سے وارد لاہور بزرگ سید علی گیلانی متوفی ۱۲۸۰ھ کے مرید تھے۔ آپ نے عبادت و ریاضت میں فروغ پایا اور مدت العمر یہاں رہ کر خدا پرستی اور ہدایت و ارشاد میں مصروف رہے۔

پیر و مرید کے مزار روشنائی دروازہ کے باہر ہیں۔ بر صاحبان انگریزی تسلط کے بعد کے بزرگ ہیں یعنی نانی کی ولادت ۱۳۰۰ھ ۱۸۸۳ء کے لگ بھگ۔

Marfat.com

پیر محمد سلطان قادری مرگ نینی قدس سرہٗ

یہ بزرگ بڑے حسین چشم ہونے کی وجہ سے مرگ نینی (آہو چشم) مشہور ہوئے۔
شجرۂ ارادت یہ ہے۔ محمد سلطان مرید سندھی شاہ۔ یہ مرید عاقل شاہ۔ یہ مرید ملا شاہ۔ یہ مرید سلیمان شاہ۔ یہ مرید نور جمال۔ یہ مرید پیر محمد شفیع قادری۔ یہ مرید محمد حیات ولی۔ اور یہ مرید حضرت شاہ قمیص قادری ساڈھوری۔ (متوفی ۹۹۲ھ)

حافظ غلام محمد المشہور امام گاموں قدس سرہٗ

حافظ صاحب موصوف بن محمد صدیق چند پشت سے مسجد وزیر خاں کی امامت پر فائز تھے آپ فاضل اجل اور پر تاثیر واعظ تھے۔ طریقت میں عبداللہ شاہ قادری بلوچ سے ارادت تھی۔ جو ۱۲ ھ میں فوت ہوئے۔ ان کا حال قادری مشائخ کے حالات میں ملاحظہ کریں۔

حافظ غلام محمد شاعر بھی تھے ان کے عاشقانہ ابیات زبان زد خلق رہے ہیں۔
انکے بعد امام الٰہ بخش پسر حافظ صاحب موصوف امام ہوئے پھر انکے فرزند امام محمد امام ہوئے۔
حافظ صاحب موصوف نے مغلیہ خاندان کے بادشاہ محمد اکبر ثانی کا زمانہ پایا۔

حضرت پیر ڈھل مجذوب قدس سرہٗ

ڈھل محلہ میں جو اس پیر کے نام سے موسوم ہے۔ پیر موصوف کا مزار ہے مسجد بگی خان تعمیر کردہ ۱۱۸۸ھ ۱۲۵۷ھ اس مزار کے مشرقی جانب ہے بقول رائے بہادر کنھیا لال مؤلف تاریخ لاہور

Marfat.com

(اردو) یہ پیر، حضرت قطب العالم عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی لاہوری (متوفی یکم رجب ۹۱۱ھ مطابق ۸ دسمبر ۱۵۰۵ء) کے ارادتمندوں میں سے تھے اور بقول مفتی غلام سرور مرحوم اکبری عہد میں موجود صاحب کشف و کرامت و سکر و جذب تھے۔ بہت سے لوگ ان کی بزرگی کے قائل تھے۔ اب بھی لوگ ان کی بزرگی کے قائل ہیں۔ اور بہت لوگ جمعرات کو مزار پر جا کر فاتحہ کہتے ہیں (حدیقۃ الاولیا صہ ۱۵۸)

شیخ محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ موصوف کا مزار قدیم شالامار باغ کی سڑک پر شمال کی طرف۔ سید گھوڑے شاہ کے مزار کے مقابل ہے آپکے بہت سے مرید لاہور اور امرتسر میں تھے۔ آپ لاہور میں (جمادی الاولی ۱۲۸۳ھ (مطابق ۲۷ ستمبر ۱۸۶۶ء) کو فوت ہوئے۔ مزار زیر گنبد تہ خانہ میں ہے۔ گنبد مریدوں نے آپ کی زندگی میں بنایا تھا۔ اسکے جنوب کی طرف اسی احاطے میں ایک وسیع مسجد صحن دار ہے۔ ساتھ کنواں بھی ہے۔ یہ پرانی مسجد تھی جسے آپکے مریدوں نے مرمت کیا۔

میاں مونگر مجذوب قدس سرہٗ

میاں مونگر کے حالات عجیب و غریب تھے۔ مفتی غلام سرور صاحب شیخ حاجی محمد کا قول اخبار الاخیار سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم دہلی سے لاہور آئے۔ میاں حسن لودلہ مجذوب (متوفی ۹۶۴ھ) بھی ہمارے ساتھ چلا آیا۔ جب بازار نخاس میں پہنچے تو میاں مونگر بھی آ گئے اور حسن کو دیکھ کر کہا۔ تجھے لاہور سے کیا کام ابھی واپس جاؤ۔ چنانچہ وہ اسی وقت

Marfat.com

دہلی لوٹ واپس ہوا۔

سال وفات ۹۸۰ھ (مطابق ۱۵۷۳ء عہد جلال الدین اکبر بادشاہ میں)

تاریخ منظوم :

جناب شیخ مونگر عاشق مست چو در خلد معلٰے یافت توفیق

چو سال ارتحالش جست سرور عیاں شد از "دو معلٰے پیر تحقیق"

۹۸۰ھ

معصوم شاہ مجذوب لاہوری قدس سرہٗ

یہ مجذوب صاحب جذب و استغراق و بے ہوشی و بے خودی جامع خوارق کرامات تھے۔ محلہ سید مٹھا میں ایک پرانی حویلی کے دروازے میں قیام تھا۔ ہر وقت سامنے آگ جلائے رکھتے۔ گھر کی چوبی دہلیز پر بارہ برس آگ جلائی پھر بھی وہ جلنے سے محفوظ رہی۔ مفتی صاحب مرحوم اپنے ایک دوست شیخ وہاب الدین کا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بیوہ ہندو عورت کسی سے کپڑا کشیدہ نکالنے کے لئے لائی۔ معصوم شاہ کے پاس سے گزری تو آپ نے وہ کپڑا لے کر آگ میں ڈال دیا۔ اور وہ جل کر راکھ ہو گیا۔ وہ مجذوب سے ڈرتی ہوئی کچھ کہہ نہ سکی اور روتی ہوئی چل دی۔ اور محلہ کے مقدم نور محمد سے حال بیان کیا وہ اسے لے کر معصوم شاہ کے پاس آیا اور کہا یا حضرت! یہ عورت بیوہ مزدوری پر کشیدہ کرنے کے لئے کپڑا کسی سے لائی تھی۔ یہ بیگانہ کپڑا آپ نے جلا دیا۔ غریب اُجرت سے بھی محروم ہوئی اور کپڑے کی قیمت بھی بھرنی پڑی۔ اس کے پاس دینے کے لئے دام نہیں۔ آپ نے ناحق اس عاجزہ پر ظلم کیا۔ یہ سن کر معصوم شاہ ہنسے اور راکھ دور کر کے کپڑا نکال دیا جو کشیدہ کیا ہوا تھا۔ اسے حوالہ کر کے کہا۔ مائی! جو کام تم نے کئی روز میں کرنا تھا وہ ہم نے ایک دن میں کر دیا۔

Marfat.com

آپ ۱۲۲۱ھ (مطابق ۱۸۰۶ء تخت نشینی محمد اکبر ثانی بادشاہ کے عہد) میں فوت ہوئے مزار لوہاری دروازہ کے باہر ہے۔ تاریخ منظوم :-

آں شہِ کون و مکاں معصوم شاہ | بود ذاتش طالب و مطلوب عشق
سال وصلِ او چو جستم از خرد | گفت اے سرور بگو "مجذوب عشق"
۱۲۲۱ھ

مستقیم شاہ لاہوری فیض پوری مجذوب قدس سرہٗ

یہ صاحب حجامت پیشہ تھے ایک صاحبِ جذب فقیر کو ان کی خواہش پر پانی لاکر پلایا تو انکی کرم نگاہی سے بے ہوش ہو گئے۔ تین دن کے بعد ہوش آیا تو تارک دُنیا ہو کر فیض پور پہنچے اور باقی عمر جذب و مستی میں گزاری اور مظہر کرامات ہوئے۔

ایک کرامت انکی یہ لکھی ہے کہ فیض پور کے حاکم عطر سنگھ نے شیشم کا ایک بڑا درخت کٹوایا کہ اسے چھکڑے پر لاد کر لاہور لائے وہ اتنا بھاری تھا کہ کئی آدمیوں سے نہ لادا جا سکا۔ اتنے میں مستقیم وہاں آ گئے اور کہا ہٹو میں لاد دیتا ہوں چنانچہ تنہا اُٹھا کر چھکڑے پر رکھ دیا۔

۱۲۴۰ھ ۱۸۲۴ء میں (کہ محمد اکبر ثانی بادشاہ کا عہد تھا) فوت ہو کر اُسی موضع فیض پور میں دفن ہوئے۔ فقیری اور بزرگی ذات پر منحصر نہیں۔ جس پر اللہ تعالیٰ کی نظر کرم ہو جائے اسکا بیڑا پار ہو جاتا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ارشاد ربانی ہے ترجمہ آیت قرآنی

خدا نے بنائے شعوب و قبائل | کہ اک دوسرے کی رہے جان پہچان
مگر نزد حق سب سے بڑھ کر مکرم | وہ ہے جو بڑا متقی و مسلمان

منظوم تاریخ :-

زیں جہاں چوں بہ جنت الاعلیٰ | یافت جاہ مستقیم روشن ولی
بہر تاریخِ رحلتِ آں شاہ | شد ندا "مستقیم روشن ولی" (سرور)
۱۲۴۰ھ

Marfat.com

جلے شاہ مخدوم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ سرمست جذب و استغراق تھے۔ سر پر بہت بھاری پگڑی رکھتے۔ اور ناقابلِ فہم الفاظ بولتے۔ حاضر خدمت ہونے والے کی طرف کم ہی متوجہ ہوتے۔ بعض اوقات انکے دل کا حال برملا بیان کرتے۔ کوئی مکان نہ تھا لاہور کے بازار و کوچہ میں اکثر پھرتے رہتے اسی طرح عمر گذار کر ۱۲۶۵ھ ۱۸۴۸ء میں جاں بحق تسلیم ہو گئے۔

فقیر تاجے شاہ مجذوب لاہوری قدس سرہٗ

فقیر مذکور مست و مجذوب تھے۔ کبھی شہر میں کبھی جنگل میں پھرا کرتے۔ زبان سے اکثر مستانہ باتیں سرزد ہوتی تھیں۔ کبھی حاضرین کے فی الضمیر سے بھی اطلاع دے دیا کرتے۔ لاہور کے لوگ انکے معتقد تھے۔ سکھوں کی سلطنت کی بربادی کا حال پہلے ہی بتا دیا تھا۔ یعنی جس روز رنجیت سنگھ مرا تھا اسی دن کہہ دیا تھا کہ نو برس اور سلطنت رہے گی۔ پھر پنجاب کے مالک فرنگی ہو جائیں گے۔ انکے متعلق اور بھی تذکرے مشہور ہیں۔

ایک دفعہ ایک شخص نور ابخار جس کے اولاد نہ رہتی تھی دعا کے لیے حاضر ہوا۔ فرمایا اب تمہارے گھر بیٹا پیدا ہوگا عمر دراز۔ اُس کا نام بوڑا رکھنا۔ چنانچہ وہ پیدا ہوا وجود تحریر حدیقۃ الاولیا تیس برس کا ہے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے مرض الموت میں آپ کو بلایا اور اپنی صحت کے لئے عرض کی۔ آپ نے جواب دیا کہ مرنا سب کو ہے۔ جس طرح تیرا اور میرا باپ مرگیا ہے تو بھی مرنے والا ہے۔ چندن کی لکڑی تیرے جلانے کے لئے لانی چاہیئے۔ یہ سُن کر وہ ناامید ہوا۔ جب تاجے شاہ قلعہ سے نکلے تو رنجیت سنگھ نے (۱۲۵۶ھ مطابق ۱۸۳۶ء)

Marfat.com

جان دے دی۔ تاجے شاہ خود ۱۲۶۱ھ (مطابق ۱۸۴۵ء) جاں بحق تسلیم ہوئے۔ مزار موچی دروازہ کے باہر سبزی منڈی کے در سے مشہور ہیں اور ساتھ مسجد آباد۔ محکمہ اوقاف کے قبضہ کرنے سے واضح ہے کہ زیر مسجد دکانوں کی آمدنی کثیر ہو گی۔

تاریخ منظوم ؎

رفت از دنیا چو در خلد بریں — شیخ تاجے شاہ پیر رہنما
مست مجذوبے بگو تاریخ او — نیز "عاشق مست کامل رہنما"
۱۲۶۱ھ

"مست مجذوبے" ٹھیک تاریخ ہے۔ دوسری نہیں (ناقل)
۱۲۶۱ھ

جس سال آپ کی رحلت ہوئی اسی سال راجہ ہیرا سنگھ کو جلا پنڈت کے ساتھ برلب دریائے راوی سکھی فوج نے قتل کر دیا اور راجہ سوچیت سنگھ بھی قتل ہوا۔ اس سے ایک سال پہلے سردار جیت سنگھ راجہ دھیان سنگھ۔ راجہ شیر سنگھ بن رنجیت سنگھ بھی قتل ہو چکے تھے مہر گھیسٹے کی موت بھی اسی سال قتل سے واقع ہوئی مفتی صاحب نے تاریخ کہی ؎

جہانِ فانی سے جبکہ پہنچا بدارِ باقی صفا گھیسٹا
تو بعد قتل آہ کو بر زن میں کیسا ہوا ہوا گھیسٹا
ز بہر تاریخ قتل اس کے بہت تجسس جو کی تو آخر
یہ دل سے آئی ندا "گھیسٹا زمین پہ ہے گیا گھیسٹا"

اسی سال فقیر عزیز الدین مرحوم فوت ہوئے۔ اور فقیر تاجے شاہ کی وفات سے دوسرے سال سردار جواہر سنگھ وزیر کو سکھوں کی فوج نے بلا کر ٹھکانے لگا دیا۔ الغرض اسی طرح آپس میں لڑ کر سکھوں کے راجے اور سردار مارے گئے اور حسب پیشگوئی تاجے شاہ انگریز حکمران بن گئے تلک الایام نداولہا بین النّاس قرآنی ارشاد ہے۔ انگریز بھی گئے۔ پاکستان بنا۔

Marfat.com

مستان شاہ مجذوب قدس سرہٗ

آپ اہلِ کمال اور اہلِ حال مست مجذوب تھے۔ تارک دنیا اور مستغنی المزاج۔ دُنیا اور اہلِ دنیا سے سروکار نہ تھا۔ اکثر اوقات سروپا برہنہ لاہور کے بازاروں میں اور کبھی کبھی ویرانوں میں پھرتے رہتے۔ موسم سرما میں موٹا کمبل جسے پنجابی میں بھورا کہتے ہیں اوڑھے رہتے اور کبھی کسی سے سوال نہ کرتے۔ اور آدمی جو کچھ از قسم نقد، خوراک اور پوشاک پیشکش کرتے اسکی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھتے۔ جو کوئی چاہتا اٹھا لیتا۔ اور کبھی خود اٹھا کر اسے دے دیتے۔ کمہاروں کے کام کی طرف رغبت تھی۔ اکثر ان کی دوکان پر جا کر بہت عمدہ مٹی کے برتن بناتے اور آہستہ آہستہ کچھ بولتے رہتے۔ ایک بات دس دفعہ کہتے مگر لوگوں کی سمجھ سے بالاتر۔ جب بھوک تیز ہوتی تو درختوں کے پتے کھانے لگتے۔ اور کبھی شہنے جو چھوٹے سے جنگلی جانور ہیں پکڑ کر پتوں میں بے نمک پکا کر کھاتے۔

رنجیت سنگھ والیٔ لاہور اکثر آپ کے پاس آتا اور سینکڑوں روپیہ نذر کرتا اور آپ اسکی طرف کچھ توجہ نہ کرتے بلکہ اسے گالیاں دیتے۔ آپ سے بے اختیار کئی کرامتیں ظاہر ہوتی تھیں۔ چنانچہ ایک دفعہ راقم الحروف (مفتی غلام سرور) نے مزنگ سے، جو لاہور کے مضافات میں ہے، لاہور کی طرف آرہا تھا دیکھا کہ مستان شاہ راہ میں ننگے بدن بیٹھے ہیں۔ میں زیارت کے لئے وہاں کھڑا ہو گیا۔ آپ اُٹھے اور چاہ پانی والیاں کو جو درگاہی شاہ کے مزار کے متصل ہے تشریف لے گئے اور مٹی کا برتن جسے پنجابی میں ٹنڈ کہتے ہیں نکال کر لے آئے اور چند اینٹیں جمع کر کے چولہا بنا دیا اور ٹنڈ کو اسکے اوپر رکھا اور کھیت سے ساگ پالک کے چند پتے لا کر اس میں ڈالے اور شاہ اسماعیل (متوفی ۱۲۴۹ھ) کے مزار کے درخت سے چند خشک خاردار ٹہنیاں لے کر چولہے میں رکھیں اور ہاتھ ہلا کر ہوا دی تو وہ جلنے لگیں اور ہنڈیا پکنے لگی۔ میری طرف دیکھ کر اینٹ

Marfat.com

اُٹھائی اور فرمایا چلا جا کیا دیکھتا ہے میں نے مشاہدہ کیا کہ مستان شاہ نے تمام چیزیں جابجا سے اکٹھی کیں اور آگ کہیں سے نہیں لائے تھے۔ مگر ہاتھ ہی ہلانے سے آگ جلی اور ہنڈیا پکنے لگی۔

مفتی صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے دوستان مشفق میں سے ایک دوست شیخ وہاب الدین لاہوری کا بیان ہے کہ میں ایک دن شہر سے باہر ایک ٹیلے پر بیٹھا ہُوا تھا۔ بھوک لگی ہوئی تھی کوئی چیز کھانے کو دل چاہا کہ اسی اثنا میں مستان شاہ پہنچ گئے۔ میں نے کہا کہ مستان شاہ آئے ہیں، ہمیں کچھ کھانے کو دیں گے۔ یہ بات سُن کر انہوں نے ہاتھ پشت کی طرف کیا اور گندلی روٹی غیب سے لے کر ہمارے حوالے کی۔ جب ہم نے کھائی تو وہ روغنی تھی۔

یہ بات تحقیقی ہے کہ ایک دفعہ امام شاہ جو رنجیت سنگھ حاکم لاہور کا ملازم تھا کسی وجہ سے امرتسر میں قید کر دیا گیا اور اپنی خلاصی کے لئے ایک فقیر سے دعا کی التجا کی۔ اُس نے کہا کہ قبرستان میں شاہ مجذوب سے عرض کرنا چاہیئے۔ اُس نے اپنا ایک آدمی مستان شاہ کے پاس لاہور بھیجا وہ کچھ کھانا لے کر انکے پاس گیا اور دل میں امام شاہ کی رہائی کا خیال رکھا۔ مستان شاہ کھانا کھانے لگے۔ اور اس سے فارغ ہو کر دو انگلیوں سے اشارہ کیا اور ہاتھ سے تسلی دی اُسی دن امام شاہ کو قید سے رہائی مل گئی اور دو روپیہ یومیہ اسکے لئے مقرر ہُوا۔

مستان شاہ ۱۲۷۳ھ (مطابق ۱۸۵۶ء) میں فوت ہوئے۔ تاریخ منظوم از مفتی صاحب موصوف:

چو از دنیا بفردوسِ بریں رفت | شہِ مستانِ حق دیوانہ عشق
بسالِ ارتحالِ آں شہِ دیں | بگو سرور "ولی مستانہ، عشق"

ایضاً

سفر کرد در جنتِ دائمی | چو رفت از جہاں آہ مستان شاہ
بتاریخ ترحیلِ آں مستِ عشق | بخواں "ماہِ دیں شاہ مستان شاہ"

۱۲۷۳ھ

Marfat.com

خواتین صالحات کا ذکر جو لاہور میں گذر چکی ہیں

بی بی حاج (حاج)، بی بی تاج، بی بی حور، بی بی نور، بی بی گوہر، بی بی شہباز

نوٹ :- یہ حالات کتاب خزینۃ الاصفیا سے منقول ہیں جو ۱۲۸۰ھ کی تالیف ہے مؤلف کو جو صحیح حالات معلوم ہوئے وہ انہوں نے اپنی دوسری کتاب حدیقۃ الاولیا تالیف ۱۲۹۲ھ میں بیان کر دیئے۔ بہرحال جو کچھ کتاب اول الذکر میں مرقوم ہے وہ حسب ذیل ہے۔

مشہور یہ بات ہے کہ یہ بیبیاں حضرت عقیل بن علی کرم اللہ وجہہ کی بیٹیاں ہیں (حضرت علی کے کسی بیٹے کا نام عقیل نہ تھا۔ ہاں بھائی کا نام ہے۔ ناؔمی) یہ تجرید و تفرید میں یگانۂ وقت تھیں اور زہد و تقویٰ میں فرد صیام دوام رکھتیں اور کبھی مہینے کے بعد اور کبھی پندرہ روز بعد طعام کھاتیں۔ جب واقعہ کربلا امام حسین المجتبیٰ کو درپیش ہوا تو یہ شام میں تھیں (جہاں یزید کا دارالخلافہ تھا؟ (ناؔمی) آپ یہ واقعہ سن کر کربلا کو آئیں۔ مگر واقعہ ہو چکا تھا یعنی سید الشہداء شہید ہو چکے تھے۔ حیران کار ہوئیں کہ اب کدھر جائیں آخر ایمائے غیب سے ہندوستان کو روانہ ہوئیں۔ رسالہ تحفۃ الواصلین میں لکھا ہے کہ یہ حضرات عالم طیر تھیں (یعنی اڑنے کی کرامت - ناؔمی) اپنے اصحاب اور خدام کے ساتھ ہندوستان پہنچ کر لاہور آئیں اور جہاں ان کے اب مزارات ہیں وہاں فروکش ہوئیں۔ اور کچھ عرصہ وہاں رہیں۔ ان کی پاکیزہ انفاس کی برکت سے بہت سی خلقت مشرف باسلام اور مرید ہوئی۔ جب لاہور کے حاکم کو اس کی خبر ہوئی تو وہ بہت آشفتہ

Marfat.com

ہوا اور انکی خدمت میں بیٹے کو بھیجا کہ میرے ملک سے چلی جائیں مگر وہ لڑکا حاضر خدمت ہو کر مرید اور وہیں کا ہو گیا۔ باپ کے پاس لوٹ کر نہ گیا۔ حاکم اس سے سخت غضبناک ہوا اور جنگ کے ارادہ سے فوج لے کر پہنچا۔ جب ان بیبیوں نے یہ بات سُنی تو دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے کہ یا اللہ ہمیں اس امر سے محفوظ رکھ کہ نامحرم مردوں کو دیکھیں۔ اور زمین کو حکم دے کہ ہمیں چھپا لے اسی وقت زمین جا بجا سے رب العالمین کے حکم سے پھٹی اور حضرات معصومہ اس میں سما گئیں اور انکے شاگرد اور غلام جو ہمراہ تھے راجہ نے شہید کر دیئے اور راجہ اپنے بیٹے کو ساتھ لے گیا۔ مگر وہ ارادتمند ہو کر وہیں پہنچا اور زندگی بھر انکے مزارات کا مجاور رہا۔ چنانچہ اب تک مجاور اپنے آپ کو راجہ کے بیٹے کی اولاد ظاہر کرتے ہیں۔ اسکی ارادت کے بعد بی بی (حاج) نے اس کا نام جمال لکھا تھا اور تحفۃ الواصلین میں یہ بھی مذکور ہے کہ نجومیوں میں سے ایک شخص جو اپنے وقت میں لاثانی تھا حضرت بی بی کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعوے کیا کہ میں علم غیب جانتا ہوں اور گذری ہوئی باتوں اور ہونے والے امور سے باخبر ہوں۔ چنانچہ بی بی صاحبہ کے خادموں سے جھگڑا شروع کیا۔ جب آپ نے یہ خبر سُنی تو کھانا تیار کیا اور مسافروں اور مسکینوں کو بلایا اور بڑی مجلس منعقد کی۔ ہر ایک کے سامنے قسم قسم کے لذیذ کھانے رکھے۔ اور نجومی کے آگے طعام کا ایک طبق رکھوایا جس کے نیچے عمدہ کھانا تھا۔ اس کے اوپر خشک روٹی۔ روٹی کے اوپر کھچڑی خام اور خشک تھی اس سے معلوم نہیں ہوتا تھا کہ اس کھچڑی کے نیچے پکا ہوا کھانا بھی ہے اور لوگ کھانے میں مصروف ہو گئے۔ اور نجومی ناپختہ کھانا دیکھ کر حیران ہوا اور کہا کہ مجھے بھی پکا ہوا کھانا دو۔ بی بی نے فرمایا کہ خشک کھچڑی طبق سے الگ کر دو اور جو طعام نیچے ہے اُسے کھاؤ۔ اور کہو کہ جب تجھے اتنا معلوم نہیں کہ کھچڑی کے نیچے کیا ہے تو غیب دانی کا دعوے نہ کر کہ یہ خاصۂ خدا ہے اور وہ اپنے خاص بندوں کو عطا کرتا ہے۔ نجومی شرمندہ ہوا

Marfat.com

الغرض ان حضرات کی قدامت میں کوئی شک نہیں اور ثابت ہے کہ یہ حضرات پاکدامنان متقدمین میں سے ہیں۔ چنانچہ تحفۃ الواصلین میں یہ مرقوم ہے کہ مخدوم علی گنج بخش ہجویری لاہوری تشریف لاکر لاہور سے باہر متوطن ہوئے تو ہر ہفتے حضرات پاکدامن کے مزارات پر تشریف لاتے تو بہت دور بیٹھ کر متوجہ ہوتے اور لحاظ اور ادب کی وجہ سے نزدیک نہ جاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کے مزار آپ کی تشریف آوری سے پہلے یہاں موجود تھے۔ مفتی صاحب غلام سرور یہ لکھ کر فرماتے ہیں کہ یہ بات اور کسی اہلِ تصنیف نے قبل ازیں تحریر نہیں کی کہ یہ حضرات فلاں خاندان سے ہیں اور کس سال اور کس سن کس جگہ سے لاہور تشریف لائیں اور کس مہینے اور کس سال واصل بحق ہوئیں۔ ہاں بزرگی، سیادت اور ولایت ان حضرات کی تحفۂ احمدیہ اور تذکرہ قطب العالم (تالیف شیخ ابوبکر جمال الدین برادر و خلیفہ حضرت عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی لاہوری عظمہ اللہ تعالیٰ) وغیرہ سے واضح ہے کہ بہت سے اولیائے کبار نے اس دربار عالی سے فیض باطن حاصل کیا ہے اور تا حال فیض عام جاری ہے۔ سینکڑوں اہلِ حاجت و مراد یہاں حاضر ہو کر اپنے مقصد حاصل کرتے اور مراد کو پہنچتے ہیں اور بی بی حلیماں المشہور بی بی تنوری ان حضرات کی خادمہ اور فیض یافتہ تھی۔ اس کا مزار بھی اس خانقاہ کے احاطہ میں ہے۔

(نوٹ) میں دوسری جگہ حضرت سید احمد توختہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ثابت کر چکا ہوں کہ یہ بیبیاں انہیں کی صاحبزادیاں تھیں اور تاتاریوں کے حملے کے وقت اللہ سے دعا کر کے نامحرموں کی دستبرد سے محفوظ اور زیر زمین پردہ پوش ہوئیں۔

حضرت عقیل اور حضرت علی اور حضرت جعفر طیار کی بیٹیوں کے یہ نام نہ تھے اور نہ ہی اس وقت کسی اور قریشی سید کی بیٹیاں ان ناموں سے موسوم تھیں اور گوہر شاہباز تو عربی زبان کے لفظ ہی نہیں۔ ان پاکدامن بیبیوں کے نسب کے متعلق کیسی غلط بات مشہور

اور داخل کتنب ہو گئے ہے۔

(نامی تربیلا پاکپتن ۲۲ راپریل ۱۹۶۱ء)

بی بی فاطمہ سیّدہ گیلانی قدس سرّھا

آپ حضرت میراں محمد شاہ موج دریا بخاری لاہوری کی زوجہ محترمہ اور سیّد صفی الدین (فرزند حضرت میراں) کی والدہ اور سادات گیلانی کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار سیّد عبد القادر ثالث بن سیّد عبد الوہاب بن سیّد محمد بالا پیر گیلانی ہیں۔ آپ بڑی بزرگ عابدہ، زاہدہ اور متقیہ تھیں۔ آباؤ اجداد سے کرامت و شرافت میراث میں پائی تھی اور بی بی کلاں کے خطاب سے مخاطب تھیں۔

کرامت

بی بی فاطمہ موصوفہ ایک دن اپنے دولت خانہ میں تشریف فرما تھیں کہ کسی سبب سے چادر مبارک مشکوک ہو گئی۔ اپنے ہاتھ سے اُسے دھویا اور دھوپ میں ڈالنا چاہا کہ سوکھ جائے۔ نماز عصر کا وقت تھا اور صرف گھر کے بیری کے درخت کی چوٹی پر دھوپ تھی۔ آپ اُس درخت کے پاس ضرورتاً تشریف لے گئیں اور فرمایا اے درخت مجھے چادر تجھ پر ڈالنا ہے اگر تو نیچا ہو جائے تو کام بن جائے۔ چنانچہ وہ اسی وقت پست ہو گیا اور جب بی بی صاحبہ نے چادر اس پر ڈال دی تو وہ پھر اونچا ہو گیا۔ حضرت موج دریا نے گھر کے صحن سے دیکھا کہ بی بی کی چادر درخت کے اوپر پڑی ہے تو انہیں شک گزرا کہ بی بی نے درخت پر چڑھ کر یہ کام کیا ہے۔ چنانچہ آپ اُسی وقت گھر کے اندر آئے اور غصّے سے ہمکلام ہوئے۔ حضرت بی بی نے قسم کھا کر بتایا کہ میں درخت پر نہیں چڑھی بلکہ درخت نے سر نیچا کر کے چادر لی۔ شوہر نامدار نے کہا کہ اگر یہ حقیقت ہے تو اسی

Marfat.com

طرح درخت سے چادر اتار دو۔ چنانچہ بی بی صاحبہ پھر درخت کے پاس تشریف لے گئیں اور فرمایا کہ میں چاہتی ہوں کہ اپنی چادر تجھ سے واپس لوں سر جھکا لے یہ سنتے ہی درخت جھک گیا اور بی بی صاحبہ نے چادر لے لی۔ حضرت موج دریا بخاری نے یہ کرامت دیکھ کر دریافت کیا کہ یہ رتبہ کس سے پایا۔ فرمایا یہ ہماری موروثی دولت ہے۔

سیدہ محترمہ کی وفات ۱۰۱۶ھ میں واقع ہوئی۔ مزار پرانوار لاہور میں موج دریا بخاری کے روضۂ عالیہ میں ہے۔

تاریخ منظومۂ سروری: ؎

شد ز دنیا چوں جناب فاطمہ ۔۔۔ سرمۂ چشم جہاں شد خاکِ او
غوثِ اعظم بود جدِّ آں جناب ۔۔۔ "اعظمے" آمد وصالِ پاک او
۱۰۱۶ھ

نظام شاہ لاہوری مجذوب قدس سرہٗ

یہ مجذوب صاحب جذب شوق و ذوق و سکر شہر اور جنگل میں گشت کرتے رہتے تھے۔ لوگ ان کے بڑے معتقد تھے۔ لوگ جو روپیہ دیتے اسی وقت حاضرین میں بانٹ دیا کرتے۔ ان کی کرامات بہت مشہور ہیں۔ ایک یہ کہ جس دن مہاراجہ دلیپ سنگھ کے وزیر راجہ ہیرا سنگھ قتل کیا جاتا تھا۔ نظام شاہ علی الصباح محلہ سادھواں کی مسجد میں آئے یہ محلہ میرے دوست (غلام سرور) کے محلے کے پاس ہے۔ اور امام مسجد کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ آج عید اضحیٰ کا دن ہے۔ پر انے بوریئے لپیٹ کر نئے بچھادو۔

Marfat.com

لوگ یہ سُن کر متعجب ہوئے۔ جب پہر دن چڑھا۔ راجہ ہیرا سنگھ شکار کے بہانے باہر نکلا۔ سکھوں نے اس کا تعاقب کر کے اسے مار ڈالا اور جواہر سنگھ کو وزیر بنایا۔

مفتی صاحب نظام شاہ کی آپ بیتی کرامت بیان کرتے ہیں کہ میں غسل کرنے کے لئے مسجد موراں (اندرون شاہ عالمی دروازہ) میں گیا۔ ہاتھ میں کتاب تھی۔ مولوی غلام اللہ صاحب سے پڑھنے کے لئے، سلام کیا۔ نظام شاہ نماز صبح سے قبل چراغ کی روشنی میں وہیں سبق قاعدہ پڑھ رہے تھے۔ چپکے سے اُٹھے اور میری پیٹھ پر سخت تھپیڑ مار کر فرمایا کہ کیسے بے ادب ہو کر جُنب (ناپاکی) کی حالت میں مسجد میں آگئے ہو۔ اور استاد کے سامنے کھڑے ہو۔ میں نے توبہ کی اور جا کر غسل کیا۔ نماز پڑھی اور پھر استاد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عطائی علم غیب کے منکر غور کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو یہ علم ہے۔

نظام شاہ نے وفات سے چند سال پہلے اپنا مکان گورستان میانی میں بنایا اور کاٹھ چوبی جس میں حکام مجرموں کے پاؤں رکھ کر قفل لگا دیتے تھے جس پر غصہ آتا اسے پکڑ کر اس میں جکڑ دیتا۔ اور ایک دو ساعت کے بعد رہا کر دیتا۔ اسی طرح ایک شخص کو جو قوم کا جوگی تھا اور جس نے آپ کا گلی کوزہ توڑ دیا تھا ایک گھڑی کے لئے کاٹھ مار دیا۔ جوگی نے ناراض ہو کر انگریز حاکم ضلع کے پاس جا استغاثہ دائر کیا۔ وہاں سے خدا بخش کوتوال کے نام حکم جاری ہوا کہ مدعا علیہ کو مع کاٹھ حاضر کرو۔ اتوار کو تعطیل تھی۔ کوتوال صاحب جو نظام شاہ کے معتقد تھے اور ان کے پاس گئے اور کہا کل آپ کو عدالت میں حاضر ہونا ہے۔ ہم (ملازم سرکار) اس معاملے میں مجبور ہیں

Marfat.com

اور معذور- یہ سُن کر آپ ہنسے اور کہا کہ ہم کو فرنگی کی کچہری میں کون لے جا سکتا ہے- پس اس رات قوالوں کو بلا کر بیداری میں کاٹ دی- صبح اُن کو رخصت کیا- اور آپ بستر پر لیٹ گئے- اور جان خدائے جاں بخش کے حوالے کر دی-

جب یہ خبر شہر میں منتشر ہوئی تو ہزاروں لوگ جنازے پر حاضر ہوئے اور جسم بڑی عزّت سے سپردِ خاک میانی صاحب کیا گیا-

یہ واقعہ ۱۲۶۹ھ (مطابق ۱۸۵۲ء) کا ہے-

منظوم تاریخ ؎

عاشق حق نظام شاہ جہاں چوں برفت از جہان بحق پیوست
سالِ مجذوب پیر خواں سالش؟ ہم بداں "عاشق ازل بر مست"
۱۲۶۹ھ

Marfat.com

حضرت میراں حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ

از: سردار علی احمد خاں

سلطان محمود غزنوی کی فتوحات کے ساتھ ساتھ پنجاب اور متصلہ علاقہ جات میں اولیاء اللہ کے مبارک ہاتھوں روحانی تسخیر کی داغ بیل پڑی۔ اُس دورِ مسعود میں لاہور کو جن چار اولیاء اللہ نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے شرف بخشا اور یہاں رُشد و ہدایت کی ازلی و ابدی شمع روشن کی اُن میں حضرت سیّد حسین زنجانی۔ سیّد یعقوب زنجانی المعروف بہ صدر دیوان جو آپ کے ایک قرابتدار ہمعصر و ہمسفر بھی تھے اور حضرت سیّد اسماعیل بخاری محدث (مزار ہال روڈ لاہور) نیز حضرت سیّد علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری بہت معروف ہیں۔

افسوس کہ حضرت سید حسین زنجانی کے تفصیلی سوانحی حالات، آپ کی تبلیغی سرگرمیاں اور آپ کے روحانی کمالات کا ذکر بہت ہی کم ملکہ برائے نام ہی ملتا ہے اور ایک عجیب بات یہ ہے کہ حضرت داتا گنج بخش نے اپنے ہمعصروں کے ذکر میں آپکا تذکرہ تک نہیں کیا، اگرچہ عام طور سے مشہور چلا آرہا ہے کہ خانوادۂ جنیدیہ کے ان دونوں بزرگوں کا سلسلہ ارادت و بیعت ایک ہی مرشد سے تھا اور یہ کہ اس بنا پر یہ دونوں پیر بھائی تھے۔

قدیم ترین دستاویز جس میں آپ کا اجمالی ذکر ملتا ہے وہ فوائد الفواد ہے۔ اُس میں سیّد حسین زنجانی کو حضرت داتا گنج بخش کا پیش رو پیر بھائی کہا گیا ہے اور لکھا ہے کہ مذکورہ صدر دونوں بزرگوں کے مرشد اپنے وقت کے قُطب تھے۔

میراں سیّد حسین زنجانی کافی عرصہ سے لاہور میں اقامت گزین تھے۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا کہ شیخ علی بن عثمان ہجویری کو مرشد نے ارشاد کیا کہ لاہور چلے جاؤ۔

Marfat.com

اس پر شیخ ہجویری نے عرض کیا کہ وہاں تو سید حسین زنجانی موجود ہیں۔ (اور خدمت دین متین سرانجام دے رہے ہیں) اپنے پیر و مرشد کا حکم بجالاتے ہوئے جب شیخ ہجویری لاہور پہنچے تو رات کا وقت تھا صبح ہوئی (تو آپ کو حضرت حسین زنجانی کی وفات کا علم ہوا) آپ نے اُن کا جنازہ جاتا دیکھا (اور آخری رسوم تدفین میں شریک ہوئے)

فوائد الفواد کے بعد جن مشہور کتب میں میراں حسین زنجانی کا ذکر خیر ملتا ہے اُن میں آئینِ اکبری بھی ہے۔ اُس کے بعد کے تذکروں میں حضرت زنجانی کی خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سے ملاقات کا ذکر بھی ملتا ہے جو صحیح نہیں۔ آپ کا سن وفات بعض تذکروں میں ۶۰۰ھ اور تحقیقات چشتی میں ۴۳۱ھ لکھا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے میراں حسین زنجانی اور سید یعقوب زنجانی صدر دیوان کو حقیقی بھائی لکھ دیا ہے جو تاریخی اعتبار سے صحیح نہیں۔

گمان غالب ہے کہ میراں حسین زنجانی ۳۷۵ھ میں معیت سید یعقوب زنجانی وارد لاہور ہوئے۔ آپ کا قیام یہاں ۳۴ یا ۳۶ برس رہا۔ مآثر لاہور میں محمد دین فوق مرحوم نے تحریر کیا ہے کہ اس طویل عرصہ میں ہزاروں غیر مسلم میراں صاحب زنجانی کے کلمۂ توحید کے نیچے آئے اور ہزارہا تشنگان مے جام توحید سے سرشار ہوئے لیکن یہ قدرے مبالغہ آمیز بیان معلوم ہوتا ہے اور اس کا کوئی حوالہ یا تاریخی اشتہار فوق صاحب نے نہیں دیئے۔

سید محمد لطیف لاہوری نے اپنی تصنیف ہسٹری آف لاہور میں حضرت میراں سید حسین زنجانی کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

لیکن یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ میراں سید حسین زنجانی نام کے ایک عظیم بزرگ گزرے ہیں۔ داتا گنج بخش سے پہلے لاہور میں تشریف لاکر ہدایت خلق

Marfat.com

کے کام کی داغ بیل ڈالی اور یہ کہ آپکی جائے مدفن میراں دی کھوئی ہے آپکا مزار شریف مرجع خلائق اور حاجت روائے خلق ہے۔ آپ کا عرس ہر سال بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

میر عبدالعزیز زنجانی نے جو قصیدہ شہر لاہور کی صفت میں موزوں کیا۔ اس میں سید حسین زنجانی کے مزار شریف کے بارے میں یہ شعر کہا ؎

بدرگاہِ شہنشاہ حسین شاہ زنجاں رو　　که اسرار الٰہی در مزار او عیاں بینی

حضرت شیخ ہندی رحمہ اللہ

از: صاحبزادہ میاں محمد سلیم حمّاد

حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ والا صفات کے فیض سے حلقہ بگوشِ اسلام ہونے والا یہ پہلا ہندو راجپوت (رائے راجو) یہ کوئی معمولی غیر مسلم نہ تھا۔ بلکہ لاہور کی غیر مسلم راجدھانی کی ایک اہم سیاسی و مذہبی شخصیت تھی، علم نجوم اور ریاضی میں کمال حاصل تھا اور دیگر علوم میں بھی گہرا مطالع تھا۔ جب لاہور میں غزنوی مسلم حکومت قائم ہوئی تو اس میں بھی وہ اہم انتظامی عہدے پر فائز رہا۔ بالآخر حق کی تلاش میں سرگرداں ہوا اور راج پاٹ گھر بار چھوڑ کر جوگ اختیار کی اور استدراج کے مقام پر پہنچا۔

جب حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ کا لاہور میں ورودِ مسعود ہوا تو اس وقت جوگی

Marfat.com

راے راجو کا لاہور اور اس کے قرب جوار میں بے پناہ شہرہ تھا۔ اور بہت زیادہ مال و متاع نذر کیا جاتا تھا۔ حضرت داتا صاحب جیسے مبلغ اسلام، فقیر و درویش اور صوفی کامل کا فیض جاری ہوا تو حق کے سامنے باطل اکھڑ گیا ہوا۔ جوگی راے راجو کراد سفلی عملیات میں ریاضت کے باعث استدراج کے مقام پر تھا۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے لطف و کرم سے اللہ تعالیٰ نے جوگی رائے راجو کو توفیقِ توبہ عطا فرمائی اور حضرت کی ایک ہی نگاہِ التفات نے اس کے ظاہر و باطن میں انقلاب برپا کر دیا اور تشنہ روح کو نورِ اسلام سے سیراب کر دیا۔ اور وہ آپ ہی کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوا۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ نے راے راجو کا اسلامی نام "عبد اللہ" رکھا اور "شیخ ہندی" کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ بعد میں یہی خطاب اصل نام پر غالب آگیا اور آپ اسی نام سے جانے پہچانے لگے۔ حضرت شیخ ہندی رحمۃ اللہ کو حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ نے اپنے قرب میں ایک خاص مقام عطا فرمایا۔ آپ کا مقام صرف خانقاہ کے ایک عام درویش کا نہ تھا بلکہ آپ کو حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ کے خلیفہ مجاز، منظورِ نظر، محرم راز اور ہمدم و دمساز کا اختصاص حاصل تھا، یہی وجہ ہے حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ کے وصال پر حضرت شیخ ہندی رحمۃ اللہ کو ہی ان کی جانشینی کا اہل سمجھا گیا۔ اور آج تک آپ کی اولاد میں خانقاہ کی سجادہ نشین چلی آرہی ہے۔ اپنے مرشد کامل کے واصل بحق ہو جانے کے بعد ان کے مقدس مشن یعنی تبلیغ اسلام کو جاری رکھا۔ بے شمار غیر مسلموں کو مسلمان کیا اور قسم قسم کے خداؤں کی بجائے ایک ہی معبودِ حقیقی کا پیغام توحید عام کیا۔ آپ نے تقریباً ۱۲۰ سال عمر پائی۔ آپ کا مزار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد منور کے مغربی جانب گنبد کے باہر حصہ خواتین میں واقع ہے۔ ہر سال آپ کا عرس مبارک ۴ ربیع الاول کو منعقد ہوتا ہے۔

Marfat.com

مشہور بزرگان لاہور

کے

عُرسوں کی تاریخیں

اس رسالے کو جناب پیر غلام دستگیر نامیؔ مرحوم نے ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء میں مرتب کیا تھا اور انجمن تحفّظ اوقاف اسلامیہ پنجاب لاہور کی جانب سے شائع ہُوا تھا۔ چونکہ اس رسالے کا موضوع اس کتاب سے خاص تعلق رکھتا ہے اس لئے اسے شامل کتاب ہذا کیا جا رہا ہے۔

(ناشر)

Marfat.com

نمبر شمار	نام مبارک بزرگ	خانقاہ کا پتہ	تاریخ عرس (وفات)	سجادہ نشین و متولی صاحب کا نام و پتہ
۱	میر محمد یعقوب	متصل برادلہ فورٹ	۲۳ محرم	سید مبارک علی شاہ صاحب رئیس مزنگ
۲	شیخ ابو اسحاق	جانب شمال مزنگ ہسپتال	۵ محرم سنہ ۹۸۵ھ	امیر شاہ صاحب مکین متصل روضہ
۳	حضرت شیخ طاہر بندگی فاروقی	میانی صاحب مزنگ	۱۷ محرم سنہ ۱۰۴۰ھ	,,
۴	مولوی نظام الدین چشتی المشہور پیر موہکہ	گڑھی شاہو میو روڈ	۱۰ صفر سنہ ۱۱۱۷ھ	مولوی مسعود علی چشتی احاطہ تھانیدار مصری شاہ
۵	حضرت شیخ موسیٰ آہنگر خلیفہ حضرت عبد الجلیل چوہڑ شاہ بندگی	سبز گنبد قلعہ گوجر سنگھ	۱۸ صفر سنہ ۹۹۲ھ	مستری فیض محمد موچی دروازہ لاہور
۶	حضرت علی ہجویری المشہور داتا گنج بخش	بیرون بھاٹی دروازہ لاہور	۱۹-۲۰ صفر سنہ ۴۶۵ھ	محمد حیات۔غلام رسول میاں غیاث الدین۔محمد امین۔عطا محمد محمد صدیق شیخ بڈھا وغیرہ
۷	مخدوم شیخ سادہا۔المشہور شیخ شادھو ولی	محلہ کھاری کھوہی واقع بازار حکیماں	۲۸-۳۰ صفر	اہل بازار حکیماں
۸	نور الدین جہانگیر شہنشاہ ہند	موضع شاہدرہ	۲۸ صفر سنہ ۱۰۳۷ھ	میاں مراد دین
۹	حضرت شاہ پیر فاروقی المعروف میاں میر	گڑھی شاہو کے آگے بڑی نہر کے پاس	۷ ربیع الاول سنہ ۱۰۴۵ھ	مخدوم پیر سید علی شاہ صاحب نمبردار میاں میر
۱۰	مسکین شاہ مرید حضرت میاں میر	لاہور چھاؤنی	۹ ربیع الاول	حیدر شاہ ماتحت سجادہ نشین میاں میر

Marfat.com

نمبر شمار	نام مبارک بزرگ	خانقاہ کا پتہ	تاریخ عرس (وفات)	سجادہ نشین و متولی صاحب کا نام و پتہ
۱۱	حضرت عزیز الدین المشہور پیر مکی	بیرون بھاٹی دروازہ راوی روڈ لاہور	۱۰-۱۱ ربیع الاول ۶۱۲ھ	صوفی اللہ دتہ خاں صاحب مکین درگاہ
۱۲	حاجی شاہ عبداللہ بخاری	تھانہ ٹبی لاہور	۱۲/ ربیع الاول	بوٹے شاہ مکین
۱۳	حضرت رکن الدین المشہور سرِ ربانی	مزنگ فین روڈ	۱۲ ربیع الاول	میاں محمد شریف سیکرٹری
۱۴	چلہ شاہ بدر دیوان چشتی	متصل درگاہ حضرت ایشاں	۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۸ھ	محمد حیات ولد فضل الدین
۱۵	شیخ خیر الدین المشہور شاہ ابو المعالی	متصل قلعہ گوجر سنگھ	۱۶ ربیع الاول ۱۰۲۴ھ	
۱۶	شاہ کنٹھ	میوہ منڈی لاہور	۱۶/ ربیع الاول	سائیں چنن الدین قلعی گر اندرون شاہ عالم
۱۷	حضرت شاہ محمد غوث قادری	مابین دہلی و اکبری دروازہ لاہور	۱۷ ربیع الثانی ۱۱۵۲ھ	
۱۸	حضرت شاہ جمال الدین سہروردی	متصل اچھرہ	۱۴ ربیع الثانی ۱۰۱۳ھ	شیخ اقبال علی صاحب چونے منڈی
۱۹	حضرت قادر پیر		۱۱-۱۲ ربیع الثانی	پیر محمد امین صاحب گلی خانہ رنگ محل لاہور
۲۰	حضرت ترت مراد شاہ	لارنس گارڈن	۱۴/ ربیع الثانی	ایم اے توکلی شاہ عقب تھانہ مزنگ لاہور

Marfat.com

نمبر شمار	نام مبارک بزرگ	خانقاہ کا پتہ	تاریخ عرس (وفات)	سجادہ نشین و متولی صاحب کا نام و پتہ
۲۱	حضرت محمد شاہ سہروردی المشہور موج دریا بخاری	متصل پرانی انارکلی لاہور	۱۰۱۴ھ ۱۶-۱۷ ربیع الثانی	سردار علی شاہ صاحب مکین متصل روضہ
۲۲	حضرت عبدالرزاق المشہور شاہ چراغ	بڑا ڈاکخانہ متصل ہائی کورٹ		محمد ضیاء الدین صاحب گیلانی سلطان پورہ
۲۳	حضرت جان محمد حضوری	متصل گڑھی شاہو	۱۷ ربیع الثانی ۱۰۶۴ھ	سید بہادر شاہ صاحب
۲۴	حضرت حامد قادری سہروردی	دیٹ مین روڈ مغلپورہ	۱۷ جمادی الآخر ۱۱۶۶ھ	محمد جمال دین صدیقی
۲۵	حضرت پیر عبدالغفار	میانی صاحب	۱۷ جمادی الآخر ۱۳۴۰ھ	پیر محمد اشرف تکیہ سادھواں
۲۶	شاہ عنایت (پیر بلھے شاہ)	جانب غرب چڑیا گھر	۲۷ جمادی الآخر ۱۱۴۱ھ	میاں سراج دین اندرون بھاٹی دروازہ
۲۷	حضرت عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی	میکلوڈ روڈ	یکم رجب ۹۱۰ھ	پیر محمد افضل شاہ صاحب
۲۸	شیخ محمد اسحاق گازرونی عرف میراں شاہ	در مسجد وزیر خاں	۱۴ رجب ۷۸۶ھ	خاں صاحب عبدالعزیز
۲۹	حضرت ڈودے شاہ چشتی	سڑک گھوڑے شاہ	۱۴ رجب ۱۰۵۰ھ	مولوی عبدالرحمن صاحب چشتی
۳۰	خواجہ خاوند محمود نقشبندی المشہور حضرت ایشان	گلابی باغ کے پیچھے	۱۲ شعبان ۱۰۵۲ھ	میاں عبدالرشید صاحب ساکن درگاہ

Marfat.com

نمبر شمار	نام مبارک بزرگ	خانقاہ کا پتہ	تاریخ عرس (وفات)	سجادہ نشین و متولی صاحب کا نام و پتہ
۳۱	شیخ پیر حسن ولی سہروردی المشہور حسین تیلی	ایبٹ روڈ	۲ رشوال ۱۰۱۲ھ	انجمن پیر حسن شاہ
۳۲	حضرت شیر علی شاہ المشہور جھگی قاضیاں	منٹو پارک۔ قلعہ بادامی باغ	۱۷ شوال ۱۱۲۷ھ	مولوی ظفر الدین صدیقی
۳۳	حضرت محمد اسماعیل المشہور میاں وڈہ	شالامار باغ سے جنوب کی طرف ایک میل	۲۴ رشوال ۱۰۵۸ھ	محمد نذیر احمد صاحب
۳۴	سید ابو تراب المعروف شاہ گدا حسینی	میو روڈ	۱۴ شوال ۱۰۷۱ھ	میاں احمد علی صاحب وغیرہ
۳۵	پیر بہاؤ الدین المشہور گھوڑے شاہ	شالامار کی قدیم سڑک پر	۱۰۰۳ھ	
۳۶	شیخ ایاز	متصل رنگ محل	۴۳۰ھ	خلیفہ فضل حسین صاحب
۳۷	حضرت سید حسین زنجانی جنیدی	کھوئی میراں صاحب	۴۰۰ھ	شیخ احمد علی شاہ اینڈ برادرز
۳۸	حضرت سید احمد توختہ ترمذی	محلہ چلہ بی بیاں	۶۰۲ھ	غلام دستگیر نامی
۳۹	سید یعقوب صدر دیوان زنجانی	متصل زنانہ ہسپتال بیرون شاہ عالمی لاہور	رجب المرجب ۴۰۰ھ	شیخ احمد علی شاہ اینڈ برادرز
۴۰	حضرت ابو الغفار سید مٹھا	بازار سید مٹھا لاہور	۶۶۱ھ	
۴۱	حضرت پیر سید محمد معصوم شاہ گیلانی	چک سادہ شریف ضلع گجرات	۲۸ رشوال	صاحبزادہ سید محمد حسن گیلانی معصوم منزل قادری سٹریٹ اسلام گنج لاہور
۴۲				

Marfat.com

ختم پڑھنے کی دعا

خدایا طفیل محمد رسول — ہماری دعاؤں کو کرلے قبول

طفیل ابوبکر یارِ نبی — کہ ہیں مقتدی جنکے سارے ولی

عمر اور عثمان کے یارب طفیل — علی شاہ مردان کے یارب طفیل

ہمیں صدق دے اور سطوت بھی دے — حیا دے غنا دے شجاعت بھی دے

نبی کے جو ہیں اہل بیت کرام — طفیل انکے دے عزت و احترام

جو داتا ہیں لاہور کے گنج بخش — طفیل انکے یارب مجھے گنج بخش

طفیل اُنکے جو اپنے قادر ہیں پیر — خدایا ہمارا ہو تو دستگیر

وہ مکی جو ہیں اولیا کے عزیز — طفیل اُنکے دے خیر و شر میں تمیز

جو ہیں سید احمد شہِ توختہ — طفیل اُنکے عصیاں ہوں سب سوختہ

خدایا جو ہیں تیرے عبدالجلیل — طفیل اُنکے ہر کام میں ہو کفیل

جو موسٰے ہیں سادھا ہیں اور ہیں چراغ — طفیل اُنکے ہو دور عصیاں کا داغ

خداوندگارا طفیل جمال — عطا کر ہمیں فضل و رعب و جلال

طفیل محمد شہِ موج خیز — ہر اک دشمنِ دیں کو کر سنگ ریز

طفیل میاں میر عالی مقام — رضا اپنی میں رکھ ہمیں صبح و شام

جو طاہر ہیں اور ابو المعالی ہیں پیر — طفیل اُنکے کر ہم کو روشن ضمیر

جو محمود حضرت ہیں الیشاں لقب — طفیل اُنکے کر دور رنج و تعب

Marfat.com

طفیل میاں وڈا اے کبریا
ہمیں پاک قرآن کا حافظ بنا

جو شاہ محمد ہیں غوث زماں
طفیل اُنکے دے ہم کو امن و امان

ہیں جانِ محمد حضوری جو پیر
طفیل اُنکے اللہ تو ہو ظہیر

طفیل اپنے اُس عبدِ غفار کے
خطائیں ہماری خدا بخش دے

خدایا طفیل بزرگانِ دین
تیرا فضل ہر کام میں ہو معین

مسلمان کو عز و اقبال دے
غلامی کی سر سے بلا ٹال دے

ہمیں نیک اعمال کا شوق ہو
تیرے ذکر کا شغل اور ذوق ہو

محمد محمد ہو وردِ زبان !
اسی نام سے پلائیں ہم روحِ جاں

اسی نام سے ہم کو ہمت ملے
شجاعت ملے اور حکومت ملے

اسی نام سے سب ہوں شب زندہ دار
اسی سے ملے ہم کو عزّت و وقار

اسی نام سے پائیں نصر و ظفر
مسخر اسی سے ہوں بحر اور بر

اسی نام سے قبر اور حشر میں
ہوں آسان گنہگار کی مشکلیں

محمد ہی کے نام پر ہم جئیں
محمد ہی کے نام پہ ہم مریں

اسی نام سے ہو ہماری حیات
اسی پر ہو اپنا مدارِ نجات

محمد محمد محمد کہیں
محمد محمد محمد سنیں !

دُعا ختم ہو جو بنام رسول
تو نامی نہ کیوں پائے عز و قبول

غلام دستگیر نامی

Marfat.com

نوری بک ڈپو لاہور کی مطبوعہ بلند پایہ علمی کتابیں

تذکرہ مشائخ نقشبندیہ	علامہ نور بخش توکلی	۳۹/-
سیرت سیدنا غوث اعظم	" "	۹/-
تحفہ شیعہ (اصل)	"	۱۸/-
شرح قصیدہ بردہ	"	۷/۵۰
شرح قصیدہ غوثیہ	مولینا عبدالملک	۱۵/-
تذکرہ غوثیہ	شاہ گل حسن قادری	۲۳/-
تاریخ مدینہ	شیخ عبدالحق محدث	۲۱/-
۱۲ تقریریں	محمد شریف نوری	۱۸/-
تاریخی مناظرہ بہاولپور	غلام دستگیر قصوری	۲۱/-
کفریات ابی وہابیہ	اعلیحضرت بریلوی	۳/-
مسئلہ نور و بشر	عنایت اللہ چشتی	۶/
حرمت سجدہ تعظیم	اعلیحضرت	۷/۵۰
تذکرہ فریدیہ	علامہ مشتاق احمد	۳/-
جماعت اسلامی ؟	ارشد القادری	۴/۵۰
مواعظ القرآن و الحدیث	پیر سید معصوم شاہ	۱۵/-
اکابر تحریک پاکستان	محمد صادق قصوری	۴۵/-
جمال الاولیا		۱۵/-
گنج الاسرار	حضرت سلطان باہو	۳/-
سُنی بہشتی زیور	مفتی محمد خلیل خاں	۲۷/-
ہمارا اسلام	"	۱۵/-
جانِ رحمت	اختر الحامدی	۳/-

کشف المحجوب	حضرت داتا صاحب	۲۷/-
مسئلہ گیارہویں	محمد شریف نوری	۲/۲۵
شمع شبستان رضا مکمل	اقبال احمد نوری	۲۰/-
حکایات گنج بخش	بشیر حسین ناظم	۷/۵۰
تذکرہ داتا گنج بخش	میاں محمد دین کلیم	۹/
ارشادات گنج بخش	پیر سید معصوم شاہ	۷/۵۰
فتوح الغیب عربی اردو	سیدنا غوث اعظم	۱۵/-
ذکر حبیب	شاہ عبدالعلیم میرٹھی	۹/۰۰
انفاس العارفین	شاہ ولی اللہ	۲۱/-
تفسیر سورہ یوسف	امام غزالی	۴۱/-
مجموعہ نعت	سید محمد عثمان پیرزادہ	۱۵/
نماز حنفی	علامہ نسیم البستوی	۴/۵۰
کتاب الحج	اعلیحضرت بریلوی	۵/۲۵
یزید تاریخ کے آئینہ میں	ابو جعفر قریشی	۱۰/۵۰
بزرگانِ لاہور	پیر غلام دستگیر نامی	
رسالہ روحی	حضرت سلطان باہو	۳/-
امداد المشتاق		۱۵/-
جگر گوشۂ رسول	علامہ عبدالمجید دہلوی	۱۸/

ملنے کا پتہ

نوری بک ڈپو بازار حضرت داتا صاحب لاہور

نوری بک ڈپو داتا دربار ○ لاہور

Marfat.com

مدینۃ الاولیاء لاہور کے ۱۵۵ اولیاء کرام کا مستند تذکرہ

بزرگانِ لاہور

مؤلفہ: پیر غلام دستگیر نامی

مکتبہ
نوری بک ڈپو داتا دربار لاہور

Marfat.com